# عبد اللہ بن سبا اور دوسرے تاریخی افسانے

## تیسری جلد

مصنف:

علامہ سید مرتضیٰ عسکری

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

# عبد اللہ بن سبا اور دوسرے تاریخی افسانے

## تیسری جلد

علامہ سید مرتضیٰ عسکری

مترجم: سید قلبی حسین رضوی

# عبداللہ بن سبا اور سبائیوں کی داستان کی تحقیق

## پہلی فصل

عبداللہ بن سبا حدیث و رجال کی کتابوں میں
عبداللہ بن سبا کے بارے میں کشی کی روایتیں ۔
عبداللہ بن سبا سے متعلق روایتوں میں تناقض
مرتدوں کو جلانے کی روایتیں ۔
مرتدوں کو جلانے کی روایتوں کی تحقیق جلانے کی روایتوں کے بارے میں مزید تحقیق شیعوں کی کتابوں میں
مرتدوں کو جلانے کی روایتوں کا معیار
مرتدوں کو جلانے کی روایتوں کا حقیقی پہلو
مباحث کا خلاصہ اور نتیجہ
اس حصہ کے مآخذ

## کشی کی روایتیں

و من رجال الکشی انتشرت ھذہ الروایات فی کتب الشیعہ

یہ روایتیں، صرف رجالِ کشی سے شیعہ کتابوں میں آگئی ہیں۔

مؤلف

اس کتاب کی پہلی جلد کی ابتدا میں ہم نے عبد اللہ بن سبا کے افسانہ کا خلاصہ بیان کیا اور کہا: سیف کی دروغ بافی کی بنیاد پر، اس افسانہ کا ہیرو یعنی "عبد اللہ بن سبا" یمن کے یہودیوں میں سے ایک شخص تھا، جو ریا کاری اور زور و زبردستی اور اسلامی ممالک میں شورشیں اور فتنہ انگیزیاں کرنے نیز مسلمانوں میں اختلاف و افتراق کو بڑھاوا دینے کیلئے یمن سے اسلامی ممالک کے بڑے شہروں کا سفر کیا اور اسلام کا اظہار کرکے اس نے مسلمانوں میں وصی، رجعت اور عثمان کی غصبیت کا عقیدہ پھیلایا، اور ان عقائد کو ایجاد کرکے اسلامی شہروں میں بڑے پیمانے پر فتنے اور اختلافات برپا کئے یہاں تک کہ عثمان کے قتل اور جنگ جمل کا سبب بنا۔

یہ تھا عبد اللہ بن سبا کے افسانہ کا خلاصہ، جسے سیف بن عمر نے جعل کرکے مسلمانوں اور اسلامی تمدن کے مآخذ میں اس کی اشاعت کی ہے۔

ہم نے افسانہ عبدللہ ابن سبا کی تشریح اور اس پر دقیق بحث و تحقیق کو سیف کی تمام جعلیات و تخلیقات پر بحث و تحقیق کے بعد چھوڑدیا ہے۔ خود عبد اللہ بن سبا کے بارے میں حدیث، رجال اور تاریخ کی کتابوں میں درج باتوں کو اختتامی بحثوں میں بیان کریں گے۔ لیکن عبد اللہ بن سبا کی شخصیت کے بارے میں جو کثرت سے سوالات ہم سے کئے گئے ہیں اور اس سلسلہ میں جو پے در پے ہم سے اس کے بارے میں ہمارا عقیدپوچھا گیا ہے، اس امر کا سبب بنا کہ بحث کے اس حصہ کو وقت سے پہلے شروع کریں تاکہ منظور نظر مباحث کا ایک حصہ واضح ہونے کے ضمن میں ان سوالات کا جواب بھی دیا جاسکے اور عبد اللہ بن سبا کے بارے میں ہمارا عقیدہ بھی واضح اور روشن ہوجائے۔

اسی لئے ہم پہلے حدیث اور رجال کی کتابوں میں عبد اللہ بن سبا کے قیافہ کی تحقیق کرتے ہیں اور آخر میں اس کے بارے میں اپنا نظریہ بیان کریں گے:

### ۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے کشی کی روایت:

کشی امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ عبد اللہ بن سبا نبوت کا دعوی کرتا تھا اور ایسا ظاہر کرتا تھا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام الوہیت اور خدائی مقام کے مالک ہیں۔

جب یہ خبر امیر المؤمنین علیہ السلام کو پہنچی، تو انہوں نے ابن سبا کو طلب کیا اور اس بارے میں اس سے سوال کیا، ابن سبا نے اپنے اس عقیدہ کا فوراً اعتراف کیا اور کہا: جی ہاں آپ وہی خدا ہیں! اور اضافہ کیا کہ میرے دل میں یہی الہام ہوا ہے کہ آپ خدا ہیں اور میں آپ کا پیغمبر ہوں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہو تم پر! شیطان نے تجھ پر اثر کیا ہے،

اور تیرا مذاق اڑایا ہے تیری ماں تیری سوگوار بنے اس بیان اور فاسد عقیدہ سے دست بردار ہوجاؤ اور توبہ کرو!

ابن سبا اپنی بات پر اصرار کرتا رہا تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے اسے جیل میں ڈال دیا اور اسے تین دن کی مہلت دی تا کہ توبہ کرے، لیکن اس نے توبہ نہیں کی۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی اسے مقررہ مہلت کے بعد نذر آتش کیا اور فرمایا:

اس پر شیطان مسلط ہوگیا ہے اور اس نے یہ عقیدہ اسے تلقین کیا ہے۔

## ۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کشی کی روایت:

کشی ہشام بن سالم سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا: میں نے امام صادق علیہ السلام سے جبکہ وہ اپنے اصحاب کے ساتھ عبد اللہ بن سبا کے عقیدہ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے سنا کہ وہ فرماتے تھے، جب ابن سبا نے علی علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں اپنا عقیدہ ظاہر کیا، تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس سے چاہا کہ وہ اپنے عقیدہ سے دست بردار ہوجائے اور توبہ کرے۔ لیکن اس نے توبہ نہیں کی پھر امیر المومنین علیہ السلام نے اسے آگ میں ڈال کر جلادیا۔

## ۳۔ امام صادق ں سے کشی کی ایک اور روایت:

کشی ابان بن عثمان سے نقل کرتا ہے: میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے: خدا لعنت کرے عبد اللہ بن سبا پر کہ وہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی ربوبیت اور الوہیت کا قائل تھا، جبکہ خدا کی قسم آنحضرت علیہ السلام خدا کے ایک مطیع اور فرمانبردار بندہ کے علاوہ کچھ نہیں تھے۔ افسوس ہے ان پر جو ہم پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ بعض لوگ ہمارے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں اور ہمارے لئے ایسے اوصاف کے قائل ہیں کہ ہم خود اپنے لئے ان چیزوں کے قائل نہیں ہیں۔ اس قسم کے اوصاف جو خدا سے مخصوص ہیں ہم سے مربوط نہیں ہیں۔ خدا کی قسم ہم ایسے افراد سے بیزار ہیں۔

## ۴۔امام سجادں سے کشی کی روایت:

کشی امام سجاد علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: خدا ان پر لعنت کرے جو ہماری طرف جھوٹی نسبت دیتے ہیں جب مجھے عبداللہ بن سبا یاد آتا ہے تو میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اس نے ایک بڑی چیز کی دعویٰ کیا تھا، خدا اس پر لعنت کرے۔ یہ کیا عقیدہ تھا جس کا اس نے اظہار کیا ؟! خدا کی قسم علی ابن ابیطالب علیہ السلام خدا کے صالح بندہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی تھے وہ خدا کے حضور صرف خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کی رو سے عالی ترین مقام پر پہنچے تھے۔ جس طرح صرف خداوند عالم کی اطاعت سے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عالی ترین مقام پر فائز ہوئے تھے۔

۵۔ امام جعفر صادق ں سے کشی کی روایت کشی امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم ایک سچے اور راست گو خاندان ہیں اور کبھی بھی ایسے کذاب اور جھوٹے افراد سے خوشحال نہیں ہیں جو ہم پر جھوٹ باندتے ہیں یہ جھوٹے لوگ ہم پر جھوٹ کی نسبت دیکر ہماری صحیح بات کو لوگوں کی نظروں میں بے اعتبار بناتے ہیں اس کے بعد امام نے اضافہ کیا۔

پیغمبر صلی الہ علیہ وسلملوگوں میں سب سے سچے تھے، لیکن مسیلمہ نے ان پر کئی جھوٹ کی نسبت دی۔ امیر المؤمنین رسول خدا صلی الہ علیہ وسلمکے بعد لوگوں میں سب سے سچے تھے، لیکن عبداللہ بن سبا نے ان پر جھوٹ کی نسبت دی اور اس برے کام سے ان کی سچی بات کو جھوٹ کی صورت میں پیش کرکے انہیں بے اعتبار بناتا ہے۔ عبداللہ بن سبا وہ تھا جس نے خداوند عالم پر بھی جھوٹ کی نسبت دی ہے (اس کے بعد امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ابا عبداللہ الحسین بن علی بھی مختار کے جال میں پھنس گئے تھے)[1]

عبداللہ بن سبا کے بارے میں کشی کی وضاحت کشی مذکوہ پنجگانہ روایتوں کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا، اس کے بعد اس نے اسلام قبول کیا اور علی علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہوگیا وہ جس طرح یہودی ہونے کے دوران یوشع نون کے بارے میں غلو آمیز عقیدہ رکھتا تھا کہ جو حضرت موسی کے وصی ہیں اسی طرح اسلام کی طرف مائل ہونے اور پیغمبر خدا صلی الہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد علی کے بارے میں بھی اس غلو و افراط میں بتلا ہوگیا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد علی ابن ابیطا لبں کی امامت اور ان کی خلافت کا عقیدہ لوگوں کی زبانوں پر جاری کیا اور حضرت ں کے دشمنوں سے بیزاری اور دوری اختیار کی۔ حضرت کے مخالفوں کے ساتھ سخت مخالفت کی اور ان کی تکفیر کی۔ اسی لئے شیعوں کے مخالفین کہتے ہیں: تشیع کا سرچشمہ در حقیقت یہودیت ہے۔

---

۱: حدیث کا آخر جملہ اضافہ ہے جو کتاب اختیار رجال کشی میں اس حدیث کے ذیل میں مقلاص بن ابی خطاب کی ۱ ص ۳۰۵ کی تشریح میں آیا ہے۔

ان روایتوں کی جانچ پڑتال کشی نے عبداللہ بن سبا کی وضاحت میں جو روایتیں نقل کی ہیں وہ ان روایتوں کا خلاصہ جنہیں عبدا للہ بن سبا کے بارے میں سیف نے نقل کیا ہے اور طبری نے بھی اس سے نقل کیا ہے اور دوسروں نے طبری سے نقل کیا ہے ہم نے کتاب کی پہلی جلد میں اس کی تحقیق کی ہے ۔ لیکن ،مذکورہ پنجگانہ روایتیں ، جنہیں کشی نے نقل کیا ہے ہم ان کے مضمون کو کشی سے پہلے یا اس کے زمانے میں ''ملل و نحل '' اور ادیان اور عقائد کی شناخت کے بارے میں لکھی گئی کتابوں سے حاصل کرتے ہیں ۔

کشی ابن بابویہ (وفات ۳۶۹ھ ) کا ہم عصر تھا، اس کی روایتوں کا مضمون کتاب ''المقالات'' تالیف سعد بن عبداللہ اشعری (وفات ۳۰۱ھ) ، کتاب '' فرق الشیعہ '' تالیف نوبختی (وفات ۳۱۰ھ) اور '' مقالات الاسلامیین ''تالیف علی ابن اسماعیل ( وفات ۳۳۰ھ ) میں نقل ہوا ہے۔ یہ سب مؤلفین کشی اور ابن بابویہ سے پہلے تھے ،فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے ان روایتوں کو ایک ہی روش اور سیاق میں سند کے بغیر نقل کیا ہے ، لیکن رجال کشی میں یہ روایتیں مختلف صورتوں میں اور سند کے ساتھ نقل ہوئی ہیں انشاء اللہ ہم ان پر آنے والی فصل میں تحقیق کریں گے ۔

یہ روایتیں '' معرفۃ الناقلین '' نامی رجال کشی سے شیعوں کی دوسری کتابوں میں درج ہو کر منتشر ہوئی ہیں ۔ کیونکہ شیخ طوسی وفات ۴۶۰ھ) نے اسی رجال کشی کو خلاصہ کر کے اس کا نام '' اختیار معرفۃ الرجال '' رکھا ہے اوریہی کتاب آج رائج اور معروف اور ہماری دسترس میں ہے ۔

اس کے علاوہ احمدبن طاؤس ( وفات ۶۷۳ ئہ) نے اپنی کتاب '' حل الاشکال '' ۶۴۴ ئہ )میں تالیف کی ہے ، اس نے اس کتاب میں مندرجہ ذیل پانچ کتابوں کی عبارتوں کو یکجا کر دیا ہے:

۱۔ رجال شیخ طوسی ۔

۲۔ فہرست شیخ طوسی ۔

۳۔ اختیار رجال کشی ، تالیف شیخ طوسی ۴۔ رجال نجاشی ( وفات ۴۵۰ھ) اور ۵۔ کتاب ' ' الضعفاء'' جو ابن غضائری ( وفات ۴۰۰ھ) سے منسوب ہے ، ابن طاؤس کے بعد ، ان کے دو شاگردوں نے اس کی پیروی کی اور ان کے استاد نے جو کچھ اپنی کتاب میں درج کیا ہے ، انہوں نے بھی اسی کو من و عن اپنی کتابوں میں نقل کردیا ہے ان دو میں سے ایک علامہ حلی (وفات ۷۲۶ ھ) ہیں جنہوں نے اپنی رجال کی کتاب '' خلاصۃ الاقوال '' میں اور دوسرے ابن داؤد ہے جنہوں نے ( ۷۰۷ ئہ ) میں تالیف کی گئی اپنی رجال کی کتاب میں درج کیا ہے ان کے بعد مرحوم شیخ حسن بن زین الدین عاملی ( وفات ۱۰۱۱ھ) نے '' اختیار رجال کشی '' کو ابن طاؤس کی کتاب '' حل الاشکال '' سے الگ کر کے اس کا نام '' تحریر طاوس ''

رکھا ہے، قہبائی نے ۱۰۱۶ ہ) میں تالیف کی گئی اپنی کتاب "مجمع الرجال" میں مذکورہ پنجگانہ کتابوں کو اکٹھا کرکے اپنی کتاب میں ان کتابوں کی من و عن عبارتوں کو نقل کیا ہے۔

اس طرح یہ کتابیں شیعہ دانشوروں میں رجال و حدیث کے راویوں کے بارے میں بحث و تحقیق کے منابع و مآخذ قرار پائی ہیں اور رجال شناسی میں شیعوں کے مباحث، صرف انہی کتابوں پر منحصر ہیں۔ ان کتابوں کے مؤلفین نے مطالب کو ایک دوسرے سے نقل کرکے ایک کتاب سے دوسری کتاب میں منتقل کردیا ہے۔

بعد میں آنے والے علماء حدیث اور رجال نے بھی اسی روش کو جاری رکھا ہے، جیسے:

الف) تفرشی: جو علمائے رجال میں سے ایک ہیں نے ۱۰۱۵ ہ) میں تالیف کی گئی اپنی کتاب "نقد الرجال" میں "ابن سبا" کے حالات کی تشریح میں کشی کی روایتوں میں سے ایک کو نقل کیا ہے اور علامت "کش" سے اسے مشخص کیا ہے۔

ب) اردبیلی: اس نے ۱۱۰۰ ہ میں تکمیل کو پہنچائی گئی اپنی تالیف "جامع الرواۃ"

میں عبداللہ بن سبا کے حالات کی تشریح کو کشی اور ان سے نقل کیا ہے جنہوں نے کشی سے لیا ہے اور اسے علامت "کش" سے مشخض کیا ہے۔

ان کے علاوہ علم رجال کے دوسرے دانشوروں نے بھی اسی روش کی تقلید کرتے ہوئے رجال کشی اور ان کے تابعین کو اپنا منبع و مآخذ قرار دیا۔

## علمائے حدیث:

ج) علمائے حدیث میں سے علامہ مجلسی (وفات ۱۱۱۰ ہ) نے کشی کی پنجگانہ روایتوں کو اسی بیان و وضاحت کے ساتھ جسے آخر میں ذکر کیا ہے اپنی اہم ترین کتاب "

بحار الانوار" میں نقل کیا ہے۔

د) شیخ محمد بن حسن حر عاملی (وفات ۱۱۰۴ ہ) جو اکابر علمائے حدیث میں شمار ہوتے ہیں، نے اپنی کتاب "تفصیل الوسائل" میں عبداللہ بن سبا کے بارے میں کشی کی پہلی اور دوسری روایت نقل کی ہے۔

ہ) ابن شہر آشوب (وفات ۵۵۸ ہ) نے بھی اپنی کتاب "مناقب" میں کشی کی پہلی روایت کو اس کے مآخذ کی طرف کسی قسم کا اشارہ کئے بغیر نقل کیا ہے۔

بات کا خلاصہ خلاصہ یہ کہ ہم عبداللہ بن سبا کے بارے میں شیعہ کتابوں میں ذکر کی گئی روایتوں کے بارے میں تحقیق کے دوران اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب روایتیں کتاب رجال کشی سے نقل کی گئی ہیں اور درج ذیل منابع نے بھی ان روایتوں کو اسی سے نقل کیا ہے:

۱۔ "اختیار رجال کشی" ت الیف شیخ طوسی (وفات ۴۶۰ھ)(۱۱۱ھ)

۲۔ "بحار الانوار" ت الیف مجلسی (وفات ۱

۳۔ "وسائل" ت الیف شیخ حر عاملی (وفات ۱۱۰۴ئہ)

۴۔ "جامع الرواۃ" ت الیف اردبیلی (وفات ۱۱۰۰ھ)

۵۔ "مجمع الرجال" ت الیف قہپائی (وفات ۱۰۱۶ھ)

۶۔ "نقد الرجال" ت الیف ت فرشی (وفات ۱۰۱۵ھ)

۷۔ "تحریر طاؤس" ت الیف شیخ حسن عاملی (وفات ۱۰۱۱ھ)

۸۔ "الخلاصہ" ت الیف علامہ حلی (وفات ۷۲۶ھ)

۹۔ "رجال" ت الیف ابن داؤد (وفات ۷۰۷ھ)

۱۰۔ "حل الاشکال" ت الیف احمد بن طاؤس (وفات ۶۷۳ھ)

۱۱۔ "مناقب" ت الیف ابن شہر آشوب (وفات ۵۸۸ھ)

## رجال کشی اور اس کی روایتوں کی جانچ پڑتال

روی الکشی عن الضعفاء کثیراً و فی رجالہ اغلاط کثیرۃ

کشی غیر قابل اعتماد افراد سے بہت روایتیں نقل کرتا ہے اور اس کی کتاب رجال غلطیوں سے بھری پڑی ہے

. نجاشی جبکہ ہمارے لئے یہ واضح ہوگیاکہ شیعوں کی حدیث اور رجال کی تمام کتابوں نے عبداللہ بن سبا کی غلو کی داستان کو کسی کی معروف کتاب "معرفۃ الناقلین" سے نقل کیا ہے، تو اب ہمیں مذکورہ کتاب اور اس کی روایتوں کی جانچ پڑتال پر توجہ دینی چاہئے ۔

۱۔ کتاب "معرفۃ الناقلین" کا مؤلف اس کتاب کا مؤلف، ابو عمر محمد بن عمرو بن عبدالعزیز کشی ہے، نجاشی نے اس کے بارے میں کہا ہے: کشی ایک مؤثق اور قابل اعتماد شخص ہے لیکن اس نے کثرت سے ضعیف اور ناقابل اعتماد افراد سے روایت

نقل کیا ہے مزید کہتا ہے کشی عیاشی کا شاگرد تھا لہذا اس نے بعض مطالب اسی سے سیکھے ہیں اور عیاشی کے حالات کی تشریح میں یوں کہتا ہے : وہ ضیعف اور ناقابل اعتماد افراد سے زیادہ نقل کرتا ہے: نیز عقیدہ و مذہب کے لحاظ سے ابتداء میں مکتب تسنن کا پیرو تھا اور اہل سنت کی احادیث کو زیادہ سن چکا تھا ،

لہذا اس نے ایسی احادیث زیادہ نقل کی ہیں ۔

۲۔ معرفۃ الناقلین یا رجال کشی رجال کشی "معرفۃ الناقلین عن الائمۃ المعصومین " کے نام سے تھی ۔ شیخ طوسی نے اسکا خلاصہ کیا ہے اور اس کا " اختیار رجال الکشی "نام رکھا ہے ۔ یہ کتاب آج تک دانشوروں کی دسترس میں ہے ۔

نجاشی نے کشی کی کتاب کے بارے میں کہاہے : علم رجال میں کشی کی ایک کتاب ہے اس کتاب میں بہت زیادہ مطالب ہیں ،جن میں بے شمار غلطیاں پائی جاتی ہیں ۔

نجاشی نے کشی کے بارے میں کہا ہے : وہ ضیعف اور ناقابل اعتماد افراد سے نقل کرتا ہے۔

مرحوم محدث نوری کتاب " مستدرک الوسائل " کے خاتمہ کے فائدہ سوم میں ، شیخ طوسی کی "اختیار رجال الکشی " کے بارے میں کہتے ہیں : " بعض قرائن سے ہمارے لئے واضح ہوا ہے کہ اس کتاب میں بھی بعض علماء ، مؤلفین اور ناسخوں نے کچھ تصرفات اور تغیرات انجام دئے ہیں "[۱]

---

۱۔ مستدرک (۳۵۳۰)مرحوم نوری اس بیان کے بعد اپنی بات کیلئے کئی دلائل پیش کرتے ہیں ۔

قاموس الرجال کے مؤلف نے کہا ہے: " رجال کشی کا کوئی صحیح نسخہ کسی کے پاس نہیں پہنچا ہے حتی شیخ طوسی اور نجاشی کو بھی "۔ نجاشی نے اس بارہ میں کہا ہے " رجال کشی میں بہت ساری غلطیاں ہیں "

اسکے بعد " قاموس " کے مؤلف کہتے ہیں: رجال کشی میں اس قدر تحریف ہے کہ ان کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے اس کتاب میں تحریف نہ ہوئے مطالب معدود چند اور انگشت شمار ہیں جیسے: " احمد بن عائذ"، "احمد بن فضل "، "اسامہ بن حفص "، "اسماعیل بن فضل "،

"اشاعثہ "، "حسین بن منذر "، "درست بن ابی منصور "، "ابو جریر قمی "، "عبدا لواحد بن مختار "، "علی بن حدید "، "علی بن وھبان "، "عمر بن عبدا لعزیز زحل "، "عنبسہ بن بجاد "، اور "منذر بن قابوس "کی تشریح۔

اس کے بعد کہتے ہیں:

" میں نے ان چند ناموں کے حالات کی تشریح میں کوئی تحریف نہیں پائی اگرچہ احتمال ہے کہ ان میں بھی تحریف کی گئی ہے ان ناموں کے علاوہ میں نے کتاب کی تمام تشریحوں میں تحریفات مشاہدہ کی ہے اور تمام تحریفات کی اس کے مقام پر بحث و تحقیق کی ہے"

اس کتاب میں بہت کم ایسی روایتیں پائی جاتی ہیں جو تحریف و تغیرات سے پاک و صاف ہوں، یہاں تک کہ کتب کے بہت سے عنوان بھی تحریف ہوئے ہیں کسی شخص سے متعلق روایت کو کسی دوسرے شخص کے حالات میں بیان کیا گیا ہے ایک طبقہ کے راویوں کو دوسرے طبقہ میں درج کیا ہے۔

ابو بصیر لیث مرادی کی روایت کو غلطی سے ابو بصیر یحییٰ اسدی کی تشریح میں ذکر کیا ہے۔

ابو بصیر یحییٰ کی روایت کو اشتباہ سے " علباء اسدی " کے سلسلے میں درج کیا ہے اور ابو بصیر عبداللہ فرزند محمد اسدی کے بارے میں بھی غلطی کا شکا ہوا ہے۔

عبداللہ بن عباس کی تشریح کے سلسلہ میں پہلی روایت کو حزیمہ کی تشریح میں اس تشریح سے پہلے نقل کیا ہے۔

علی بن یقطین کی تشریح کے آخر میں ایک روایت اور ابتداء میں ایک اور روایت کو حذف کیا ہے۔

ابو الخطاب کی تشریح میں ۲۳ روایتیں نقل کی ہیں کہ جن کا ابو الخطاب سے کوئی ربط ہی نہیں ہے۔یہی وجہ تھی کہ قہپائی نے اپنی کتاب میں ابو الخطاب کی تشریح میں ان روایتوں کو نقل کرنے کے بعد انہیں کاٹ دیا ہے۔

حمیری کہ جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے صحابی تھے کو امام رضا علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔

لوط بن یحییٰ کو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے اصحاب میں درج کیا ہے جبکہ لوط امام باقر علیہ السلام یا امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور اس کا دادا امیر المؤمنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا۔

شیخ طوسی نے اس کتاب کے ایک حصہ کو اس میں موجود تمام تحریفات ، تغیرات اور اشتباہات کے ساتھ انتخاب کیا ہے اور ان کے ابواب کے عنوان کو حذف کیا ہے

قہپائی نے اس کتاب کی بعض خرابیوں کو صحیح کرنا چاہا ہے لیکن اس کے برعکس اس کتاب کی خرابیوں میں اضافہ ہی کر دیا ہے اور باطل کام انجام دیا ہے۔

ان سب تحریفات کے باوجود کہ کتاب کشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کتاب کے مطالب پر کسی بھی طرح کا اعتماد نہیں کیا جاسکتا مگر یہ کہ مطلب کے صحیح ہونے کے سلسلہ میں کتاب کشی کے علاوہ کسی کتاب میں دلیل موجود ہو۔

اس بنا پر متاخرین دانشوروں نے کتاب کشی پر اعتماد کر کے متفق القول کہا ہے کہ : "

ابان بن عثمان "فرقہ ناوسیہ سے ہے جیسا کہ رجال کشی میں ایسا ہی ذکر ہوا ہے ان علماء کا رجال کشی پر یہ اعتماد بے جا تھا اور احتمال یہ ہے کہ یہ جملہ اس کتاب میں تحریف ہوا ہے اور یہ جملہ در حقیقت کان من القادسیہ تھا یعنی ابان اہل قادسیہ تھا۔

اصل کتاب کشی کے علاوہ '' اختیار رجال کشی " شیخ طوسی کا خلاصہ ہے اور شیخ کے بعد آج تک یہ کتاب دانشوروں کے پاس موجود ہے اس کتاب میں اصل کتاب رجال کشی میں موجود تحریفات کے علاوہ ، شیخ یا اسکے بعد والے علماء نے بھی اس میں بعض تبدیلیاں کی ہیں اس سبب سے اس کے نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسے : قہپائی کا نسخہ جو موجودہ طبع شدہ نسخوں سے اختلاف رکھتا ہے ، گویا قہپائی کے نسخہ میں کتاب کا حاشیہ متن میں داخل کیا گیا ہے۔

جو کچھ علامہ حلی نے ' خلاصۃ الاقوال " میں کشی سے نقل کیا ہے ، اس میں بھی تحریفات ہیں ، لیکن کم ہیں۔

جو کچھ اس کتاب سے نقل کر کے ابن داؤد کی رجال میں آیا ہے ، اس کی تحریفات بے شمار ہیں اور خود ابن داؤد کی کتاب رجال متاخرین دانشوروں کی کتابوں میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو کتاب کشی گزشتہ دانشوروں کی کتابوں میں رکھتی تھی (۱)

اس دانشور کے محققانہ بیان کے صحیح ہونے کی حقیقت کتاب رجال کشی کی طرف رجوع کرنے سے واضح و آشکار ہوجاتی ہے۔

اگر ہم اسکے علاوہ اس کتاب کی اصل کے بارے میں بحث کرنا چاہیں ، تو ایک مستقل کتاب تالیف ہوگی کہ اس کی ضرورت نہیں ہے اور موجودہ نسخہ کی جانچ پڑتال کے بارے میں ہم اتنے ہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۳۔ گزشتہ پانچ روایتیں الف ) علماء نے ان روایتوں پر اعتماد نہیں کیا ہے: گزشتہ پانچ روایتوں کو شیخ کلینی (وفات ۳۲۹ھ) نے اپنی کتاب "کافی" میں درج نہیں کیا ہے۔

اس طرح شیخ صدوق ( وفات ۳۸۱ ئہ) نے اپنی کتاب ‘‘ من لا یحضرہ الفقیہ ’’ میں اور شیخ طوسی جو خود ہی کتاب اختیار رجال کشی کے مؤلف تھیاپنی کتاب ‘‘تہذیب ’’اور ‘‘استبصار ’’ میں ان روایتوں کی طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے اور یہ مطلب خود اسکی دلیل ہے کہ یہ بزگواران روایتوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے ، خاص کر پہلی اور دوسری روایت کو نقل کرتے تھے کہ حضرت امیر المؤمنین ں نے عبد اللہ بن سبا کو مرتد ہونے کے جرم میں نذر آتش کیا ہے اس طرح فقہاء نے آج تک مرتد کے حکم کے بارے میں ان دو روایتوں کی طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے ۔

ب) تناقض کا اشکال : شیعہ کتابوں میں عبد اللہ بن سبا کے بارے میں دو اور روایتیں موجود ہیں جو کشی کی ان پانچ روایتوں سے تناقض رکھتی ہیں ان دو روایتوں کا مفہوم ان پانچ روایتوں کے مضمون کو مکمل طور پر جھٹلاتا ہے ۔

پہلی روایت : کتاب ‘‘ من لا یحضرہ الفقیہ ’’ ، ‘ خصال ’’ ، ‘‘تہذیب ’’ ، ‘‘ حدائق ’’ ، ‘‘وسائل ’’ اور ‘‘وافی ’’ میں نقل ہوئی ہے اور وہ روایت یہ ہے :

امام صادق علیہ السلام اپنے باپ امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن امیر المومنین نے فرمایا: جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو ، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرو

---

۱ ۔ ۴۸-۴۲.) سے خلاصہ کے طور پر نقل / مذکورہ مطالب کو کتاب قاموس الرجال طبع مصطفوی تہران ۱۳۷۹ ہ (ج ا کیا گیا ہے ۔

اور خدا سے دعا و مناجات کرو ، ابن سبا نے جب امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس بیان کو سنا ، تو اعتراض کیا اور کہا : اے امیر المؤمنین ! کیا خداوند عالم ہر جگہ موجود نہیں ہے ؟

امیر المؤمنین نے فرمایا: جی ہاں خداوند متعال ہر جگہ موجود ہے ابن سبا نے کہا: پھر کیوں حالت دعا میں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے جائیں ؟ امیر المؤمنین نے فرمایا: کیا تم نے قرآن مجید میں اس آیت کو نہیں پڑھا ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

>و فی السماء رزقکم وما توعدون<

تمہارا رزق اور جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے آسمان پر ہے پس رزق کیلئے اپنی جگہ سے F درخواست کرنی چاہئے اور رزق وہیں پر ہے جس کا خدا نے وعدہ کیا ہے اور وہ آسمان ہے[۲]

و آلہ وسلم پر جھوٹ کی نسبت دیتا ہے ؟ امیر المؤمنین نے فرمایا: کیا کہتا ہے ؟

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس قدر سنا کہ امیر المومنین نے فرمایا: ھیہات ! ھیہات ! "بعید ہے !

بعید ہے ! " لیکن ایک مرد جو تند رفتار اونٹ پر سوار ہے اور اونٹ پر کجاوہ بندھا ہوا تمہارے درمیان آئے گا حج و عمرہ کی خاک کو ابھی پاک نہ کیا ہوگا تم لوگ اسے قتل کر ڈالو گے (اس شخص سے علی کا مقصود ان کے فرزند حسین بن علی تھے)

غیبت نعمانی میں یہ روایت مسیب بن نجبہ سے یوں نقل ہوئی ہے کہ : ایک شخص "

ابن سوداء " نامی ایک مرد کے ہمراہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا: یا امیر المؤمنین ! یہ مرد " ابن سوداء " خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹ نسبت دیتا ہے اور آپ کو بھی اپنے جھوٹ کیلئے گواہ بناتا ہے ۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "لقد اعرض و اطول " بکواس کی بات ہے کیا کہتا ہے ۔ اس نے کہا، لشکر غضب کے بارے میں کہتا ہے ، کہ امام نے فرمایا: اسے چھوڑدو ، جی ہاں ، لشکر غضب ایک ایسا گروہ ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا

یہ تھیں دو روایتیں جن کا مضمون کشی کی پنجگانہ روایتوں سے مخالف اور تناقض رکھتا ہے کیونکہ پنجگانہ روایتیں دلالت کرتی ہیں کہ ابن سبا الوہیت وبشری خدائی جو شکل و صورت اور جسم رکھتا تھا ، انتقال مکانی کرتا رہتا ہے، کبھی حاضر ہوتا تھا اور کبھیغائب کا قائل

---

۲. خدا کی طرف دل سے توجہ کرتے وقت جسم بھی ایک خاص جہت میں ہونا چاہیے وہ بھی ایک خاص کیفیت میں تاکہ روحانی و فکری توجہ زیادہ ہوجائے یہ جہت اور کیفیت بھی خدا کی طرف سے معین ہونی چاہئیے. مسیب، علی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا ، اور "جنگ عین الوردہ" کے توبہ کرنے والوں کا کمانڈر تھا جنہوں نے حضرت سید الشہداء کی خونخواہی کی راہ میں بغاوت کی تھی ( جمہرۃ ابن حزم / ۲۵۸ ) وہ اسی / ۶۷۷ ) ترمذی نے اس سے حدیث نقل کی ہے ( التقریب ۲ / جنگ میں ۶۵ھ میں قتل ہوا ( سفینۃ البحارج ۱۲۵۰)۲

تھا ، جبکہ یہاں پر پہلی روایت دلالت کرتی ہے کہ ابن سبا خدا کو منزہ اور اس سے بلند تر جانتا تھا کہ اجسام کی طرح کسی مکان میں موجود ہو اور کسی دوسرے مکان میں نہ ہو۔

اور دوسری روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابن سبا یا ابن سوداء نے پیشن گوئی کی ہے اور یہ پیشن گوئی مسیب کی نظر میں (یا دوسرے شخص کی نظر میں ) عجیب اور ناقابل یقین ہے اور اسے خدا اور رسول کی طرف ایک قسم کے جھوٹ کی نسبت دینا تصور کیا ہے ،

لہذا اسے امام کے حضور میں لایا جاتا ہے لیکن امام علیہ السلام اس پیشن گوئی کی تائید فرماتے ہیں اور اس کو آزاد کرنے کا حکم جاری کرتے ہیں جبکہ اس قسم کا شخص کبھی بشر کی الوہیت کا قائل نہیں ہو سکتا ہے اور اس عقیدہ پر اس قدر اصرار اور ہٹ دھرمی کی یہاں تک کہ اسے نذر آتش کیا جاتا ہے ۔

## مرتد کو جلانے کی روایتیں

انی اذا بصرت امراً منکراً اوقدت ناری ودعوت قنبر

جب میں سماج میں کسی برے کام کا مشاہدہ کرتا ہوں تو اپنی آگ جلاتا ہوں اور اپنی نصرت کے لئے قنبر کو بلاتا ہوں ۔

ہم نے گزشتہ فصلوں میں بتایا کہ کشی کی جن پانچ روایتوں میں عبد اللہ بن سبا کا نام آیا ہے وہ چند پہلو سے خدشہ دار اور ناقابل قبول ہیں ۔ ان کے ضعف کا ایک پہلو وہی تناقض ہے جو یہ روایتیں چند دوسری روایتوں کے ساتھ رکھتی ہیں ، کیونکہ کشی کی پنجگانہ روایتیں ،

علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کا موضوع ، انکی الوہیت کا اعتقاد ، اور داستان احراق اور ان پر عبد اللہ بن سبا کو جلانے کی نسبت دیتی ہیں ، لیکن روایتوں کا ایک دوسرا سلسلہ ان رودادوں کو دوسرے افراد کے بارے میں نقل کرتی ہیں چنانچہ :

۱ ۔ کشی مزید کہتا ہے:

جب امیر المؤمنین علیہ السلام اپنی بیوی ( ام عمرو عنزیہ ) کے گھر میں تھے ۔ حضرت کا غلام ، قنبر آیا اور عرض کیا یا امیر المؤمنین علیہ السلام ! دس افراد گھر کے باہر کھڑے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ ان کے خدا ہیں ۔

امام نے فرمایا: انہیں گھر میں داخل ہونے کی اجازت دیدو ۔

کہتا ہے جب یہ دس آدمی داخل ہوئے تو حضرت نے سوال کیا : میرے بارے میں تمہارا عقیدہ کیا ہے ؟

انہوں نے کہا؛ '' ہم معتقد ہیں کہ آپ ہمارے پروردگار ہیں اور یہ آپ ہی ہیں جس نے ہمیں خلق کیا ہے اور ہمارا رزق آپ کے ہاتھ میں ہے''

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہو تم پر ! اس عقیدہ کو نہ اپناؤ ، کیونکہ میں بھی تمہاری طرح ایک مخلوق ہوں ۔ لیکن وہ اپنے عقیدہ سے باز نہیں آئے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہو تم پر ! میرا اور تمہارا پروردگار اللہ ہے !

افسوس ہو تم پر توبہ کرو اور اس باطل عقیدہ سے دست بردار ہوجاؤ!

انہوں نے کہا: ہم اپنے عقیدہ اور بیان سے دست بردار نہیں ہوں گے اور آپ ہمارے خدا ہیں ، ہمیں خلق کیا ہے اور ہمیں رزق دیتے ہیں ۔

اس وقت امام نے قنبر کو حکم دیا تا کہ چند مزدوروں کو لائے ، قنبر گئے اور امام کے حکم کے مطابق دو مزدوروں کو بیل و زنبیل کے ہمراہ لائے۔ امام نے حکم دیا کہ یہ دو مزدور زمین کھودیں ۔ جب ایک لمبا گڑھا تیار ہوا تو حکم دیا کہ لکڑی اور آگ لائیں ۔ تمام

لکڑیوں کو گڑھے میں ڈال کر آگ لگادی گئی شعلے بھڑکنے لگے اس کے بعد علی علیہ السلام نے ان دس افراد سے جو ان کی الوہیت کے قائل تھے --دوسری بار فرمایا : افسوس ہو تم پر ! اپنی بات سے دست بردار ہوجاؤ ، اس کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان میں سے بعض کو آگ میں ڈال دیا یہاں تک کہ دوسری بار باقی لوگوں کو بھی آگ میں ڈال دیا ۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل مضمون کا ایک شعر پڑھا:

"جب میں کسی گناہ یا برے کام کو دیکھتا ہوں ، آگ جلا کر قنبر کو بلاتا ہوں "

کشی نے اس روایت کو " مقلاص " کی زندگی کے حالات میں مفصل طور پر اور " قنبر "
کی زندگی کے حالات میں خلاصہ کے طور پر نقل کیا ہے ۔ مجلسی نے بھی اسی روایت کو کشی سے نقل کر کے "بحار الانوار " میں درج کیا ہے ۔

۲۔دوبارہ کشی ، کلینی ، صدوق ، فیض ، شیخ حر عاملی اور مجلسی نے نقل کیا ہے :

ایک شخص نے امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے نقل کیا ہے : جب امیر المؤمنین علیہ السلام بصرہ کی جنگ سے فارغ ہوئے تو ستر افراد " زط " سیاہ فام حضرت کی خدمت میں آئے اور انہیں سلام کیا ۔ اس کے بعد اپنی زبان میں ان سے گفتگو کرنے لگے ۔

امیر المؤمنین نے بھی ان کی ہی زبان میں انہیں جواب دیا ۔ اس کے بعد فرمایا جو کچھ
تم میرے بارے میں تصور کرتے ہو میں وہ نہیں ہوں بلکہ میں بھی تمہاری طرح بندہ اور خدا کی مخلوق ہوں ۔ لیکن انہوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا: آپ خدا ہیں ۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: اگر اپنی باتوں سے پیچھے نہیں ہٹتے اور خدا کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتے اور میرے بارے میں رکھنے والے عقیدہ سے دست بردار نہیں ہوتے ہو تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا ، چونکہ انہوں نے توبہ کرنے سے انکار کیا اور اپنے باطل عقیدہ سے دست بردار نہیں ہوئے ، لہذا امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ کئی کنویں کھودے جائیں اور ان کنوؤں کو زمین کے نیچے سے سوراخ کر کے آپس میں ملا دیا جائے اس کے بعد حکم دیا کہ ان افراد کو ان کنوؤں میں ڈال کر اوپر سے انہیں بند کر دو ۔ صرف ایک کنویں کا منہ کھلا ہوا تھا اس میں آگ جلادی گئی اور اس آگ میں دھواں کنوؤں کے آپس میں رابطہ دینے کے سوراخوں سے ہر کنویں میں پہنچا اور اسی دھویں کی وجہ سے یہ سب لوگ مر گئے!

اس واقعہ کو بزرگ علماء نے ایک گمنام "شخص" سے نقل کیا ہے کہ جس کا کوئی نام و نشان نہیں ہے اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص جس نے امام باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے، کون ہے ؟ کہاں اور کب زندگی کرتا تھا، اور کیا بنیادی طور پر اس قسم کا کوئی راوی حقیقت میں وجود رکھتا ہے یا نہیں ؟!

اس داستان کو ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب "مناقب" میں اس طرح نقل کیا ہے کہ :

جنگ بصرہ کے بعد ستر افراد سیاہ فام امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی زبان میں بات کی اور ان کا سجدہ کیا۔

امیر المؤمنین نے فرمایا: افسوس ہو تم پر! یہ کام نہ کرو، کیوں کہ میں بھی تمہاری طرح ایک مخلوق کے علاوہ کچھ نہیں ہوں۔ لیکن وہ اپنی بات پر مصر رہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر میرے بارے میں اپنے اس عقیدہ سے دست بردار ہو کر خدا کی طرف نہیں پلٹے تو میں تمہیں قتل کرڈالوں گا۔ راوی کہتا ہے: جب وہ اپنے عقیدہ سے دست بردار ہونے پر آمادہ نہ ہوئے تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ زمین کی کھدائی کر کے چند گڑھے تیار کئے جائیں اور ان میں آگ جلادی جائے۔ حضرت علیہ السلام کے غلام قنبر ان کو ایک ایک کر کے آگ میں ڈالتے تھے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام اس وقت اس مضمون کے اشعار پڑھ رہے تھے۔

جب میں گناہ اور کسی برے کام کو دیکھتا ہوں تو ایک آگ روشن کرتا ہوں اور قنبر کو بلاتا ہوں!

اس کے بعد گڑھوں پر گڑھے کھودتا ہوں اور قنبر میرے حکم سے گنہگاروں کو ان میں ڈالتا ہے اس روداد کو مرحوم مجلسی نے بھی "بحار الانوار" میں اور نوری نے 'مستدرک"
میں کتاب "مناقب" سے نقل کیا ہے۔

۳۔ مرحوم کلینی اور شیخ طوسی درج ذیل روایت کو امام صادق علیہ السلام سے یوں نقل کیا ہے:

کچھ لوگ امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس آئے اور اس طرح سلام کیا: "السلام علیک یا ربنا" سلام ہو آپ پر اے ہمارے پروردگار!!

امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان سے کہا: اس خطرناک عقیدہ سے دست بردار ہو کر توبہ کرو۔ لیکن انہوں نے اپنے عقیدہ پر اصرار کیا امیر المؤمنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ دو گڑھے ایک دوسرے سے متصل کھود کر ایک سوراخ کے ذریعہ ان دونوں گڑھوں کو آپس میں ملایا جائے جب ان کے توبہ سے ناامید ہوئے تو انہیں ایک گڑھے میں ڈال کر دوسرے میں آگ لگادی یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

۴۔ شیخ طوسی اور شیخ صدوق نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: ایک شخص امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کوفہ میں مقیم دو مسلمانوں کے بارے میں شہادت دی کہ اس نے دیکھا ہے کہ یہ دو شخص بت کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہو تم پر! شاید تم نے غلط فہمی کی ہو۔ اس کے بعد کسی دوسرے کو بھیجا تاکہ ان دو افراد کے حالات کا اچھی طرح جائزہ لے اور نزدیک سے مشاہدہ کرے۔ حضرت علیہ السلام کے ایلچی نے وہی رپورٹ دی جو پہلے شخص نے دی تھی۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے انہیں اپنے پاس بلایا اور کہا: اپنے اس عقیدہ سے دست بردار ہو جاؤ! لیکن انہوں نے اپنی بت پرستی پر اصرار کیا لہذا حضرت علیہ السلام کے حکم سے ایک گڑھا کھودا گیا اور اس میں آگ لگادی گئی اور ان دو افراد کو آگ میں ڈالدیا گیا۔

۵۔ ذہبی نقل کرتا ہے کہ کچھ لوگ امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگے:
آپ وہ ہیں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہو تم پر! میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا: آپ ہمارے پروردگار ہیں! حضرت نے فرمایا: اپنے اس عقیدہ سے توبہ کرو! لیکن انہوں نے توبہ نہیں کی اور اپنے باطل عقیدہ پر ہٹ دھرمی کرتے ہوئے باقی رہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان کا سر قلم کیا۔ اس کے بعد ایک گڑھا کھودا گیا اور قنبر سے فرمایا: قنبر لکڑی کے چند گٹھر لے آؤ، اس کے بعد ان کے جسموں کو نذر آتش کیا۔ پھر اس مضمون کا ایک شعر پڑھا:
"جب بھی میں کسی برے کام کو دیکھتا ہوں، آگ کو شعلہ ور کرکے قنبر کو بلاتا ہوں"

۶۔ ابن ابی الحدید ابو العباس سے نقل کرتا ہے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام مطلع ہوئے کہ کچھ لوگ شیطان کے دھوکہ میں آکر "حضرت کی محبت میں غلو" کرکے حد سے تجاوز کرتے ہیں، خدا اور اس کے پیغمبر کے لائے ہوئے کے بارے میں کفر کرتے ہوئے حضرت کو خدا جانتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ایسے اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ان کے خالق اور رزق دینے والے ہیں۔
امیر المؤمنین علیہ السلام نے انہیں کہا کہ اس خطرناک عقیدہ سے دست بردار ہو جاؤ اور توبہ کرو لیکن انہوں نے اپنے عقیدہ پر اصرار کیا۔ حضرت علیہ السلام نے جب ان کی ہٹ دھرمی دیکھی تو ایک گڑھا کھودا اور اس میں ڈال کر آگ اور دھویں سے انہیں جسمانی اذیت پہنچائی اور ڈرایا دھمکایا۔

لیکن جتنا ان پر زیادہ دباؤ ڈالا گیا ، ان کے باطل عقیدہ کے بارے میں ان کی ہٹ دھرمی بھی تیز تر ہو گئی، جب ان کی ایسی حالت دیکھی تو ان سب کو آگ کے شعلوں میں جلادیا گیا ۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھے :

"دیکھا کس طرح میں نے گڑھے کھودے " اس کے بعد وہی شعر پڑھے جو گزشتہ صفحات میں بیان کئے گئے ہیں ۔

اس داستان کو نقل کرنے کے بعد ابن ابی الحدید کہتا ہے ہمارے علماء مکتب خلفاء کے پیرو---۔- نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے : جب امیر المؤمنین نے اس گروہ کو نذر آتش کیا تو انہوں نے فریاد بلند کی : اب ہمارے لئے ثابت ہوا کہ آپ ہمارے خدا ہیں ، آپ کا چچیرا بھائی جو آپ کا فرستادہ تھا کہتا تھا: آگ کے خدا کے سوا کوئی بھی آگ کے ذریعہ عذاب نہیں کرتا

۷۔ احمد بن حنبل عکرمہ سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اسلام سے منحرف کچھ لوگوں کو نذر آتش کر کے ہلاک کر دیا یہ روئداد جب ابن عباس نے سنی تو اس نے کہا: اگر ان کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ان کو ہرگز نذر آتش نہ کرتا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے : " کسی کو عذاب خدا سے عذاب نہ کرنا " میں انہیں قتل کر ڈالتا ۔

جب ابن عباس کی یہ باتیں امیر المؤمنین علیہ السلام تک پہنچیں تو انہوں نے فرمایا:

وہ، یعنی ابن عباس نقطہ چینی کرنے میں ماہر ہے " ويح ابن عم ابن عباس انه لغواص على الهنات "۔

ایک دوسری روایت کے مطابق جب ابن عباس کا بیان امیر المؤمنین علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا: ابن عباس نے صحیح کہا ہے ۔

اس داستان کو شیخ طوسی نے " بسوط " میں یوں درج کیا ہے کہ: نقل کیا گیا ہے کہ ایک گروہ نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے کہا: آپ خدا ہیں ۔ حضرت نے ایک آگ روشن کی اور ان سب کو نذر آتش کر دیا۔ ابن عباس نے کہا؛ اگر میں علی علیہ السلام کی جگہ پر ہوتا تو انہیں تلوار سے قتل کرتا کیوں کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے : " کسی کو عذاب خدا سے عذاب نہ کرنا " جو بھی اپنا دین بدلے اسے قتل کرنا !

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس سلسلہ میں اپنا مشہور شعر پڑھا ہے ا شیخ طوسی نے یہاں پر روایت کی سند کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن احمد بن حنبل کے ساتھ روایت میں اس کی سند کو خارجی مذہب عکرمہ تک پہنچایا ہے!

مرحوم کلینی نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام مسجد کوفہ میں بیٹھے تھے کہ چند افراد جو ماہ رمضان میں روزہ نہیں رکھتے تھے،

حضرت علیہ السلام کے پاس لائے گئے حضرت نے ان سے پوچھا : کیا تم لوگوں نے افطار کی نیت سے کھانا کھایا ہے ؟

-جی ہاں ۔

-کیا تم دین یہود کے پیرو ہو ؟

- نہیں ۔

- دین مسیح کے پیرو ہو؟

- نہیں ۔

- پس تم کس دین کے پیرو ہو کہ اسلام کے ساتھ مخالفت کرتے ہو اور روزہ کو علی الاعلان توڑتے ہو؟

- ہم مسلمان ہیں ۔

-یقیناً مسافر تھے ، اس لئے روزہ نہیں رکھا ہے؟

- نہیں ۔

- پس یقیناً کسی بیماری میں بتلا ہو جس سے ہم مطلع نہیں ہیں تم خود جانتے ہو کیونکہ انسان اپنے بارے میں دوسروں سے آگاہ تر ہے کیونکہ خدا نے فرمایا: الانسان علی نفسہ بصیرۃ ۔

-ہم کسی بیماری یا تکلیف میں بتلا نہیں ہیں ۔

اس کے بعد امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہاں پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے ہنس کر فرمایا: پس تم لوگ خدا کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کا اعتراف کرتے ہو؟

-ہم خدا کی وحدانیت کا اعتراف کرتے ہیں او رشہادت دیتے ہیں لیکن محمد کو نہیں پہچانتے ۔

-وہ رسول اور خدا کے پیغمبر ہیں ۔

- ہم انہیں نبی کی حیثیت سے نہیں پہچانتے بلکہ اسے ایک بیابانی عرب جانتے ہیں کہ جس نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی ہے۔

- تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرنا ہوگا ورنہیں تمہیں قتل کرڈالوں گا!

-ہم ہرگز اعتراف نہیں کریں گے خواہ ہمیں قتل کر دیا جائے۔

اس کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام نے ماموین کو حکم دے کر کہا انہیں شہر سے باہر لے جاؤ پھر وہاں پر دو گڑھے ایک دوسرے سے نزدیک کھودو۔

پھر ان لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا: میں تمہیں ان گڑھوں میں سے ایک میں ڈال دوں گا اور دوسرے گڑھے میں آگ جلادوں گا اور تمہیں اس کے دھویں کے ذریعہ مارڈالوں گا ۔

انہوں نے علی علیہ السلام کے جواب میں کہا: جو چاہتے ہو انجام دو ، اور ہمارے بارے میں جو بھی حکم دینا چاہتے ہو اسے جاری کرو۔ اس کے علاوہ اس دنیا میں آپ کے ہاتھوں اور کوئی کام انجام نہیں پا سکتا ہے فانما تقضی هذه الحياة الدنيا۔ حضرت نے انہیں آرام سے ان دو گڑھوں میں سے ایک میں ڈالا، اسکے بعد حکم دیا کہ دوسرے کنویں میں آگ جلادیں۔

اس کے بعد مکرر انہیں اس سلسلے میں آواز دی کہ کیا کہتے ہو ؟ وہ ہر بار جواب میں کہتے تھے: جو چاہتے ہو انجام دو اور ان کا یہ جواب تکرار ہورہا تھا ، یہاں تک کہ سب مرگئے۔

راوی کہتا ہے کہ اس داستان کی خبر کاروانوں نے مختلف شہروں میں پہنچادی اور تمام جگہوں پر بہترین طریقے سے اہم حادثہ کی صورت میں نقل کرتے تھے اور لوگ بھی اس موضوع کو ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام اس واقعہ کے بعد ایک دن مسجد کوفہ میں بیٹھے تھے کہ مدینہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص (جس کے اسلاف اور خود اس یہودی کے علمی مقام اور حیثیت کا سارے یہودی اعتراف کرتے تھے) اپنے کاروان کے چند افراد کے ہمراہ حضرت علیہ السلام سے ملاقات کرنے کیلئے کوفہ میں داخل ہوا اور مسجد کوفہ کے نزدیک پہنچا اور اپنے اونٹوں کو بٹھا دیا اور مسجد کے دروازے کے پاس کھڑا ہوگیا اور ایک شخص کو امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس بھیج دیا کہ ہم یہودیوں کا ایک گروہ، حجاز سے آیا ہے او رآپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے کیا آپ مسجد سے باہر آئیں گے یا ہم خود مسجد میں داخل ہوجائیں ؟

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علیہ السلام ان کی طرف یہ جملہ کہتے ہوئے آئے: جلدی ہی اسلام قبول کریں گے اور بیعت کریں گے۔

اس کے بعد علی علیہ السلام ے فرمایا : کیا چاہتے ہو ؟

ان کے سردار نے کہا: اے فرزند ابو طالب ! یہ کون سی بدعت ہے کہ جو آپ نے دین محمد میں ایجاد کی ہے؟

علی علیہ السلام نے کہا: کونسی بدعت ؟

رئیس نے کہا: حجاز کے لوگوں میں یہ افواہ پھیلی ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو کہ جو خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں لیکن محمد صلی الہ علیہ و سلمکی نبوت کا اعتراف نہ کرتے دھویں کے ذریعہ مار ڈالا ہے!

علی علیہ السلام : تجھے قسم دیتا ہوں ان نو معجزات کی جو طور سینا پر موسیٰ کو دئے گئے ہیں اور پنجگانہ کنیتوں اور صاحب سرِادیان کیلئے ، کیا نہیں جانتے ہو کہ موسیٰ کی وفات کے بعد کچھ لوگوں کو یوشع بن نون کے پاس لایا گیا جو خدا کی وحدانیت کا اعتراف کرتے تھے لیکن موسیٰ کی نبوت کو قبول نہیں کرتے تھے۔یوشع بن نون نے انہیں دھویں کے ذریعہ قتل کیا ؟!

سردار: جی ہاں ، ایسا ہی تھا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ موسی کے محرم راز ہیں اس کے بعد یہودی نے اپنے آستین سے ایک کتاب نکالی اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے ہاتھ میں دی۔

حضرت علیہ السلام نے کتاب کھولی اس پر ایک نظر ڈالنے کے بعد روئے یہودی نے کہا:

اے ابن ابیطالب آپ کے رونے کا سبب کیا ہے ؟آپ نے جو اس خط پر نظر ڈالی کیا آپ اس مطلب کو سمجھ گئے ؟ جبکہ یہ خط سریانی زبان میں لکھا گیا ہے اور آپ کی زبان عربی ہے ؟

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں ، اس خط میں میرا نام لکھا ہے ۔

یہودی نے کہا: ذرا بتایئے تا کہ میں جان لوں کہ سریانی زبان میں آپ کا نام کیا ہے ؟ اور اس خط میں اس نام کو مجھے دکھایئے!

امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا: سریانی زبان میں میرا نام "الیا" ہے اس کے بعد اس یہودی کو اس خط میں لفظ دکھایا ۔

اس کے بعدیہودی نے اسلام قبول کیا اور شہادتین کو زبان پر جاری کیا اور علی علیہ السلام کی بیعت کی پھر مسلمانوں کی مسجد میں داخل ہوایہاں پر امیرالمؤمنین نے حمد وثنا اور خدا کا شکر بجالانے کے بعد کہا:

" شکر خدا کا کہ اس کے نزدیک میں فراموش نہیں ہوا تھا ، شکر اس خدا کا جس نے اپنے نزدیک میرا نام ابرار اور نیکوں کاروں کے صحیفہ میں درج کیا ہے اور شکر اس خدا کا جو صاحب جلال و عظمت ہے "

ابن ابی الحدید نے اس روداد کو دوسری صورت میں نقل کیا ہے کہ علم و تحقیق کے ۴۲۵ کی طرف رجوع کرسکتے ہیں: / دلدادہ حضرات شرح نہج البلاغہ ج ۱

۹۔ ہم ان روایتوں کچھ دوسری روایت کے ساتھ ختم کرتے ہیں جسکا باطل اور خرافات پر مشتمل ہونا واضح اور عیاں ہے:

اس روایت کو ابن شاذان نے کتاب " فضائل " میں درج کیا ہے اور ان سے مجلسی نے نقل کرکے بحا الانوار میں درج کیا ہے اس کے علاوہ اسے علامہ نوری نے بھی 'عیون المعجزات " سے نقل کرکے " مستدرک " میں درج کیا ہے:

امیر المؤمنین علیہ السلام ، کسریٰ کے مخصوص منجم کے ہمراہ کسری کے محل میں داخل ہوئے امیرالمؤمنین علیہ السلام کی نظر ایک کونے میں ایک بوسیدہ کھوپڑی پرپڑی حکم دیا ایک طشت لایا جائے اس میں پانی ڈال کر کھوپڑی کو اس میں رکھا گیا پھر اس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے کھوپڑی تجھے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں تو بتا کہ میں کون ہوں ؟ اور تم کون ہو ؟ کھوپڑی گویا ہوئی اور فصیح زبان میں جواب دیا : آپ امیر المؤمنین علیہ السلام اور سیدا وصیاء ہیں ! لیکن، میں بندہ خدا اور کنیز خدا کا بیٹا نوشیروان ہوں ؟

" ساباط " کے چند باشندے ، امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس تھے اور انہوں نے اس روداد کا عینی مشاہدہ کیا وہ اپنی آبادی اور قبیلہ کی طرف روانہ ہوئے اور جو کچھ اس کھوپڑی کے بارے میں دیکھا تھا لوگوں میں بیان کیا یہ روداد ان کے درمیان اختلاف کا سبب بنی اور ہر گروہ نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے بارے میں ایک قسم کے عقیدہ کا اظہار کیا ۔ کچھ لوگ حضرت علیہ السلام

کے بارے میں اسی چیز کے معتقد ہوئے جس کے عیسائی حضرت عیسیٰ کے بارے میں معتقد تھے اور عبداللہ بن سبا اور اس کے پیروں کا جیسا عقیدہ اختیار کیا۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام کے اصحاب نے اس بارے میں حضرت علی علیہ السلام سے عرض کی: اگر لوگوں کو اسی اختلاف و افتراق کی حالت میں رکھو گے تو دوسرے لوگ بھی کفر و بے دینی میں گرفتار ہوں گے جب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے یہ باتیں سنیں تو فرمایا: آپ کے خیال میں ان لوگوں سے کیسا برتاؤ کیا جانا چاہئے؟ عرض کیا مصلحت اس میں ہے کہ جس طرح عبداللہ بن سبا اور اس کے پیروں کو جلادیا گیا ہے۔ان لوگوں کو بھی نذر آتش کیجئے۔ اس کے بعدا میر المؤمنین علیہ السلام نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان سے سوال کیا کہ: تمہارے اس باطل عقیدہ کا محرک کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہم نے اس بوسیدہ کھوپڑی کی آپ کے ساتھ گفتگو کو سنا، چونکہ اس قسم کا غیر معمولی کام خدا کے علاوہ اور کسی کیلئے ممکن نہیں ہے لہذا ہم آپ کے بارے میں اس طرح معتقد ہوئے۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: اس باطل عقیدہ سے دست بردار ہوجاؤ اور خدا کی طرف لوٹ کر توبہ کرو، انہوں نے کہا: ہم اپنے اعتقاد کو نہیں چھوڑیں گے آپ ہمارے بارے میں جو چاہیں کریں۔ علی علیہ السلام جب ان کے توبہ کے بارے میں ناامید ہوئے تو حکم دیا تا کہ آگ کو آمادہ کریں اس کے بعد سب کو اس آگ میں جلادیا۔ اسکے بعد ان جلی ہوئی ہڈیوں کو ٹوٹنے کے بعد ہوا میں بکھیرنے کا حکم دیا۔ حضرت کے حکم کے مطابق جلی ہوئی تمام ہڈیوں کو چور کرنے کے بعد ہوا میں بکھیر دیا گیا۔ اس روداد کے تین دن بعد ''ساباط'' کے باشندے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: اے امیرالمؤمنین علیہ السلام! دین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خیال رکھو، کیوں کہ جنہیں آپ نے جلا دیا تھا وہ صحیح و سالم بدن کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹے ہیں، کیا آپ نے ان لوگوں کو نذر آتش نہیں کیا تھا اور ان کی ہڈیاں ہوا میں نہیں بکھیریں تھیں؟ امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، میں نے ان افراد کو جلا کر نابود کردیا، لیکن خداوند عالم نے انہیں زندہ کیا۔

یہاں پر ''ساباط'' کے باشندے حیرت و تعجب کے ساتھ اپنی آبادی کی طرف لوٹے۔

ایک اور روایت کے مطابق امیرالمؤمنین علیہ السلام نے انہیں نذر آتش نہیں کیا۔ لیکن ان میں سے کچھ لوگ بھاگ گئے اور مختلف شہروں میں منتشر ہوئے اور کہا: اگر علی ابن ابیطالب مقام ربوبیت کے مالک نہ ہوتے تو ہمیں نہ جلاتے۔

یہ مرتدین کے احراق سے مربوط روایتوں کا ایک حصہ تھا کہ ہم نے اسے یہاں پر درج کیا۔ گزشتہ فصلوں میں بیان کی گئی عبد اللہ بن سبا کی روایتوں کی جانچ پڑتال، تطبیق اور تحقیق انشاء اللہ اگلی فصل میں کریں گے۔

روایات احراق مرتد کی بحث و تحقیق ان احداً من فقهاء المسلمین لم یعتقد هذه الروایات

علمائے شیعہ و سنی میں سے کسی ایک نے بھی احراق مرتد کی روایتوں پر عمل نہیں کیا ہے. مؤلف جو کچھ گزشتہ فصلوں میں بیان ہوا وہ عبداللہ بن سبا اس کے نذر آتش کرنے اور اس سلسلہ میں حدیث و رجال کی شیعہ و سنی کتابوں سے نقل کی گئی مختلف اور متناقض روایتوں کا ایک خلاصہ تھا۔

لیکن تعجب کی بات ہے کہ اسلامی دانشوروں اور فقہاء، خواہ شیعہ ہوں یا سنی ان میں سے کسی ایک نے بھی ان روایتوں کے مضمون پر اعتماد نہیں کیا ہے اور شخص مرتد کو جلانے کا فتوی نہیں دیا ہے بلکہ شیعہ و سنی تمام فقہاء نے ان روایتوں کے مقابلے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ائمہ ہدی سے نقل کی گئی روایتوں پر استناد کرکے مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے نہ جلانے کا۔

اب ہم یہاں پر مرتدوں کے بارے میں حکم کے سلسلے میں شیعہ و سنی علماء کا نظریہ بیان کریں گے اور اس کے بعد ان روایات کے بارے میں بحث و تحقیق کا نتیجہ پیش کریں گے۔

اہل سنت علماء کی نظر میں مرتد کا حکم ابویوسف کتاب ''الخراج'' میں مرتد کے حکم کے بارے میں کہتا ہے:

اسلام سے کفر کی طرف میلان پیدا کرنے والے اور کافر افراد جو ظاہراً اسلام لانے کے بعد پھر سے اپنے کفر کی طرف پلٹ گئے ہوں اور اسی طرح یہودی و عیسائی و زرتشتی اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ اپنے پہلے مذہب اور آئین کی طرف پلٹ گئے ہوں ایسے افراد کے حکم کے بارے میں اسلامی علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ان میں سے بعض کہتے ہیں: اس قسم کے افراد کو توبہ کرکے دوبارہ اسلام میں آنے کی دعوت دی جانی چاہئے اور اگر انہوں نے قبول نہ کیا تو قتل کر دیا جائے بعض دوسرے کہتے ہیں: ایسے افراد کیلئے توبہ کی تجویز ضروری نہیں ہے بلکہ جوں ہی مرتد ہوجائیں اور اسلام سے منہ موڑیں، انہیں قتل کیا جائے۔

اس کے بعد ابویوسف طرفین کی دلیل کو جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل کی گئی احادیث پر مبنی ہیں بیان کرتا ہے اور مرتد کو قابل توبہ جاننے والوں کے دلائل کے ضمن میں عمر بن خطاب کا حکم نقل کرتا ہے کہ جب اسے فتح ''تستر'' میں خبر دی گئی کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص مشرک ہوگیا ہے اور اسے گرفتار کیا گیا ہے عمر نے کہا؛ تم لوگوں نے اسے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے اسے قتل کردیا عمر نے مسلمانوں کے اس عمل پر اعتراض کیا اور کہا: اسے پہلے ایک گھر میں قیدی بنانا چاہئے تھا اور تین دن تک اسے کھانا پانی دیتے، اور اس مدت کے دوران اسے توبہ کرنے کی تجویز پیش کرتے اگر وہ اسے قبول کرکے دوبارہ اسلام کے دامن میں آجاتا تو اسے معاف کرتے اور اگر قبول نہ کرتا تو اسے قتل کر ڈالتے۔

ابو یوسف اس نظریہ کی تائید میں کہ پہلے مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا چاہئے ایک داستان بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ایک دن "معاذ"، ابو موسی کے پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے کوئی بیٹھا ہوا ہے اس سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ ابو موسی نے کہا؛

یہ ایک یہودی ہے جس نے اسلام قبول کیا تھا لیکن دوبارہ یہودیت کی طرف پلٹے ہوئے ابھی دو مہینے گزر رہے ہیں کہ ہم اسے توبہ کے ساتھ اسلام کو قبول کرنے کی پیش کش کررہے ہیں لیکن اس نے ابھی تک ہماری تجویز قبول نہیں کی ہے معاذ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ خدا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم سے اس کا سر قلم نہ کروں۔

اس کے بعد ابو یوسف کہتا ہے؛ بہترین حکم اور نظریہ جو ہم نے اس بارے میں سنا (بہترین حکم کو خدا جانتا ہے) کہ مرتدوں سے، پہلے توبہ طلب کی جاتی ہے اگر قبول نہ کیا تو پھر سر قلم کرتے ہیں۔

یہ نظریہ مشہور احادیث اور بعض فقہاء کے عقیدہ کا مضمون ہے کہ ہم نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔

ابو یوسف اضافہ کرتا ہے: لیکن عورتیں جو اسلام سے منحرف ہوتی ہیں، قتل نہیں کی جائیں گی، بلکہ انہیں جیل بھیجنا چاہئے اور انہیں اسلام کی دعوت دینی چاہئے اور قبول نہ کرنے کی صورت میں مجبور کیا جانا چاہئے۔

ابو یوسف کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام علمائے اہل سنت کا اس مطلب پر اتفاق ہے کہ شخص مرتد کی حد، قتل ہے اس نے قتل کی کیفیت کو بھی بیان کیا ہے کہ اس کا سر قلم کیا جانا چاہئے اس سلسلہ میں علماء کے درمیان صرف اس بات پر اختلاف ہے کہ کیا یہ حد اور مرتد کا قتل کیا جانا توبہ کا مطالبہ کرنے سے پہلے انجام دیا جائے یا توبہ کا مطالبہ کرنے کے بعد اسے توبہ قبول نہ کرنے کی صورت میں۔

ابن رشد "بدایۃ المجتہد" میں "حکم مرتد" کے باب میں کہتا ہے علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ اگر مرتد کو جنگ سے پہلے پکڑ لیا جائے تو اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم کے مطابق قتل کیا جانا چاہئے فرمایا ہے: ہر وہ مسلمان جو اپنا دین بدلے اسے قتل کیا جانا چاہئے"

یہ تھا مرتد کے بارے میں علمائے اہل سنت کا نظریہ

## شیعہ علماء کی نظر میں مرتد کا حکم

مرتد کے بارے میں شیعہ علماء کا عقیدہ ایک حدیث کا مضمون ہے جسے مرحوم کلینی، صدوق اور شیخ طوسی نے امام صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے: مرتد کی بیوی کو اس سے جدا کرنا چاہئے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی حرام ہے تین دن تک اس سے توبہ کی درخواست کی جائے گی اگر اس مدت میں اس نے توبہ نہیں کی تو چوتھے دن قتل کیا جائے گا۔

"من لا یحضرہ الفقیہ" میں مذکورہ حدیث کے ضمن میں یہ جملہ بھی آیا ہے اگر صحیح اور سالم عقل رکھتا ہو۔

امام باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

مرتد سے توبہ کی درخواست کی جانی چاہیئے اگر اس نے توبہ نہ کی تو اسے قتل کرنا چاہیئے لیکن اگر کوئی عورت مرتد ہوجائے تو اس سے بھی توبہ کی درخواست کی جاتی ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور اسلام کی طرف دوبارہ نہ پلٹے تو اسے عمر بھر قید کی سزا دی جاتی ہے اور زندان میں بھی اس سے سختی کی جاتی ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ کسی نے ان سے سوال کیا کہ ایک شخص مسلمان ماں باپ سے پیدا ہوا ہے، اس کے بعد اسلام سے منحرف ہو کر کفر و الحاد کی طرف مائل ہوگیا تو کیا اس قسم کے شخص سے توبہ کی درخواست کی جائے گی؟ یا توبہ کی درخواست کے بغیر اسے قتل کیا جائے گا؟

امام نے جواب میں لکھا "و یقتل" یعنی توبہ کی درخواست کئے بغیر قتل کیا جائے گا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کے ایک گورنر نے ان سے سوال کیا کہ: میں نے کئی مسلمانوں کو دیکھا کہ اسلام سے منحرف ہو کر کافر ہو گئے ہیں اور عیسائیوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ کافر ہو گیا ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے جواب میں لکھا: ہر مسلمان مرتد جو فطرت اسلام میں پیدا ہوا ہے، یعنی مسلمان ماں باپ سے پیدا ہوا ہے پھر اس کے بعد کافر ہو گیا تو توبہ کی درخواست کے بغیر اس کا سر قلم کرنا چاہیئے، لیکن جو مسلمان فطرت اسلام میں پیدا نہیں ہوا ہے (مسلمان ماں باپ سے پیدا نہیں ہوا ہے) اگر مرتد ہوا تو پہلے اس سے توبہ کی درخواست کرنا چاہیئے، اگر اس نے توبہ نہ کی تو اس کا سر قلم کرنا لیکن، عیسائیوں کا عقیدہ کافروں سے بدتر ہے ان سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کے مصر سے سورج اور چاند کو پوجا کرنے والے ملحدوں اور اسلام سے منحرف ہوئے لوگوں کے بارے میں کئے گئے ایک سوال کے جواب میں یوں لکھا: جو اسلام کا دعوی کرتے تھے پھر اسلام سے منحرف ہوئے ہیں، انہیں قتل کرنا اور دوسرے عقاید کے ماننے والوں کو آزاد چھوڑ دینا وہ جس کی چاہیں پرستش کریں۔

گزشتہ روایتوں میں ائمہ سے روایت ہوئی ہے کہ مرتد کی حد قتل ہے۔

ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ امیر المومنین نے مرتد کے بارے میں قتل کا نفاذ فرمایا ہے چنانچہ، کلینی امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: ایک مرتد کو امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت علیہ السلام نے اس شخص کا سر قلم کیا عرض کیا گیا یا امیر المؤمنین اس شخص کی بہت بڑی دولت و ثروت ہے یہ دولت کس کو دی جانی چاہیئے؟ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: اس کی ثروت اس کی بیوی اور بچوں اور وارثوں میں تقسیم ہوگی۔

پھر نقل ہو ا ہے ایک بوڑھا اسلام سے منحرف ہو کر عیسائی بنا امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: کیا اسلام سے منحرف ہو گئے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: ہاں،

فرمایا شاید اس ارتداد میں تمہارا کوئی مادی مقصد ہو اور بعد میں پھر سے اسلام کی طرف چلے آؤ؟ اس نے کہا: نہیں ۔ فرمایا : شاید کسی لڑکی سے عشق و محبت کی وجہ سے اسلام سے منحرف ہو گئے ہو اور اس کے ساتھ شادی کرنے کے بعد پھر سے اسلام کی طرف واپس آجاؤ گے ؟ عرض کیا : نہیں امام نے فرمایا: بہر صورت اب توبہ کر کے اسلام کی طرف واپس آجا اس نے کہا: میں اسلام کو قبول نہیں کرتا ہوں ۔یہاں پر امام نے اسے قتل کرڈالا ا

ی ہ ان روایتوں کا ایک حصہ تھا جو مرتد کی حد و مجازات کے بارے میں نقل کی گئی ہیں اس کے علاوہ اس مضمون کی اور بھی بہت سے روایتیں موجو دہیں ۔

بحث کا نتیجہ جو کچھ مرتد کی حد کے بارے میں بیان ہوا اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ مرتد کے حد کے بارے میں تمام علمائے شیعہ و سنی کا عمل و بیان اور اس بارے میں نقل کی گئی روایتیں احراق مرتد کی روایتوں کی بالکل برعکس تھیں اور ان میں یہ بات واضح ہے کہ مرتد کی حد،

قتل ہے نہ جلانا۔

اس کے علاوہ یہ روایتیں واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ امام علیہ السلام نے مرتد کے بارے میں قتل کو عملاً نافذ کیا ہے یہ بات بالکل واضح ہے کہ عربی لغت میں " قتل " کسی شخص کو تلوار، نیزہ، پتھر، لکڑی اور زہر جیسے کسی آلہ سے مارڈالنا ہے ۔ اس کے مقابلہ میں " حرق " آگ میں جلانا ہے اور " صلب " پھانسی کے پھندے پر لٹکانا ہے ۔

جو کچھ ہم نے اس فصل میں کہا وہ احراق سے مربوط روایتوں کا ایک ضعف تھا انشاء اللہ اگلی فصل میں مزید تحقیق کر کے دوسرے ضعیف نقطوں کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

## مرتدین کے جلانے کے بارے میں روایتوں کی مزید تحقیق

كيف خفيت تلک الحوادث الخطيرة على المؤرّخين

اتنی اہمیت کے باوجود یہ حوادث مورخین سے کیسے پوشیدہ رہے ہیں.

مؤلف

ضروری ہے کہ ان روایتوں کے بارے میں کہ جو کہتی ہیں امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے دین کے مطابق ارتداد کے جرم میں چند افراد کو نذر آتش کیا تو ہمیں اس سلسلے میں کچھ توقف کے ساتھ ان کے مضمون میں غور و فکر نیز ان کے مطالب کے جانچ پڑتال کریں اور سوال کریں :

پانچویں روایت میں جو کہتا ہے : ''حسین بن علی علیہ السلام بھی مختار کے جال میں پھنس گئے تھے ، اور مختار انہیں عملی طور پر جھٹلاتے تھے!''

حسین ابن علی علیہ السلام کس وقت مختار کے جال میں گرفتار ہوئے تھے ؟ جبکہ حضرت ( علیہ السلام) مختار کے انقلاب سے پہلے شہید ہوچکے تھے اس کے علاوہ کیا مختار کا امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو قتل کرنا اور ان کا انتقام لینا حضرت کیلئے ابتلاء و مصیبت محسوب ہوسکتا ہے ؟ یا مختار کا امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہچانا حضرت کو جھٹلانے کے مترادف ہوسکتا ہے ؟!

کیا اس حدیث کو جعل کرنے والوں کا مقصد امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی حمایت و مدد کرنا نہیں تھا ؟!

اس کے علاوہ اسی روایت میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو جھٹلانے کیلئے عملی طور پر کوشش کی ہے او وہ حضرت کو لوگوں کی نظروں سے گرانا چاہتا ہے۔ عبد اللہ بن سبا کا کونسا عمل یا عقیدہ علی علیہ السلام کو جھٹلانے کے مترادف ہوسکتا ہے ؟ کیا کسی نے عبد اللہ بن سبا سے یہ روایت کی ہے کہ اس نے کہا ہوگا: ''

خود علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے میں اس کی پوجا کروں ''تا کہ عبد اللہ بن سبا کا عقیدہ اور طریقہ کار امیر المؤمنین علیہ السلام کی نسبت افترا ہو اور انہیں سوء ظن اور دوسروں کے جھٹلانے کا سبب قرار دے ۔

آٹھویں روایت میں آیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اپنی بیوی ام عمرو عنزویہ کے پاس بیٹھے تھے ۔ امام علیہ السلام کی یہ بیوی جس کا نام '' ام عمرو عنزیہ '' ہے کون ہے ؟ اور کیوں اس راوی کے بغیر کسی اور نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کیلئے اس بیوی کا کہیں ذکر تک نہیں کیا ہے ؟

اسکے علاوہ کیا امیر المومنین علیہ السلام نے ان افراد کو دھویں کے ذریعہ قتل کیا ہے ؟

چنانچہ ان روایتوں میں سے بعض میں آیا ہے کہ حضرت نے کئی کنویں کھدوائے اور سوراخوں کے ذریعہ ان کو آپس میں متصل کرایا اور ان تمام افراد کو ان کنوؤں میں ڈال دیا اور اوپر سے ان کو مضبوطی سے بند کرا دیا صرف ایک کنویں کو کھلا رکھا جس میں کوئی نہیں تھا پھر اس میں آگ جلادی ، اس کنویں کا دھواں دوسرے کنوؤں میں پہنچا اور وہ سب افراد اس دھویں کی وجہ سے دم گھٹ کر نابود ہوئے ۔

یا یہ کہ دھویں سے انہیں قتل نہیں کیا ہے بلکہ پہلے ان کے سر قلم کئے ہیں اس کے بعد ان کے اجساد کو نذر آتش کیا ہے ؟

یا زمین میں گڑھے کھدوائے ہیں اور ان گڑھوں میں لکڑی جمع کرکے اس میں آگ لگادی ہے اور جب لکڑی انگاروں میں بدل گئی تو قنبر کو حکم دیا کہ ان افراد کو ایک ایک کرکے اٹھا کر اس آگ میں ڈال دے اور اس طرح سب کو جلا دیا ہے ؟

کیا تنہا ابن سبا تھا جس نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا تھا اور ان کی الوہیت کا معتقد ہوا تھا اور حضرت علیہ السلام نے اسے جلادیا ہے ؟

یا یہ کہ یہ افراد دس تھے اور ان سب دس افراد کو جلادیا ہے ؟

ی ا یہ کہ وہ ستر افراد تھے اور حضرت نے ان سب ستر افراد کو نذر آتش کیا؟

یا یہ کہ علی علیہ السلام نے اس عمل کو مکرر انجام دیا ہے کہ ایک بار صرف ایک شخص کہ وہی عبد اللہ بن سبا تھا ، کو جلا دیا اوردوسری دفعہ دس افراد کو اسکے بعد ستر افراد کو اور آخر کارچوتھی باردو افراد کو جلادیا ہے؟!

کیا حضرت علیہ السلام نے صرف ان افراد کو نذر آتش کیا ہے جو اس کی الوہیت اور خدائی کے معتقد تھے یا بت پرست ہوئے دوا فراد کو بھی جلا دیا ہے ؟ جن افراد کو امیر المؤمنین علیہ السلام نے جلایا تھا کیا یہ واقعہ بصرہ میں جنگ جمل کے بعد رونما ہوا یا جس طرح نویں روایت میں آیا ہے کہ اس کام کو کسرہ میں اس وقت انجام دیا جب حضرت کو اپنی بیوی " ام عمرو عنزیہ " کے گھر میں اطلاع دی گئی جیسا کہ آٹھویں روایت میں بھی آیا ہے ؟!

کیا یہ مطلب صحیح ہے کہ جب مرتدوں کو جلانے کی خبر ابن عباس کو پہنچی تو انہوں نے کہا: اگر ان کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں انہیں نذر آتش نہیں کرتا بلکہ انہیں قتل کر ڈالتا ، کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: کسی کو عذاب خدا کے ذریعہ سزا نہ دینا اور اگر کوئی مسلمان اسلام سے منحرف ہو جائے تو اسے قتل کرنا" اور جب امام علیہ السلام نے ابن عباس کے بیان کو سنا تو فرمایا؛ افسوس ہو ام الفضل کے بیٹے پر کہنکتہ چینی کرنے میں ماہر ہے"

کیا امام اس عمل کے نامناسب ہونے سے بے خبر تھے اور ابن عباس نے انہیں متوجہ کیا ؟!

یا کہ ان روایتوں کو جعل [1] کیا گیا ہے تا کہ امیر المومنین علی علیہ لسلام کی روش کو خلیفہ اول کی روش کے برابر دکھائیں اور اس طرح جن چیزوں کے بارے میں خلیفہ اول پر اعتراض ہوا ہے ان میں اسے تنہا نہ رہنے دیں اور لوگوں کو نذر آتش کرنے کے جرم

میں علی علیہ السلام جیسے کو بھی ان کا شریک کار بنا دیں اور اس طرح خلیفہ اول کے عمل کو ایک جائز اور معمولی عمل دکھلائیں ، کیونکہ " فجائیہ سلمی "[۲] اور ایک دوسرا گروہ خلیفہ اول کے حکم سے جلائے گئے تھے اور وہ اس منفی عمل اور سیاست کی وجہ سے مورد تنقید قرار پاتے تھے!

انہوں نے ان روایتوں کو جعل کر کے روش امیر المؤمنین علیہ السلام کو خالد بن ولید کی جیسی روش معرفی کر کے یہ کہنا چاہا ہے کہ : اگرچہ خالد بن ولید نے چند مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنے کے جرم میں جلادیا ہے[۳] لیکن یہ عمل صرف اس سے مخصوص نہیں ہے تاکہ اس پر اعتراض

---

۱. زندیقیوں میں ایسے افراد بھی تھے جو اپنے اساتذہ کو دھوکہ دے کر ان کی کتابوں میں بعض مطالب کو حدیث کی صورت میں اضافہ کرتے تھے اور یہ استاد اس کی طرف توجہ کئے بغیر اس خیال سے اس حدیث کو نقل کرتا تھا کہ وہ اس کی اپنی ہے ۔ ہم نے اس مطلب کی وضاحت میں اپنی کتاب " خمسون و ماۃ صحابی مختلق " کے مقدمہ کے فصل زنادقہ میں ص ۳۷ طبع بغداد میں توضیح دی ہے، آئندہ اس کی مزید وضاحت کی جائے گی ۔

۲ ۔ " فجائیہ سلمی " وہی ایاس بن عبداللہ ابن عبدیا الیل سلمی ہے کہ اس نے ابوبکر سے چند جنگجو افراد اور اسلحہ بطور مدد حاصل کیا تھا تاکہ مرتدوں سے جنگ کرے لیکن مرتدوں سے جنگ کے بجائے بے گناہ لوگوں کا قتل و غارت کیا اپنی راہ میں ایک بے گناہ عورت کو بھی قتل کیا اسے ابوبکر کے حکم سے پکڑا گیا اس کے بعد ابوبکر نے حکم دیا کہ آگ جلائی جائے اور اس کے بعد فجائیہ کو زندہ آگ میں ڈالا گیا ۔یہی علت تھی کہ ابوبکر اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کہتا تھا : میں اپنی زندگی میں تین کام کے علاوہ کسی چیز کے بارے میں فکرمند نہیں ہوں کاش ان کاموں کو میں نے انجام نہ دیا ہوتا یہاں تک کہتا تھا میں فجائیہ سلمی کو نذر آتش کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ اسے قتل کرنا چاہتا تھا یا جلاوطن کرنا چاہتا تھا اس سلسلہ میں اس کتاب کی جلد اول فصل تحصن در خانہ ملاحظہ ہو ۔

۳ ۔ محب الدین طبری نے الریاض النضرۃ: ۱۱

میں درج کیا ہے کہ قبیلہ بنی سلیم کے کچھ لوگ اسلام سے منحرف ہوئے ابوبکر نے خالد بن ولید کو ان کی طرف روانہ کیا خالد نے ان میں سے بعض مردوں کو گوسفند خانے میں جمع کر کے انہیں آگ لگادی عمر ابن خطاب نے اس سلسلہ میں ابوبکر سے اعتراض کیا اور کہا: تم نے ایک ایسے شخص کو ان لوگوں کی طرف روانہ کیا ہے کہ لوگوں کو خدا سے مخصوص عذاب سے سزا دیتا ہے اہل سنت علماء نے ابوبکر کے جلانے کے موضوع اور اس کے دفاع میں بہت سے مطالب بیان کئے ہیں ۔ مثلاً فاضل قوشجی شرح تجرید میں کہتا ہے ابو بکر کا فجائیہ کو نذر آتش کرنا ان کی اجتہادی غلطی تھی اور مجتہدوں کیلئے اجتہاد میں غلطیاں کثرت سے پیش آتی ہیں فاضل قوشجی ابوبکر کے دفاع میں اپنی بات کو یوں جاری رکھتا ہے یہ بات قابل توجہ ہے کہ ہماری بحث سے مربوط احادیث کے مطابق ہو یہ کہتے ہیں کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے بہت سے افراد کو نذر آتش کیا ہے ایک جہت سے اس سے اہم تر ہیں جو ابوبکر کے بارے میں نقل ہوئی ہیں اور دوسری جہت سے ابوبکر کے دفاع اور عذر کی بہترین راہ ہے کیونکہ ان روایتوں کے مضمون کے مطابق امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی ان افراد کو نذر آتش کرنے میں اجتہاد کیا ہے اور اس اجتہاد میں غلطی ہو گئی ہے اور اس روش کی بھی عبداللہ ابن عباس اور دوسرے تمام افراد کی / طرف سے انکار ہوا ہے ، لیکن خود علی اور خالد بن ولید کی نظر میں صحیح تھا فتح الباری ۶۴۹۱ ) کتاب الجہاد (باب لایعذب بعذاب اللہ ) کی طرف رجوع کیا جائے ۔ کیونکہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے بھی دوسری وجوہ کی بنا پر چند افراد کو جلا کر نابود کیا ہے۔

کیا باوجود اس کے کہ امام صراحتاً فرماتے ہیں کہ مرتد کی سزا قتل ہے ، عملاً اس حد کو نافذ نہیں کرتے اور مرتدوں کے ایک گروہ کو واقعاً جلا دیتے ہیں ؟!

لیکن جس شعر کو امام سے نسبت دی گئی ہے:

لما رایت الامر امراً منکراً
اوقدت ناری و دعوت قنبراً

کیا امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس شعر کو ان حوادث کی مناسبت سے جس صورت میں نقل ہوا ہے ، کہا ہے ، یا کہ ان اشعار کو جنگ صفین میں ایک قصیدہ کے ضمن میں یوں کہا ہے:

یا عجباً لقد سمعت منکراً
کذباً علی اللہ یشیب الشعراً

یہاں تک فرماتے ہیں :

انی اذا الموت دنا و حضرا

شمّرت ثوبی و دعوت قنبراً

لما رایت الموت موتاً احمراً

عبات همدان و عبوا حمیراً

جب موت کا وقت نزدیک پہنچا تو اپنے لباس کو جمع کیا اور خود کو موت کیلئے آمادہ کر لیا اور قنبر کو بلایا ۔ جی ہاں ، اب سرخ موت کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں ۔ قبیلہ ہمدان کی صف آرائی کرتا ہوں اور معاویہ بھی قبیلہ حمیر کی“

ان تمام اشکالات اور اعتراضات ، جو احراق مرتدوں کی روایتوں میں موجود ہیں کے باوجود پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ پر باقی ہے کہ کیا عبد اللہ بن سبا علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتا تھا اور ان کی الوہیت کا قائل تھا ، جیسا کہ گزشتہ روایتوں میں آیا ہے ؟ ! یا یہ کہ وہ خدا کے منزہ ہونے اور تقدس کے بارے میں غلو کرتا تھا ۔

( اگر اس سلسلہ میں یہ تعبیر صحیح ہو ) جیسا کہ چھٹی حدیث میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی مخالفت کرتا تھا اور اس عمل کو پروردگار سے دعا کرتے وقت ایک نامناسب عمل جانتا تھا ، حتی امام بھی جب اس سلسلہ میں ا س کی راہنمائی کرتے ہوئے وضاحت فرماتے ہیں ، تو پھر بھی وہ امام کی وضاحت کو قبول نہیں کرتا ہے اور اظہار کرتا ہے کہ چونکہ خداوند عالم ہر جگہ موجود ہے اور کوئی خاص مکان نہیں رکھتا ہے لہذا معنی نہیں رکھتا کہ ہم دعا کے وقت آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کریں کیونکہ یہ عمل خدا کو ایک خاص جگہ اور طرف میں جاننے اور اس کیلئے خاص مکان کے قائل ہونے کے برابر ہے اور یہ عقیدہ توحید سے مطابقت نہیں رکھتا ہے ۔

کیا اس عبد اللہ بن سبا نے مسئلہ توحید میں غلو اور افراط کا راستہ اپنایا ہے یا علی علیہ السلام کی الوہیت کا قائل ہو کر تفریط کی راہ پر چلا ہے ؟!

کیا امام نے عبد اللہ بن سبا کو عقیدہ میں انحراف کی وجہ سے نذر آتش کیا ہے ؟ یا یہ کہ اس نے عقیدہ میں انحراف نہیں کیا تھا بلکہ غیب کی خبر دیتا تھا اور اسی سبب سے اسے امام کے پاس لے آئے تھے اور امام نے اس کی پیشین گوئی اور کہانت کی تائید کر کے اسے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے ؟!

ان تمام سوالات اور جوابات کے باوجود بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ کیا عبداللہ بن سبا بنیادی طور پر (زط) اور ہندی تھا یا عرب نسل تھا؟

اگر وہ ہندی نسل سے تھا تو اس کا اور اس کے باپ کا نام کیسے چار عربی لفظ سے تشکیل پایا ہے: (عبد)، (اللہ) اور ابن، (سبا)

اگر وہ عرب نسل سے تھا، تو کیا قدیم زمانے اور جاہلیت کے زمانہ سے امام علیہ السلام کے زمانہ تک کہیں یہ سننے میں آیا ہے کہ کسی عرب نے اپنے ہم عصر کسی انسان کو اپنا خدا جان کر اس کی الوہیت کا قائل ہوا ہو؟!!

دوسری مشکل یہ ہے کہ انسان کی پرستش کی عادت و روش اور ایک شخص معاصر کے الوہیت کا اعتقاد، قدیم تہذیب و تمدن والی قوموں، جیسے: روم، ایران اور اسی طرح جاپان اور چین میں پایا جاسکتا ہے، لیکن اسی زمانہ کے جزیرہ نما عرب کا غیر متمدن ایک صحرا نشین عرب، جو دوسرے انسان کے سامنے تواضع اور انکساری دکھانے کیلئے آمادہ نہ تھا،

اس کا کسی انسان کی پرستش کیلئے آمادہ ہونا دور کی بات تھی، جی ہاں صحرا نشین بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور جن و ملائکہ کی الوہیت کے معتقد ہوتے ہیں لیکن کبھی آمادہ نہیں ہوتے کہ اپنے ہم جنس بشر کے سامنے احترام بجا لائیں اور سجدہ کریں اور اپنے جیسے کسی شخص کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

ان تمام اعتراضات سے قطع نظر پھر بھی یہ مشکل باقی ہے کہ: جو انسان کسی دوسرے انسان کی بندگی اور عبودیت کو قبول کرتا ہے، اور کسی شخص کے سامنے اپنے آپ کو حقیر بناتا ہے اس عبودیت و بندگی اور اس خصوع و خشوع میں اس کا مقصد یا مادی و دنیوی ہے کہ اس صورت میں اپنے اس عقیدہ و بیان میں اس قدر ہٹ دھرمی اور اصرار نہیں کرسکتا ہے کہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے کیونکہ مرنے کے بعد مادی اور دنیوی مقاصد کو پانا معنی نہیں رکھتا ہے ان حالات کے پیش نظر کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس قسم کا شخص کسی بھی قیمت پر اپنی بات سے دست بردار ہونے پر آمادہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ اسے زندہ آگ میں جلادیا جائے اور وہ تمام مادی جہتوں کو ہاتھ سے گنوا دے؟

یا یہ کہ حقیقت میں وہ واقعی طور پر اس عبودیت و بندگی کا قائل ہے اس صورت میں یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ انسان اپنے معبود سے کہے کہ تو میرا پروردگار ہے، تونے مجھے خلق کیا ہے، اور تو مجھے رزق دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اس کا معبود اس کی تمام باتوں کو جھٹلادے اور اس کے عقیدہ کے بارے میں اظہار بیزاری و تنفر کرے لیکن پھر بھی یہ شخص اس کے بارے میں اپنے ایمان و عقیدہ سے دست بردار نہ ہو؟!!

کیا ایک عقلمند انسان ایسے مطالب کی تصدیق کرسکتا ہے؟ کیا اس قسم کے مطالب کی صدائے بازگشت یہ نہیں ہوسکتی کہ ایسا شخص اپنے معبود سے کہتا ہے: اے میرے پروردگار! اے میرے معبود! تم اپنی الوہیت کا انکار کرکے غلطی کے مرتکب

ہورہے ہو ، اپنی خدائی کا انکار کرکے اشتباہ کررہے ہو صحیح راستہ سے منحرف ہورہے ہو !! تم خدا ہو ، لیکن تم خود نہیں جانتے ہو! اور آخرکار تم خدا ہو اگرچہ خود اس مقام کو قبول بھی نہ کرو گے!!

کون عاقل اس قسم کے مطلب کی تصدیق کرسکتا ہے ؟ اور کیا تاریخ بشریت میں اس قسم کی مثال پائی جاتی ہے ؟!

جی ہاں ، ممکن ہے کچھ لوگ کسی شخص کی الوہیت کے معتقد ہوجائیں اور وہ شخص اس نسبت سے راضی نہ ہوا اور وہ خود اس مقام کا منکر ہو لیکن ایک شخص کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ کہ اس زندگی کے خاتمہ اور مرنے کے بعد ممکن ہے نہ اس کی زندگی میں جیسے کہ عیسی بن مریم اور خود علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں ان کی حیات کے بعد ایسا واقعہ پیش آیا ہے ۔

لیکن کسی شخص کی الوہیت کے بارے میں اس کی زندگی میں عقیدہ رکھنا جبکہ وہ شخص اس عقیدہ اور بات سے راضی نہ ہو اور اسے جھٹلاتا ہو ، اپنے ماننے والوں کی ملامت و مذمت کرتا ہو ، اس قسم کی روداد نہ آج تک واقع ہوئی ہے اور نہ آئندہ واقع ہوگی ۔

## آخری اعتراض

اس سلسلہ میں آخری اعتراض یہ ہے کہ اگر یہ اہم حوادث، حقیقت اور بنیادی طور پر صحیح ہوتے تو معروف مورخین سے کیوں مخفی رہتے ؟ مشہور ترین اور مثالی مورخین میں سے چند ایک کے نام ہم ذیل میں درج کرتے ہیں انہوں نے اپنی کتابوں میں ان حوادث کے بارے میں کسی قسم کا اشارہ نہیں کیا ہے اور ان افراد کے جلائے جانے کے بارے میں معمولی سا ذکر تک نہیں کیا ہے ، جیسے :

۱ ۔ ابن خیاط وفات ۲۴۰ھ

۲ ۔ یعقوبی وفات ۲۸۴ھ

۳ ۔ طبری ، وفات ۳۱۰ھ

۴ ۔ ، مسعودی ، وفات ۳۳۶ھ

۵ ۔ ابن اثیر ، وفات ۶۳۰ھ

۶ ۔ ابن کثیر ، وفات ۷۴۴ھ

۷ ۔ ابن خلدون ، وفات ۸۰۸ھ

حقیقت میں اس مقدمہ اور جواب طلبی کے سلسلے میں مرتدین کو جلانے سے مربوط روایتوں کو نقل کرنے والوں اور ان کے حامیوں سے وضاحت طلب کی جاتی ہے کہ : اتنی اہمیت کے باوجود یہ حوادث کیوں ان مؤرخین سے مخفی رہے ہیں اور انہوں نے

اپنی تاریخ کی کتابوں میں انکے بارے میں اس کی قسم کا اشارہ کیوں نہیں کیا ؟! جب کہ ان تمام مؤرخین نے " فجائیہ سلمی " کو نذر آتش کرنے کی روداد کو کسی قسم کے اختلاف کے بغیر اپنی کتابوں میں تشریح اور تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے ۔

گزشتہ فصل میں جو کچھ بیان ہوا اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ : عبد اللہ بن سبا سے مربوط روایتیں اور احراق مرتدین کے بارے میں روایتیں جو مختلف عناوین سے نقل ہوئی ہیں اور ہم نے بھی ان کے ایک حصہ کو گزشتہ فصل میں درج کیا مضبوط اور صحیح بنیاد کی حامل نہیں ہیں اور یہ سب روایتیں خودغرضوں کے افکار کی جعل کی ہوئی ہیں لیکن یہاں پر یہ سوال باقی رہتا ہے کہ یہ جعلی روایتیں کیسے شیعہ کتابوں میں آگئیں ؟ ہم اگلی فصل میں اس کا جواب دینے کی کوشش کریں گے ۔

شیعوں کی کتابوں میں احراقِ مرتدین کی روایتوں کی پیدائش و کان لاصحاب الائمة آلاف من الکتب فی مختلف العلوم و غیرا نھا قد فقدت

ہمارے ائمہ کے شاگردوں نے مختلف علوم میں ہزاروں کتابیں لکھی تھیں ، افسوس کہ ہماری دسترس میں نہیں ہیں ۔

مؤلف گزشتہ فصل میں بحث یہاں تک پہنچی کہ عبد اللہ بن سبا اور احراق مرتدین کے بارے میں روایتیں علم و تحقیق کے لحاظ سے جعلی ہیں اور مضبوط اور صحیح بنیاد کی حامل نہیں ہیں ۔ اس بحث کے سلسلہ میں ہم مجبور ہیں کہ اس حقیقت کی تحقیق کریں کہ یہ جعلی روایتیں کس طرح شیعوں کی کتابوں میں داخل ہوکر معتبر روایتوں کی فہرست میں قرار پائی ہیں ۔

## نابود شدہ کتابیں اور اصول:

مکتب اہل بیت علیہم السلام کے شاگردوں نے مختلف علوم میں متعدد اور متنوع کتابیں تدوین و تالیف کی تھیں ان تالیفات کے ایک حصہ کو " اصول " کہا جاتا تھا ، کہتے ہیں ان " اصلوں " کی تعداد چار سو تک پہنچی تھی ۔

یہ اصول دست بہ دست چوتھی ہجری میں شیعہ علماء او ردانشوروں تک پہنچی تھیں اور مرحوم کلینی نے اپنی عظیم روائی کتاب یعنی "کافی " میں ان اصلوں سے بہت زیادہ احادیث نقل کی ہیں ۔

اس کے علاوہ مرحوم '' صدوق " نے اپنی کتاب " من لا یحضرہ الفیقہ " کو ان ہی اصلوں کی فقہی احادیث سے تدوین اور تالیف کی ہے ۔

اسی طرح مرحوم شیخ طوسی نے اپنی دو اہم و معروف کتابوں " استبصار " اور " التہذیب " کو ان ہی " اصلوں " سے تالیف کیا ہے اس کے علاوہ اس زمانے کے دیگر علماء نے بھی اپنی کتابوں کو مذکورہ "اصلوں " کی بنیاد پر تدوین کیا ہے اور احادیث کا چہار گانہ

مجموعہ ،یعنی: کافی ، من لا یحضرہ الفقیہ ، استبصار ، اور تہذیب اس زمانے سے آج تک فقہائے شیعہ کے لئے فقہی احکام کے لحاظ سے مرجع و مآخذ قرار پایا ہے۔

رجال میں بھی چار کتابیں اسی زمانے کے علماء کی آج تک باقی بچی ہیں کہ بعد کے علماء کی تالیفات کیلئے مرجع و ماخذ قرار پاتی ہیں یہ چار کتابیں عبارت ہیں: " اختیار رجال کشی "، " رجال ' اور " فہرست " کہ یہ تین کتابیں مرحوم شیخ طوسی کی تالیف ہیں اور چوتھی کتاب '' فہرست نجاشی " ہے۔

اصحاب ائمہ نے مذکورہ اصول چہارگانہ کے علاوہ مختلف علوم میں ہزاروں جلد متنوع کتابیں تالیف کی تھی ، جیسے " اخبار اوائل " کی تالیفات ، اخبار فرزندان آدم و اصحاب کہف و قوم عاد و اس کے علاوہ " اخبار جاہلیت " کے بارے میں چند تالیفات مانند کتاب " الخیل " " السیوف " ، " الاصنام " ، ایام العرب ، انساب العرب، نواقل القبائل "[1] اور " منافرات القبائل "[2] تھیں۔

اس کے علاوہ اصحاب ائمہ، شہروں ، زمینوں ، پہاڑوں ، اور دریاؤں کے اخبار کے بارے میں کئی کتابیں تالیف کر چکے تھے علاوہ بر این طلوع اسلام کے نزدیک صدیوں کے عربوں میں رونما ہوئے حوادث کے بارے میں اخبار پر مشتمل کتابیں تالیف کی گئی ہیں جیسے: عہد ناموں کی خبریں ، ایام جاہلیت میں عربوں میں واقع ہوئی گوناگوں ازدواج کی روداد یں یہاں تک عصر اسلام میں رونما ہوئے حوادث و اخبار جیسے : روداد سقیفہ ، مرتدین ، جنگ جمل ، صفین ،

حادثہ کربلا ،خروج مختار، توابین اور ان سے پہلے اور ان کے بعد رونما ہونے والے واقعات۔

---

۱۔ نواقل ان افراد اور گروہوں کو کہتے تھے کہ جو اپنا نسب ایک قبیلہ سے دوسرے قبیلہ میں منتقل و ملتمس کرتے تھے اور اس تاریخ کے بعد دوسرے قبیلہ سے منسوب ہوتے تھے علمائے انساب نے اس سلسلے میں کئی کتابیں لکھی ہیں اور ان قبائل کی تعداد کو ان کتابوں میں درج کیا ہے ان کتابوں کو " نواقل " کہتے ہیں۔

۲۔ منافرات ، ایک دوسرے سے دوری اختیار کرنے کے معنی میں ہے کہ بعض قبائل ایک دوسرے سے دووری اختیار کرتے تھے اور ایک دوسرے کی تنقید میں بیانات یا اشعار کہتے تھے یا ایک خاص قسم کی کاروائیاں کرتے تھے ان بیانات و کاروائیوں کو " منافرات ' کہتے ہیں۔

اصحاب ائمہ نے ان وقائع و حوادث اور ان کے مانند واقعات اور مختلف و متنوع علوم کے بارے میں ہزاروں جلد کتابیں تالیف و تدوین کی ہیں لیکن افسوس کہ زمانہ کے گزرنے اور مختلف علل،
عوامل اور محرکات کی وجہ سے یہ کتابیں نابود ہو گئی ہیں اور آج ان کتابوں اور ان کے مؤلفین کے نام کے علاوہ جنہیں بعض فہرستوں جیسے نجاشی، شیخ طوسی اور الذریعہ میں درج کیا گیا ہے ان کے بارے میں کچھ باقی نہیں بچا ہے۔

شیعوں کے ابتدائی متون اور اصلوں کے نابود ہونے کے اسباب مکتب اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والوں کی مختلف علوم میں تالیف کی گئی کتابوں کے نابود ہونے کے دو اسباب اور محرکات تھے:

### ۱۔پہلا سبب:

وہ خوف و ڈر تھا جو مکتب اہل بیت علیہم السلام کے پیرو اور شیعہ علما پوری تاریخ میں وقت کے حاکموں سے رکھتے تھے۔ ان حکام کی طرف سے اہل بیت علیہم السلام کے پیرو اور شیعہ علماء ہر وقت خوف و ہراس میں ہوا کرتے تھے، حتی انہیں قتل کیا جاتا تھا، اور ان کے کتب خانوں کو ہزاروں کتابوں سمیت نذر آتش کیا جاتا تھا۔چنانچہ بغداد کے اہم اور عظیم کتاب خانہ "بین السورین" کے بارے میں یہ نفرت انگیز عمل انجام دیا گیا۔
اس کتاب خانہ کے بارے میں حموی کہتا ہے: کتابخانہ "بین السورین" کی کتابیں تمام دنیا کے کتب خانوں کی کتابوں میں بہترین کتابیں تھیں، کیونکہ یہ کتابیں مورد اعتماد مؤلفین، مذہب کے پیشواؤں اور بزرگوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اس کتاب خانہ کا اہم حصہ"
اصلوں" اور ان کی تحریرات پر مشتمل تھا ۴۴۷ھ میں خاندان سلجوقی کے طغرل بیگ پادشاہ کے بغداد میں داخل ہونے پر" محلہ کرخ" کو آگ لگا دی گئی اور یہ تمام کتابیں بھی اس آتش سوزی میں لقمہ حریق ہوئیں۔
جی ہاں، اس قسم کے حوادث اور فتنوں کے تنیجہ میں شیعوں کے اس قدر آثار و کتابیں نابود ہوئی ہیں کہ ان کی تعداد کے بارے میں خدا کے علاوہ کوئی علم نہیں رکھتا۔

### ۲۔ دوسرا سبب

ان بنیادی آثار اور کتابوں کے نابود ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ شیعہ علماء اور دانشوروں نے اپنی پوری توجہ کو صرف ان علوم کی تعلیم و تربیت کے مختلف ابعاد پر متمرکز

کیا تھا جو فقہ اسلامی کے احکام شرعی کو حاصل کرنے کے بارے میں استنباط کے مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس طرح انہوں نے دیگر روایات اور متون کا اہتمام نہیں کیا تھا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شیعہ علماء نے گزشتہ زمانے سے آج تک آیاتِ احکام اور فقہی روایتوں کی بحث و تحقیق میں خاص توجہ مبذول کی ہے اور اس قسم کی آیات اور احادیث کے مختلف ابعاد پر ایسی دقیق بحث و تحقیق کی ہے کہ تھوڑی سی توجہ کرنے سے ہر محقق اطمینان اور یقین پیدا کرسکتا ہے ۔ گزشتہ کئی صدیوں کے دوران شیعہ علماء کی طرف سے فقہی روایتوں کو دی گئی ان ہی غیر معمولی اہمیت اور گہری بحث و تحقیق کے نتیجہ میں تمام احکام اسلام سالم اور صحیح صورت میں آج ہم تک پہنچے ہیں ۔

لیکن افسوس کہ جب ہم گزشتہ صدیوں کے دوران احکام کی روایتوں اور ان کے منابع کے بارے میں دی گئی خاص توجہ اور اہمیت کا سیرت ، تاریخ ، تفسیر ، آداب اسلامی اور تمام علوم اسلامی کے بارے میں انجام دئے گئے ان علماء کے عمل کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں ایک خطرناک کوتاہی بھی برتی گئی ہے ۔

معارف اسلام کی کتابوں میں جھوٹ کی اشاعت کا سبب شیعہ علماء کی طرف سے احکام کے علاوہ روایتوں کو کم اہمیت دینے کے نتیجہ میں دو نقصانات ہوئے ہیں :

اولاً: معارف اسلامی کے بارے میں مختلف موضوعات پر تالیف کئے گئے پیروان اہل بیت علیہم السلام کے اصلی متون ، ترک کئے جانے کے نتیجہ میں مفقود ہوچکے ہیں ۔

ثانیاً : احکام کے علاوہ دوسرے مآخذ کی طرف رجوع کرنے میں کوتاہی برتنے کی وجہ سے ان کتابوں میں حیرت انگیز جعلیات اور افسانے درج کئے گئے ہیں ۔

نتیجہ کے طور پر جب بعض مواقع پر شیعہ علماء تاریخ ، سیرت ، تفسیر ، شہروں کی آشنائی اور دوسرے فنون کے سلسلہ میں روایتوں کی طرف رجوع کرتے تھے ، تو اسی کوتاہی کی وجہ سے نہ صرف ایسے مسائل میں بحث و تحقیق نہیں کرتے تھے بلکہ بعض اوقات تاریخ طبری [۱] کعب الاحبار اور وہب بن منبہ [۲] جیسے افراد کی روایتیں نقل کرنے میں اعتماد کرکے ملل و نحل کے مؤلفوں کے بیانات کی پیروی کی ہے جنھوں نے اپنی کتابوں کو عام اور بازاری منقولات اور بیانات کی بنیاد پر تالیف کیا ہے ۔ اس طرح زندیقیوں ، جھوٹے اور بے دین افراد کی روایتوں کے ایک حصہ جو تاریخ طبری جیسی کتابوں میں اشاعت پاچکی ہیں نے شیعوں کی تالیفات اور تاریخ کی کتابوں میں بھی راہ پیدا کی ہے [۳]

اسرائیلیات کا ایک حصہ بھی جو کعب الاحبار جیسوں سے نقل ہوا ہے بعض سنی تفاسیر سے شیعوں کی تفاسیر میں داخل ہوگیا ہے اور نتیجہ کے طور پر شیعوں کی غیر فقہی موضوعات پر تالیف کی گئی کتابوں میں خرافات پر مشتمل افسانے اور بے بنیاد داستانیں بھی درج کی گئی ہیں ۔

غیر فقہی روایتوں میں جو یہ غفلت اور بے توجہی برتی گئی ہے اسکا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ تشریحات کی بعض کتابوں جیسے رجال کشی اور ''مقالات اشعری '' میں بعض غلط اور بے بنیاد روایتیں منتشر ہو کر بعد کی صدیوں کے دانشوروں کی روایتوں میں آگئی ہیں ۔

---

۱۔ ہم نے اس کتاب کے گزشتہ حصوں میں طبری کے منقولات کی قدر و منزلت کو واضح کردیا ہے ۔

۲۔ اس بحث کی تفصیل و تشریح مؤلف کی دوسری تالیف '' عن تاریخ الحدیث '' میں آئی ہے امید ہے کہ کتاب جلد ہی طبع ہو کر منظر عام پر آئے گی ۔

۳۔ مثلا شیخ مفید اپنی کتاب '' الجمل '' میں کتاب ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ سیف بن عمر کہتا ہے :

عثمان کے قتل ہونے کے بعد مدینہ پانچ دن تک امیر و سلطان سے محروم رہا اور مدینہ کے لوگ کسی کے پیچھے دوڑتے تھے کہ ان کا مثبت جواب دے اور امور کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے ۔ طبری نے اسی روایت کو اس ۱) لایا ہے ۔( / متن اور سند کے ساتھ اپنی تاریخ میں ( ج ۳۰۷۳

مثال کے طور پر مغیرۃ بن سعید کی تشریح میں کشی ، یونس سے نقل کرتا ہے کہ ہشام بن حکم کہتا تھا :
میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے : مغیرہ بن سعید عملی طور پر بعض جھوٹے مطالب کو میرے والد سے نسبت دیتا تھا اور انہیں انکے اصحاب کی روایتوں میں قرار دیتا تھا تاکہ ان کے مضمون کو شیعوں میں منتشر کریں ۔
یونس کہتا ہے : میں عراق میں داخل ہوا اور وہاں پر امام باقر علیہ السلام کے بہت سے اصحاب کو دیکھا ۔ اور ان سے کئی احادیث سنی اور میں نے ان کی کتابوں کی نسخہ برادا ری کی ۔ اس کے بعد اپنے نسخوں کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا امام علیہ السلام نے اصحاب امام صادق علیہ السلام کی کتابوں سے نسخہ برداری کی گئی بہت سے روایتوں کو اعتبار سے گرادیا .

## نتیجہ:

اس قسم کی روایتیں صحیح ہوں یا غلط ، البتہ یہ حقیقت واضح طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ غلط اور جعلی روایتیں متون کی کتابوں میں جیسے رجال کشی وغیرہ میں داخل ہوئی ہیں کیونکہ اگر یہ روایتیں صحیح ہوں تو ایسی کتابوں میں غلط روایتوں کی موجودگی کی خبر دیتی ہیں اور اگر غلط ہوں تو ، وہ خود جعلی اور غلط روایتیں ہیں جو " رجال کشی ' میں داخل ہوئی ہیں اور کشی نے غلطی سے صحیح ہونے کے گمان کے باوجود اپنی کتاب میں نقل کیا ہے پس دونوں صورتوں میں ان روایتوں کی موجودگی ،جنہیں ہم نے یہاں پر رجال کشی سے نقل کیا ہے ان کتابوں کے مطالب کے درمیان پائی جاتی ہیں بے بنیاد اور بے اساس ہیں اور اس پر قطعی دلیل بھی موجود ہے۔

## خلاصہ:

اس پوری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ: عبداللہ بن سبا اور مرتدوں کے احراق سے مربوط روایتیں ، جو ہماری بحث و گفتگو کا موضوع ہیں ، اسی قسم کی ہیں ،کہ شیعوں کے صحیح اور ابتدائی متون کے نابود ہونے کی وجہ سے گزشتہ صفحات میں وضاحت کی گئی راہوں سے شیعوں کی کتابوں اور مآخذ میں پہنچ گئی ہیں اور شیعہ علماء کی غیر فقہی روایتوں کے بارے میں غفلت کی وجہ سے یہ کام انجام پایا ہے اور چونکہ ان مطالب کے بارے میں بحث و تحقیق نہیں ہوئی ہے اس لئے صحیح روایتوں کو جعلیات اور جھوٹ سے جدا نہیں کیا گیا ہے ، نتیجہ کے طور پر یہ جعلی اور جھوٹی روایتیں شیعہ کتابوں اور مآخذ میں موجود ہیں اور صدیاں گزرنے کے بعد دوسری کتابوں میں بھی منتقل ہوئی ہے۔

احراق مرتد کی داستان کے حقیقی پہلو من الجائز ان یحرق الامام جثة مرتد خشیة ان یتخذ قبره وثنا امام کے لئے جائز ہے کہ مرتد کی لاش کو جلادیں تاکہ اس کے پیرو اس کی قبر کا احترام نہ کریں.

مؤلف ہم نے گزشتہ فصلوں میں احراق مرتد سے مربوط روایتوں کو بیان کیا اور ان پر بحث و تحقیق کی ۔ ان کے ضعیف اور بے بنیاد ہونے کے ابعاد کو واضح کیا اور کہا کہ ان روایتوں کی بنیاد مضبوط نہیں ہوسکتی ہے اور یہ صحیح اور حقیقی نہیں ہوسکتی ہیں بلکہ یہ ایک افسانہ ہے جو مختلف اغراض و مقاصد کی وجہ سے جعل کیا گیا ہے ۔

اگر کوئی صدر اسلام میں جزیرۃ العرب کے اجتماعی حالات کا مطالعہ و تحقیق کرے ،

تو وہ واضح طورپر اس حقیقت کو محسوس کر لے گا کہ ، اسلام نے اس علاقہ میں توحید اور یکتاپرستی کیلئے جو خاص نفوذ اور طاقت پیدا کی تھی ، بت پرستی نیز ، کلی طورپر ہر نوع مخلوق کی پرستش اور غیر خالق کے سامنے تسلیم ہونے کے خلاف جو مسلسل کوشش کی تھی کہ جس کے نتیجہ میں یہگنجائش و فرصت باقی نہ رہ گئی تھی کہ ایک انسان پھر سے بت پرست ہو جائے یا کسی بشر کی الوہیت کا معتقد بن جائے اجتماع نقیضین ، محال اور ناممکن جیسے ان خاص شرائط میں اس روداد ( پرستش مخلوق ) کی کوئی فرد عاقل تائید نہیں کرسکتا ہے ۔

لیکن یہ ممکن تھا کہ کوئی زندیق اور منکر خدا ہو اور اسے بصرہ سے اسلامی مملکت کے حدودمیں لایا جائے ۔ کیوں کہ زندیق اور پروردگار کے منکر ، قبل از اسلام وجود میں آئے تھے ،

اس قسم کے افراد بصرہ کے پڑوس کے علاقوں میں جو بعد میں مسلمانوں کے ذریعہ فتح ہوا موجود تھے ۔ اس بنا پر بعید نہیں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے زمانے میں ان میں سے کچھ لوگ بصرہ میں داخل ہوکر مسلمانوں سے ان کے روابط کے نتیجہ میں ان کے کفر و الحادکا پتہ چلا ہو اور انہیں حضرت کی خدمت میں لایا گیا ہوگا۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی ان کے خلاف اسلام کا حکم نافذ کرکے انہیں قتل کیا ہوگا ۔

پھر بھی جیسا کہ بعض زیر بحث روایتوں میں آیا ہے ممکن ہے ایک شخص عیسائی اسلام کو قبول کرے اس کے بعد دوبارہ عیسائیت کی طرف پلٹ جائے اور اسلام سے خارج ہوجائے اور اسے علی علیہ السلام کے حضور لایا جائے اور حضرت علیہ السلام اس کے خلاف اسلام کا حکم نافذ فرمائیں ۔

جی ہاں ، جو کچھ اوپر بیان ہوا وہ سب صحیح ہوسکتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام کے توسط سے انہیں نذر آتش کرنا اور جلانا صحیح اور واقعی نہیں ہوسکتا ہے یہ ایک روشن ضمیر اور آگاہ محقق کیلئے قابل قبول نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ قضیہ کے مذہبی پہلو سے قطع نظر ہرگز امیر المؤمنین علیہ السلام جیسے نامدار کے لئے ان شرائط و حالات میں ایک انسان کو زندہ جلانا مطابقت نہیں رکھتا ہے خاص کر جبکہ اس سے پہلے ابوبکر نے " فجاءۃ سلمی " کو نذر آتش کرکے مسلمانوں کی مخالفت مول لی تھی اور خود خلیفہ نے بھی اس عمل پر

اظہار ندامت اور پشیمانی کی تھی ۔ ان حالات کے پیش نظر معنی نہیں رکھتا ہے کہ امیر المؤمنین ایک انسان یا کئی انسانوں کو نذر آتش کر کے عام مسلمانوں کی مخالفت مول لیں (جیسا کہ گزشتہ بعض روایتوں میں آیا ہے) اس سلسلہ میں اس حد تک قبول اور یقین کیا جاسکتا ہے کہ حضرت علیہ السلام ایک مرتد پر حد نافذ کرنے کے بعد، اس احتمال اور ڈر سے کہ کہیں اس کے پیرو بت کے مانند اس کی قبر کی پوجا نہ کریں اور آنے والی نسلوں کیلئے فساد کا سبب نہ بنے، لہذا حضرت نے اسے جلا کر خاکستر کر دیا ہو۔ یہ تھا، زیر بحث داستان کے واقعی پہلوؤں کے بارے میں ہمارے نظریہ و عقیدہ کا خلاصہ اور وہ تھے اس داستان کے افسانوی اور جھوٹے پہلو جو گزشتہ فصلوں میں بیان ہوئے اگر کوئی ہماری بیان کردہ بات پر مطمئن نہ ہو سکے اور اس داستان کے صحیح ہونے میں اسی حد تک اکتفا کرے اور ان روایتوں کے مضمون کو ہمارے بیان کے علاوہ قبول کرے تو اسے چاہیئے ہمارے دوش بہ دوش آئے اور کتاب کے اگلے حصہ میں بھی ہمارے ساتھ سفر کرے اور ملل و نحل کی کتابوں میں عبداللہ بن سبا اور سبئیہ کے بارے میں دانشوروں کا نظریہ سنے ۔ اس کے بعد اس موضوع کے بارے میں بیشتر آگاہی کے ساتھ فیصلہ کرے اور ہم بھی آگے بڑھنے کیلئے اپنے پروردگا سے مدد چاہتے ہیں ۔

مباحث کا خلاصہ اور نتیجہ ان الزنادقة كانت تدس في كتب الشيوخ

زندیق، اساتذہ کی کتابوں میں اپنی طرف سے حدیث اور روایتیں وارد کرتے تھے ۔ مؤلف علی نے کن لوگوں کو جلایا ؟

گزشتہ فصلوں میں ہم نے عبداللہ ابن سبا اور مرتد افراد کے احراق کے بارے میں روایتوں کی مکمل طور پر تحقیق اور جانچ پڑتال کی ان کے جعلی ہونے، یہ روایتیں کیسے شیعوں کی کتابوں میں داخل ہوئیں اور آج تک اپنے وجود کو حفظ کر سکیں اور یہ روایتیں کس حد تک صحیح ہو سکتی ہیں، ایسے مسائل تھے جن پر ہم نے گزشتہ فصلوں میں تحقیق کی اب ہم اس فصل میں بھی گزشتہ مطالب کے خاتمہ اور نتیجہ گیری کے عنوان سے کہتے ہیں :

روایاتِ احراق اس امر کی حکایت کرتی ہیں کہ علی علیہ السلام نے ان کے بارے میں غلو کرنے والوں اور ان کی الوہیت کے قائل افراد کو نذر آتش کیا ہے لیکن ان روایتوں کے مقابلے میں ایک دوسری روایت بھی موجود ہے جو کہتی ہے:

امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان لوگوں کو جلایا جو ملحد و زندیق تھے نہ غالی چنانچہ امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے : کچھ زنادقہ اور ملحدوں کو بصرہ سے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا علی علیہ السلام نے انہیں اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا صحیح بخاری میں آیا ہے کہ چند کافروں کو امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا اور حضرت نے انہیں جلادیا۔ ابن حجر فتح الباری میں نقل کرتا ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے زندیقوں کو نذر آتش کر دیا یعنی

مرتدوں کو احمد بن حنبل سے نقل کیا گیا ہے : بعض زندیقیوں کو امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس لایا گیا کہ ان کے ہمراہ کچھ کتابیں بھی تھیں امیر المؤمنین علیہ السلام کے حکم سے آگ تیار کی گئی اس کے بعد انہیں ان کی کتابوں کے ہمراہ جلا دیا گیا ۔

اس عمل کا محرک کیا تھا ؟

اس قسم کی ضد و نقیض روایتیں سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ جلانے کی روداد میں ایک حقیقت موجود تھی کہ حسبِ ذیل جیسی بعض روایتیں اس کی وضاحت کرتی ہیں ۔

امام صادق علیہ السلام نے اپنے والد امام باقر علیہ السلام اور انہوں نے امام سجاد علیہ السلام سے نقل کیا ہے : ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کے پاس لایا گیا جو پہلے عیسائی تھا بعد میں مسلمان ہوا اس کے بعد دوبارہ عیسائیت کی طرف چلا گیا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ اعرضوا علیہ الھوان ثلاثۃ ایام- ( اسے تین دن مہلت دو اور اسے ذلت کی حالت میں رکھو) اور ان تین دنوں کی مدت تک حضرت علیہ السلام اسے اپنے پاس سے کہانا بھیجتے تھے ، چوتھے دن زندان سے اپنے پاس بلایا اور اسے اسلام کی دعوت دی ، لیکن وہ اسلام قبول کرنے پر حاضر نہیں ہوا امام نے اسے ( مسجد کے صحن میں قتل کر دیا۔ عیسائی جمع ہوئے اور حضرت سے درخواست کی کہ ایک لاکہ درہم کے ساتھ مقتول کی لاش کو ان کے حوالہ کر دیں ۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے قبول نہیں کیا اور حکم دیا کہ اس کے جسد کو نذر آتش کردیا جائے اس کے بعد فرمایا : میں ہرگز ان کا اس امر میں تعاون نہیں کروں گا کہ شیطان جنہیں حکم دیتا ہو ۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت علیہ السلام نے اس جملہ کا بھی اضافہ کیا :

میں ان میں سے نہیں ہوں جو کافر کو جسد بیچ ڈالتے ہیں ۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ امام علیہ السلام نے مرتدوں کو قتل کرنے کے بعد ان کے اجساد کو نذر آتش کر دیا۔

بہر حال جو روایتیں ہم نے اوپر نقل کی ہیں ان سے امیر المؤمنین علیہ السلام کے طریقہ کار کا راز ان افراد کے بے روح اجساد کو جلانے کی علت واضح ہوجاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے:

اولاً: جو لوگ علی علیہ السلام کے حکم سے جلائے گئے ہیں ، ملحد یا مرتد تھے ، نہ غلو کرنے والے افراد۔

ثانیاً: ان کو قتل کرنے کے بعد انکے بے جان بدن جلائے گئے ہیں نہ قتل کرنے سے پہلے انہیں ارتداد کی حد کے طور پر جلایا گیا ہے ۔

ثالثا : علی علیہ السلام کے اس عمل کا محرک اس امر کو روکنا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ملحد و مرتد افراد کی قبریں ان کے حامیوں اور طرفداروں کی طرف سے مورد احترام قرار پائیں اور بصورت بت ان کی پوجا کی جائے ۔ پھر بھی ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ

جھوٹ پھیلانے والوں نے ان روایتوں میں تحریف کرکے انہیں افسانوں کی صورت میں پیش کیا ہے کہ عقل جسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔

دو متضاد قیافے عبد اللہ بن سبا کے بارے میں شیعہ کتابوں میں نقل ہوئی روایتیں دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہیں عبد اللہ بن سبا ان دو قسم کی روایتوں میں دو مختلف قیافوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے: ایک جگہ پر ایک ایسے قیافہ میں رونما ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کرکے ان کی الوہیت اور خدائی کا قائل ہوا ہے اور دوسری جگہ پر ایک ایسے شخص کے قیافہ میں ظاہر ہوا ہے جس نے پروردگار کے منزہ اور مقدس ہونے کے بارے میں غلو کیا ہے۔

اور خوارج کے مانند جو خود اس کے گمان میں حریم قدس ربوبیت کے بارے میں سزاوار نہیں ہے اس سے انکار کرتا ہے۔

یہ دو قسم کی روایتیں ایک دوسرے کی متناقض اور مخالف ہیں اور ان کی ایک قسم دوسری قسم کو جھٹلاتی ہے ان روایتوں کی پہلی قسم صرف رجال کشی اور اس سے نقل کی گئی کتابوں میں ملتی ہیں ہم نے گزشتہ صفحات میں رجال کشی اور اس کتاب کی حیثیت کے بارے میں علماء کی رائے اور ان کا عقیدہ نقل کیا ہے اب ہم عبد للہ بن سبا کے بارے میں اس کے ان دو متضاد قیافوں کے ساتھ اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں:

## عبد اللہ بن سبا کے بارے میں ہمارا آخری نظریہ:

### عبد اللہ بن سبا قیافہ اول میں:

اس سلسلہ میں ہمارے نظریے اور عقیدے کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کا شخص یا قیافہ کبھی وجود نہیں رکھتا تھا ان روایتوں کے حصہ میں ذکر ہوئے قید و شرط و خصوصیات کے ساتھ عبد اللہ بن سبا نامی کسی شخص کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ مسموم افکار نے اس قسم کی شخصیت کو خلق کیا ہے اور مرموز و ظالم ہاتھوں نے اس افسانہ کو تاریخ اسلام میں جعل کیا ہے اور بعد میں لوگوں نے نقل کرکے اسے پرورش و وسعت بخشی ہے یہاں تک اس نے ایک تاریخی حقیقت کی صورت اختیار کرلی ہے اور نا قابل انکار حقیقت کے روپ میں منتشر ہوا ہے جس مؤلف نے بھی اس افسانہ کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے اس نے انہیں دو آخذ یعنی افکار مسموم اور عوام کے افواہ سے نقل کیا ہے۔

### عبد للہ ابن سبا قیافہ دوم میں:

انشاء اللہ اگلی فصل میں اس سلسلہ میں حقیقت کے رخ سے پردہ اٹھا کر بیشتر وضاحت کریں گے

## غالیوں کی احادیث کی تحقیق کا خلاصہ :

جو کچھ ہم نے کہا وہ ان احادیث ور روایتوں کے بارے میں تھا جن میں عبد اللہ بن سبا کا نام آیا ہے لیکن، وہ احادیث جو غالیوں کے بارے میں ہیں اور ان میں عبداللہ بن سبا کا نام نہیں ایا ہے ان میں سے ایک رجال کشی میں ہے اور وہ وہی آٹھویں حدیث ہے کہ کہتا ہے: امام اپنی بیوی (ام عمرو عنزیہ) کے گھر میں تھے کہ کئی غالیوں کو انکی خدمت میں لایا گیا۔

اس روایت کے ضعف و جعلی ہونے میں اتنا ہی کافی ہے کہ اس سے پہلے بھی ہم نے کہاکہ کسی رجال شناس، حالات کی شرح لکھنے والے، کسی مؤرخ و حدیث شناس نے امیرالمؤمنین کیلئے قبیلہ "عنزیہ" کی " ام عمرو" نامی بیوی نہیں ذکر کیا ہے تا کہ غالیوں کو اس وقت لایا جاتا جب حضرت اپنی اس بیوی کے پاس تھے !!

ان روایتوں میں سے ایک اورروایت ایک مرد سے نقل کی گئی ہے کہ اس مرد کا نام ذکر نہیں ہوا ہے اور در حقیقت اس روایت کا راوی اور ناقل معلوم نہیں ہے تا کہ اس کے اعتبار یا عدم اعتبار اور صحیح یا غلط ہونے کے سلسلے میں گفتگو کی جا سکے۔ اس کے علاوہ خود یہ روایتیں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ایک کا مضمون دوسرے کے مضمون کو ایسے جھٹلاتا ہے کہ تھوڑی سی توجہ اور دقت کرنے سے ان کے مضمون کا بے بنیاد اور باطل ہونا واضح ہوجاتا ہے۔

ان کے علاوہ ان روایتوں کا مجموعی مضمون ان روایتوں سے تناقض و اختلاف رکھتا ہے جو مرتد کی سزا وار حد قتل کو معین کرتی ہیں نہ ان کے جلانے اور نذر آتش کرنے کو۔

اس سے بالاتر یہ ہے کہ اگر یہ روایتیں اور یہ تاریخی حوادث اس اہمیت کے ساتھ حقیقت ہوتے تو مشہور و معروف مورخین سے کیسے مخفی رہ گئے ہیں اور انہوں نے ان کے بارے میں کسی قسم کا اشارہ تک نہیں کیا ہے جبکہ ان سب نے ابوبکر کی طرف سے ''

فجائیہ سلمی "کو نذر آتش کرنے کے حکم کے بارے میں نقل کیا ہے۔

شیعوں کی کتابوں میں ابن سبا اور غالیوں کی احادیث کی پیدائش کا خلاصہ جو کچھ ہم نے گزشتہ صفحات اور سطروں میں بیان کیا اس سے واضح اور قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن سبا اور غالیوں کے بارے میں روایتیں جو ہمارے بحث و گفتگو کا موضوع تھیں، کلی طور پر جعلی اور جھوٹی روایتیں ہیں کہ جو ہماری کتابوں میں داخل ہوئی ہیں اور ہماری صحیح روایتوں سے ممزوج ہوچکی ہیں اور ان جھوٹی روایتوں کی پیدائش اور ان کے شیعوں کی کتابوں میں وارد ہونے کے بارے میں ہم نے اس سے پہلے اشارہ کیا ہے کہ غیر متدین افراد نے اساتذہ اور شیخ کی کتابوں میں جعلی رایتوں کو بعض اوقات مخلوط کیا ہے اور انہیں قابل اعتماد کتابوں کے ذریعہ اپنے چھوٹے اور بے بنیاد مطالب کو لوگوں کے درمیان منتشر کیا ہے اور دوسری جانب سے شیعہ علماء اور دانشوروں نے فقہ اور احکام کے علاوہ دیگر موضوعات سے مربوط روایتوں کی طرف خاص توجہ نہیں دی ہے اور اس قسم کی

روایتوں کی بحث و تحقیق نہیں کی ہے اور دوسری طرف سے فتنوں اور بغاوتوں کی وجہ سے اور سیرت تاریخ، تشریح اور علوم و فنون اور علمی آثار میں عدم توجہ کی وجہ سے ان کے نابود ہونے کے نتیجہ میں اصلی کتابوں کی جگہ ناقابل اعتماد مطالب آ گئے ہیں۔

یہ تھا، رجال و احادیث کی کتابوں میں عبد اللہ بن سبا کا قیافہ اور اس کے بارے میں روایتوں کا خلاصہ، کتاب کے اگلے حصہ میں ہم ادیان و عقائد (ملل و نحل) میں اس کے قیافہ کا مشاہدہ کریں گے۔

## حصہ اول کے مآخذ

۱۔ اختیار رجال کشی: (ص ۱۰۶ ۔ ۱۰۸) عبد اللہ بن سبا کے بارے میں کشی کی پنجگانہ روایتیں۔

۲۔ مصفی المقال: ترجمہ رجال کشی: ص ۳۷۵۔

۲۸۸ / ۳۔ حاشیہ الذریعہ: ۴

۳۸۵/ ۴۔ الذریعہ: ۳

۲۴۹ ۔ ۲۵۱ باب نفی الغلو فی النبی و الائمہ / ۵۔ بحار الانوار: طبع کمپانی ۷

۴۵۶ ۔ باب حکم الغلاۃ و القدریہ / ۶۔ وسائل: ۳

۲۶۴ باب الرد علی الغلاۃ و القدریہ / ۷۔ مناقب: ۱

۸۔ رجال نجاشی: ص ۲۸۸

۹۔ مصفی المقال: شرح حال حائری ۱۰ ۔ رجال نجاشی: ۲۷۰

۲۱۳ ، خصال، / ۱۱ ۔ من لا یحضرہ الفقیہ: بطور مرسل از امیر المؤمنین علیہ السلام ۱۴

۳۲۲ حدیث ۱۷۱ ، وسائل نقل از من لا یحضرہ الفقیہ و تہذیب و / ص ۶۲۸ حدیث ۴۰۰ / تہذیب ۲

۵۱۱ / ۱۱۸ ، و حدائق ۸ / علل باب ۲۸ از ابواب تعقیب ۴۸۱ وافی در باب فضل تعقیب ۵

۶۳۵ شیخ طوسی کی امالی کی نقل کے مطابق اور ابن / ۱۲ ۔ بحار: طبع کمپانی ۱۹

حجر نے بھی ' لسان المیزان " میں عبد اللہ بن سبا کے حالات کی تشریح میں، یہسب کی بات تک (وہ کہتا ہے خدا و پیغمبر سے جھوٹ کی نسبت دیتا تھا) اور بقیہ مطلب کو ناقص چھوڑا ہے۔

۱۳ ۔ غیبت نعمانی: ص ۱۶۷ ۔ ۱۶۸ باب ذکر جیش الغضب ۱۴ ۔ اختیار معرفۃ الرجال: ص ۳۰۷ ۔ ۳۰۸ حدیث ۵۵۶ اور ص ۷۲ پر حدیث ۱۲۷ خلاصہ کے طور پر۔

۲۵۹ ۔ ۲۶۰ حدیث ۲۳ باب مرتد، من لا یحضرہ / ۱۵ ۔ اختیار معرفۃ الرجال: ۱۰۹ و کافی ۷

۲۵۰ باب نفی الغلو و حکم قتال کے باب / ۷۰ باب حد مرتد، بحار ۷ / ۹۰، ووافی : ۹ / الفقیہ ۳
میں رجال کشی میں آیا ہے۔
۲۵۴ / ۱۳۸ و استبصار ۴ / ۱ وتہذیب ۱ ۲۵۷ اور حدیث ۸ / ۱۶ ۔ کافی : باب حد المرتد، ۷
۲۴۹، و مستدرک وسائل / ۲۶۵، و بحار طبع کمپانی : ۷ / ۱۷ ۔ مناقب ابن شہر آشوب : ۱
۲۴۴ ۔ / ۳
۱۴۰ حدیث ۱۳ باب حد مرتد / ۹۱، تہذیب ۱۰ / ۱۸ ۔ من لا یحضرہ الفقیہ : ۳
۲۰۲ / ۱۹ ۔ تاریخ اسلام، ذہبی : ۲
۲۲۱ حدیث اول / ۲۱۷ و ۲۸۲ حدیث ۲۵۵۲ و سنن ابی داؤد ۲ / ۲۰ ۔ مسند احمد حنبل : ۱
از باب "حکم من ارتداد" کتاب حدود ۲۳۲ / ۲۱ ۔ سیرۃ اعلام النبلاء ذہبی، ابن عباس کی شرح میں ۳
۲۴۳ باب حکم الغلاۃ و القدریہ اس نے کتاب عیون المعجزات سے / ۲۲ ۔ صحیح ترمذی : ۶
نقل کیا ہے ۔
۲۴۴ فضائل ابن شاذان سے نقل کیا ہے ۔ / ۲۴ ۔ مستدرک وسائل الشیعہ : ۳
۱۱۵، کتاب الجہاد باب لایعذب بعذاب اللہ / ۲۹۵، صحیح بخاری : ۲ / ۲۵ ۔ بدایۃ المجتہد : ۲
۸۴۸ حدیث ۲۵۳۵ باب / ۱۳۰ از صحیح بخاری باب استتابۃ المرتدین و سنن ابن ماجہ : ۲ / و ۱۴
۲۴۲ میں بھی آیا ہے ۔ / المرتد من دینہ از کتاب حدود و سنن ترمذی : ۶
۱۳۸، حدیث ۱۷ باب / ۱۰، ۱۳۸ / ۲۵۸ حدیث ۱۷ باب حد مرتد، تہذیب ۱۰ / ۲۶ ۔ کافی : ۷
۲۵۵ حدیث ۶ ۔ / حد مرتد و استبصار : ۴
۴۸۵ / ۲۷ ۔ من لا یحضرہ الفقیہ : ۳
۱۳۷ حدیث ۴ / باب حد مرتد، / ۲۵۶ حدیث ۳ / باب حد مرتد، تہذیب : ۱۰ / ۲۸ ۔ کافی : ۷
۱۹ ابواب حد مرتد۔ / ۲۵۳ حدیث ۴ باب حد مرتد، وافی ۷۰ / استبصار ۴
۲۵۴ و / ۱۳۹، حدیث ۱۰ استبصار : ۴ / ۲۵۶ باب حد المرتد، تہذیب ۱۰ / ۲۹ ۔ کافی ۷
۷۰ / وافی ۹
۱۳۹، حدیث ۱۱ / ۹۱، تہذیب ۱۰ / ۳۰ ۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۳
۷۰ / باب حد مرتد، وافی ۹

۷۰ / ۲۵۸ ح ۵ باب حد مرتد و صفحہ ۲۵۷ ح ۶ خلاصہ کے طور پر، وافی ۹ / ۳۱ ۔ کافی : ۷

۳۲ صفین طبع مصر : ۴۳

۱۲۶ سے نقل کرکے ۔ / ۳۳ ۔ التعریف : تالیف وحید بہبانی ( وفات ۱۲۵۹ ) الذریعہ ۲

۳۴ ۔ معجم البلدان : تحت لغت "بین السورین" یہ کتاب شیخ طوسی کے ہاتھ میں تھی، انہوں نے فتنہ و حادثہ کے بعد نجف مہاجرت کی اور وہاں کے حوزہ علمیہ کا ادارہ کیا جو آج تک برقرار ہے ۔

۳۵ ۔ یہ دو روایتیں اختیار معرفۃ الرجال ص ۲۲۴ ۔ ۲۲۵ نمبر ۴۰۱ و ۴۰۲ میں آئی ہیں ۔

۲۴۳ نے دعائم الاسلام و جعفریات سے نقل کیا ہے ۔ / ۳۶ ۔ مستدرک وسائل الشیعہ : ۳

۱۳۰ باب حکم المرتد، کتاب استتابۃ المرتدین ۔ / ۳۷ ۔ صحیح بخاری : ۴

۴۹۱ حدیث لا یعذب بعذاب اللہ کی شرح میں ۔ / ۳۸ ۔ فتح الباری : ۶

۳۲۲ پر درج / ۲۸۲ نمبر ۲۵۵۱ مسند احمد ۱ / ۴۹۲ ، مسند احمد ۱ / ۳۹ ۔ فتح الباری : ۶

ہوا ہے ۔

۲۴۳ حدیث ۲ باب " ان المرتد یستتاب بثلاثۃ ایام " جعفریات سے / ۴۰ ۔ مستدرک وسائل : ۳

نقل کیا ہے ۔

۲۴۳ حدیث ۴ / باب "حکم الزندیق و الناصب" دعائم الاسلام / ۴۱ ۔ مستدرک وسائل : ۳

سے نقل کیا ہے ۔

۴۲ ۔ ہماری کتاب "خمسون ماۃ صحابی مختلق" فصل "زندقہ" میں مقدماتی اور ابتدائی بحث کی طرف رجوع کیا جائے ۔

## دوسری فصل

عبداللہ بن سبا ، ملل اور فرق کی نشاندہی کرنے والی کتابوں میں عبداللہ بن سبا اور ابن سودا ملل و فرق کی کتابوں میں۔

ملل و فرق کی کتابوں میں سبائیوں کے گروہ۔

ابن سبا، ابن سودا اور سبیہ کے بارے میں بغدادی کا بیان۔

ابن سبا و سبیئہ کے بارے میں شہرستانی اور اسکے تابعین کا بیان۔

عبداللہ بن سبا کے بارے میں ادیان و عقاید کے علماء کا نظریہ۔

عبداللہ بن سبا کے بارے میں ہمارا نظریہ۔

نسناس کا افسانہ۔

ن سناس کی پیدائش اور اس کے معنی کے بارے میں نظریات۔

مباحث کا خلاصہ و نظریہ۔

اس حصہ کے مآخذ۔

## عبد اللہ بن سبا و ابن سودا ملل اور فرق کی نشاندھی کرنے والی کتابوں میں

يرسلون الكلام على عواهنه

ادیان کی بیوگرافی پر مشتمل کتابیں لکھنے والے سخن کی لگام قلم کے حوالے کرتے ہیں اور کسی قید و شرط کے پابند نہیں ہیں۔

مؤلف

ہم نے اس کتاب کی پہلی جلد کے حصہ "پیدائش عبد اللہ بن سبا" میں مؤرخین کے نظر میں عبد اللہ بن سبا کے افسانہ کا ایک خلاصہ پیش کیا گزشتہ حصہ میں بھی ان اخبار و روایتوں کو بیان کرکے بحث و تحقیق کی جن میں عبد اللہ بن سبا کا نام آیا ہے۔

ہم نے اس فصل میں جو کچھ ملل و فرق کی نشاندہی کرنے والی کتابوں میں عبد اللہ بن سبا، ابن سوداء اور سبیہ کے بارے میں بیان کرنے کے بعد ان مطالب کو گزشتہ چودہ صدیوں کے دوران اسلامی کتابوں اور مآخذ میں نقل ہوئے ان کے مشابہ افسانوں سے تطبیق و موازنہ کیا ہے اس کے بعد گزشتہ کئی صدیوں کے دوران ان تین الفاظ کے معنی و مفہوم میں ایجاد شدہ تغیر و تبدیلیوں کے بارے میں بھی ایک بحث و تحقیق کرکے اس فصل کو اختتام تک پہنچایا ہے۔

علمائے ادیان کا بیان سعد بن عبد اللہ اشعری قمی (وفات ۳۰۱ھ) اپنی کتاب " المقالات و الفرق " میں عبد اللہ بن سبا کے بارے میں کہتا ہے:

"وہ پہلا شخص ہے جس نے کھلم کھلا ابوبکر، عمر، عثمان، اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر تنقید کی اور ان کے خلاف زبان کھولی اور ان سے بیزاری کا اظہار کیا اس نے دعوی کیا کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے اسے یہ طریقہ کار اپنانے کا حکم دیا اور کہا کہ اس راہ میں کسی قسم کی سہل انگاری اور تقیہ سے کام نہ لے اور سستی نہ دکھائے جب یہ خبر علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو پہنچی تو انہوں نے حکم دیا کہ اسے پکڑ

کر ان کے پاس حاضر کیا جائے جب اسے ان کے پاس لایا گیا تو روداد کے بارے میں اس سے سوال کیا اور اس کے اپنائے گئے طریقہ کار اور دعوی کے بارے میں اس سے وضاحت طلب کی، جب ابن سبا نے اپنے کئے ہوئے اعمال کا اعتراف کیا تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس وقت ہر طرف سے حضرت علی علیہ السلام پر اعتراض کی صدائیں بلند ہوئیں کہ اے امیر المؤمنین! کیا اس شخص کو قتل کر رہے ہیں جو لوگوں کو آپ اور آپ کے خاندان کے ساتھ محبت اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی اور مخالفت کی دعوت دیتا ہے؟ جس کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اس کے قتل سے چشم پوشی کی اور اسے مدائن میں جلا وطن کر دیا"

اس کے بعد اشعری کہتا ہے:

" اور بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا ایک یہودی تھا اس کے بعد اس نے اسلام قبول کیا اور علی علیہ السلام کے دوستداروں میں شامل ہو گیا وہ اپنے یہودی ہونے کے دوران حضرت موسی کے وصی "یوشع بن نون " کے بارے میں شدید اور سخت عقیدہ رکھتا تھا[1]

اشعری اپنی بات کویوں جاری رکھتا ہے : " جب علی علیہ السلام کی وفات کی خبر مدائن میں عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں نے سنی تو انہوں نے مخبر سے مخاطب ہوکر کہا؛ اے دشمن خدا ! تم جھوٹ بولتے ہو کہ علی علیہ السلام وفات کر گئے۔ خدا کی قسم اگر ان کی کھوپڑی کو ایک تھیلی میں رکھ کر ہمارے پاس لے آؤ اور ستر ( ۷۰ ) آدمی عادل ان کی موت کی شہادت دیں تب بھی ہم تیری بات کی تصدیق نہیں کریں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ علی علیہ السلام نہیں مریں گے نہ ہی مارے جائیں گے۔ جی ہاں ! وہ اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک کہ تمام عرب اور پوری دنیا پر حکومت نہ کریں "۔

---

۱۔ اشعری سے وہی اشعری مقصود ہے کہ مؤرخین نے سیف بن عمر ( وفات ۱۷۰ ھ ) سے لیا ہے اور ہم نے اس مطلب کو اسی کتاب کی جلد اول کے اوائل میں تحقیق کی ہے۔

عبد اللہ بن سبا اور اس کے ماننے والے فوراً کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے اور اپنے مرکبوں کو علی کے گھر کے باہر کھڑا کر دیا اس کے بعد حضرت کے گھر کے دروازے پر ایسے کھڑے رہے جیسیان کے زندہ ہونے پر اطمینان رکھتے ہوں اور ان کے حضور حاضر ہونے والے ہوں اور اس کے بعد داخل ہونے کی اجازت طلب کی ۔ علی علیہ السلام کے اصحاب اور اولاد میں سے جو اس گھر میں موجود تھے ، نے ان افراد کے جواب میں کہا؛ سبحان اللہ ! کیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ امیر المؤمنین مارے گئے ہیں ؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ مارے نہیں جائیں گے اور طبیعی موت بھی نہیں مریں گے یہاں تک وہ اپنی منطق و دلیل سے تمام عربوں کو متاثر کرکے اپنی تلوار اور تازیانوں سے ان پر مسلط ہوں گے وہ اس وقت ہماری گفتگو کو سن رہے ہیں اور ہمارے دلوں کے راز اور گھروں کے اسرار سے واقف ہیں اور تاریکی میں صیقل کی گئی تلوار کے مانند چمکتے ہیں"

اسکے بعد اشعری کہتا ہے : " یہ ہے " سبیئہ " کا عقیدہ اور مذہب اور یہ ہے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں "حرثیہ " کا عقیدہ " حرثیہ " عبد اللہ بن حرث کندی کے پیرو ہیں ۔ وہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں معتقد تھے کہ وہ کائنات کے خدا ہیں اپنی مخلوق سے ناراض ہو کر ان سے غائب ہو گئے ہیں اور مستقبل میں ظہور کریں گے"

میں اشعری کی اسی بات کی طرف / ابن ابی الحدید بھی شرح نہج البلاغہ (۱۴۲۵)

اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے :

"اصحاب مقالات نے نقل کیا ہے کہ"

اشعری نے اپنی کتاب میں " سبیئہ " کے بارے میں اس طرح داستان سرائی کی ہے ،

قبل اس کے کہ اپنی بات کے حق میں کوئی دلیل پیش کرے اور اپنے افسانہ کیلئے کسی منبع و مآخذ کا ذکر کرے۔

نجاشی ، اشعری کے حالات کی تشریح میں کہتا ہے:

"اس نے اہل سنت سے کثرت سے منقولات اور روایتیں اخذ کی ہیں اور روایات اور احادیث کو حاصل کرنے کی غرض سے اس نے سفر کئے ہیں اور اہل سنت کے بزرگوں سے ملاقاتیں کی ہیں"

بہر حال اشعری نے اپنی کتاب مقالات میں ابن سبا کے بارے میں جو کچھ درج کیا ہے اسکے بارے میں کوئی مآخذ و دلیل پیش نہیں کیا ہے۔

اسی طرح مختلف اقوام و ملل کے - ملل و نحل کے عقائد و ادیان کے بارے میں کتاب لکھنے والوں کی عادت و روش یہ رہی ہے کہ وہ اپنی گفتگو کی باگ ڈور کو آزاد چھوڑ کر قلم کے حوالے کر دیتے ہیں اور اپنی بات کے سلسلہ میں سند و مآخذ کے بارے میں کسی قسم کی ذمہ داری کا احساس نہیں کرتے ہیں مآخذ اور دلیل کے لحاظ سے اپنے آپ کو کسی قید و شرط کا پابند نہیں سمجھتے ہیں اپنے

آپ کو کسی بھی منطق و قواعد کا پابند نہیں جانتے ہیں چنانچہ ملاحظہ فرمایا: اشعری نے ایک اور گروہ کو "حربیہ "یا "حرثیہ " کے نام سے عبداللہ بن حرث کندی سے منسوب کر کے گروہ سبئیہ میں اضافہ کیا ہے۔

ابن حزم عبداللہ بن حرث کے بارے میں کہتا ہے:

حارثیہ جو رافضیوں کا ایک گروہ ہے اس کے افراد اس سے منسوب ہیں وہ ایک غالی و کافر شخص تھا اس نے اپنے ماننے والوں کے لیے دن رات کے دوران پندرہ رکعت کی سترہ نمازیں واجب قرار دی تھیں اس کے بعد توبہ کر کے اس نے خوارج کے عقیدہ "صفریہ "کو اختیار کیا "۔

نوبختی (وفات ۳۱۰ھء) نے بھی اپنی کتاب "فرق الشیعہ "میں اشعری کی اسی بات کو درج کیا ہے کہ جسے ہم نے پہلے نقل کیا۔ البتہ اشعری کے بیان کے آخری دو حصے ذکر نہیں کئے ہیں جس میں وہ کہتا ہے: امام کی رحلت کی خبر کی تحقیق کیلئے سبائی ان کے گھر کے دروازے پر گئے "اس کے علاوہ اپنی بات کا مآخذ جو کہ "مقالات اشعری "ہے، کا بھی ذکر نہیں کیا ہے۔

علی ابن اسماعیل (وفات ۳۳۰ھء) اپنی کتاب "مقالات اسلامیین "میں کہتا ہے:

"سبائیوں کا گروہ، عبداللہ بن سبا کے ماننے والے ہیں کہ ان کے عقیدہ کے مطابق علی ابن ابیطالب علیہ السلام فوت نہیں ہوئے ہیں، اور وہ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں واپس آئیں گے اور ظلم و بے انصافی سے پُر، کرہ ارض کو اس طرح، عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے لبریز ہوگی اور نقل کیا گیا ہے کہ ابن سبا نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے کہا: تم وہی ہو (انت انت)

علی بن اسماعیل اضافہ کرتا ہے کہ سبائیوں کا گروہ، رجعت کا معتقد ہے اور "سید حمیری "سے نقل ہوا ہے کہ اس نے اپنا معروف شعر اسی عقیدہ کے مطابق کہا ہے، جہاں پر کہتا ہے:

الی یوم یؤوب الناس فیه

الی دنیاهم قبل الحساب

میں اس دن کے انتظار میں ہوں کہ لوگ اس دن پھر سے ان دنیا میں واپس آئیں گے،

اس سے قبل کہ حساب اور قیامت کا دن آئے اس کے بعد کہتا ہے:

"یہ لوگ جب رعد و برق کی آواز سنتے ہیں تو کہتے ہیں:

"السلام علیک یا امیر المؤمنین"!

## ملل و نحل کی کتابوں میں سبائیوں کے فرقے

وھولاء کلھم احزاب الکفر

سبائی، سب اہل کفر کے گروہوں میں سے ہیں ۔

علمائے ادیان ابو الحسن ملطی (وفات ۳۷۷ھ) اپنی کتاب "التنبہ و الرد" کی فصل "رافضی اور ان کے عقاید" میں کہتا ہے:

"سبائیوں اور رافضیوں کا پہلا گروہ، غلو کرنے والا اور انتہا پسند گروہ ہے ،بعض اوقات انتہا پسند رافضی سبائیوں کے علاوہ بھی ہوتے ہیں انتہا پسند اور غلو کرنے والے سبائی، عبد اللہ بن سبا کے پیرو ہیں کہ انہوں نے علی علیہ السلام سے کہا: تم وہی ہو! علی علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا: میں کون ہوں ؟ انہوں نے کہا: وہی خدا اور پروردگار! علی علیہ السلام نے ان سے توبہ کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے توبہ قبول کرنے سے انکار کیا ۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک بڑی آگ آمادہ کی اور انہیں اس میں ڈال کر جلا دیا ،

اور ان کو جلاتے ہوئے یہ رجز پڑھتے تھے :

لما رایت الامر امراً منکراً

اججت ناری و دعوت قنبراً

جب میں کسی برے کام کا مشاہدہ کرتا تو آگ کو جلا کر قنبر کو بلاتا تھا تا آخر ابیات ابو الحسن ملطی اس کے بعد کہتا ہے :

اس گروہ کے آج تک کچھ لوگ باقی بچے ہیں کہ یہ لوگ زیادہ تر قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں :

﴿اِنَّ علَينَا جَمْعَهُ وَ قُرْآنَهُ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِع قُرْآنَهُ﴾[1]

یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے جمع کریں اور پڑھوائیں ، پھر جب ہم پڑھادیں تو آپ اس کی تلاوت کو دھرائیں ۔

اور یہ گروہ معتقد ہے کہ علی ان ابیطالب علیہ السلام نہیں مرے ہیں اور انہیں موت نہیں آسکتی ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہیں اور کہتے ہیں : جب علی علیہ السلام کی رحلت کی خبر ان کو ملی تو انہوں نے کہا: علی علیہ السلام نہیں مریں گے، اگر اس کے مغز کو ستر تھیلوں میں بھی ہمارے پاس لاؤ گے ، تب بھی ہم ان کی موت کی تصدیق نہیں کریں گے! جب ان کی بات کو حسن ابن علی علیہ السلام کے پاس نقل کیا گیا تو انہوں نے کہا: اگر ہمارے والد نہیں مرے ہیں تو ہم نے کیوں ان کی وراثت تقسیم کی اور ان کی بیویوں نے کیوں شادی کی ؟

---

۱۔ سورہ قیامت : آیت ۱۷ و ۱۸ ۔

ابو الحسن ملطی مزید کہتا ہے:

" سبائیوں کا دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نہیں مرے ہیں بلکہ وہ بادلوں کے ایک ٹکڑے میں قرار پائے ہیں لہذا جب وہ بادلوں کے ایک صاف و سفید اور نورانی ٹکڑے کو رعد و برق ۱ کی حالت میں دیکھتے ہیں، تو اپنی جگہ سے اٹھ کر اس ابر کے ٹکڑے کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر دعا و تضرع میں مشغول ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:

اس وقت علی ابن ابیطالب علیہ السلام بادلوں میں ہمارے سامنے سے گزرے"!

ابو الحسن ملطی اضافہ کرتا ہے:

" سبائیوں کا تیسرا گروہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: علی علیہ السلام مر گئے ہیں لیکن قیامت کے دن سے پہلے مبعوث اور زندہ ہوں گے، اور تمام اہل قبور ان کے ساتھ زندہ ہوں گے تا کہ وہ دجال کے ساتھ جنگ کریں گے اس کے بعد شہر و گاؤں میں لوگوں کے درمیان عدل و انصاف برپا کریں گے اور اس گروہ کے لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ علی علیہ السلام خدا ہیں اور رجعت پر بھی عقیدہ رکھتے ہیں"

ابو الحسن ملطی اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے:

" سبائیوں کے چوتھے گروہ کے لوگ محمد بن علی (محمد حنفیہ) کی امامت کے معتقد ہیں اور کہتے ہیں: وہ رضوی نامی پہاڑ میں ایک غار میں زندگی گذار رہے ہیں ایک اژدھا اور ایک شیر ان کی حفاظت کر رہا ہے، وہ وہی "صاحب الزمان" ہیں جو ایک دن ظہور کرےں گے اور دجال کو قتل موت کے گھاٹ اتاریں گے! اور لوگوں کو ضلالت اور گمراہی سے ہدایت کی طرف لے جائیں گے اور روئے زمین کو مفاسد سے پاک کریں گے"

ابو الحسن ملطی اپنی بات کے اس حصہ کے اختتام پر کہتا ہے:

" سبائیوں کے یہ چاروں گروہ "بداء" کے معتقد ہیں! اور کہتے ہیں: خدا کیلئے کاموں میں بداء حاصل ہوتا ہے یہ گروہ توحید اور خدا شناسی کے بارے میں اور بھی باطل بیانات اور عقائد رکھتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو یہ اجازت نہیں دے سکتا ہوں کہ خدا کے بارے میں ان کے ان ناشائستہ عقائد کو اس کتاب میں وضاحت کروں اور نہ یہ طاقت رکھتا ہوں کہ خدا کے بارے میں ایسی باتوں کو زبان پر لاؤں مختصر یہ کہ یہ سب گروہ اور پارٹیاں کفر کے فرقے ہیں"

ابو الحسن ملطی اسی کتاب کے باب "ذکر الروافض و اجناسهم و مذاهبهم" میں سبائیوں کے بارے میں دوبارہ بحث و گفتگو کرتا ہے اور اس دفعہ "ابو عاصم" سے یوں نقل کرتا ہے کہ:

---

۱۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بنیادی طور پر سفید، صاف اور روشن بادل رعد و برق ایجاد نہیں کرتے ہیں بلکہ یہ سیاہ بادل ہے جو رعد و برق پیدا کرتا ہے

"عقیدہ کے لحاظ سے رافضی پندرہ گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں اور یہ پندرہ گروہ خدا کی طرف سے اختلاف اور پراگندگی کے عذاب میں بتلا ہو کر اور مزید بہت سے گروہوں اور پارٹیوں میں تقسیم ہوگئے ہیں :

اول) ان میں سے ایک گروہ خدا کے مقابلے میں علی ابن ابیطالب کی الوہیت اور خدائی کے قائل ہے "۔یہاں تک کہتا ہے" ان ہی میں سے عبد اللہ بن سبا تھا جو یمن کے شہر صنعا کا رہنے والا تھا اور علی علیہ السلام نے اسے ساباط جلا وطن کیا"

دوم) ان میں سے دوسرا گروہ جسے "سبیئہ "کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ : علی علیہ السلام نبوت میں پیغمبر کے شریک و سہیم ہیں ، پیغمبر اپنی زندگی میں مقدم تھے اور جب وہ دنیا سے رحلت کر گئے تو علی ان کی نبوت کے وارث بن گئے اور ان پر وحی نازل ہوتی تھی جبرئیل ان کیلئے پیغام لے کر آتے تھے۔ اس کے بعد کہتا ہے : یہ دشمن خدا ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں ، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاتم الانبیاء تھے اور ان کے بعد نبوت رسالت وجود نہیں رکھتی ہے ۔

سوم) ان کے ایک دوسرے گروہ کو "منصوریہ "کہتے ہیں وہ اس بات کے معتقد ہیں کہ علی نہیں مرے ہیں بلکہ بادلوں میں زندگی گذار رہے ہیں"

اس طرح رافضیوں کے پندرہ گروہوں کو اپنے خیال و زعم میں معین کرکے ان کے عقائد کی وضاحت کرتا ہے ۔

## ابن سبا ، ابن سودا اور سبائیوں کے بارے میں عبدا لقاہر بغدادی کا بیان

و هذه الطائفة تزعم ان المهدی المنتظر هو علیّ

گروہ سبئیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مہدی منتظر وہی علی ہے ۔ بغدادی عبدا لقاہر بغدادی ( وفات ۴۲۹ ھ) اپنی کتاب " الفرق بین الفرق "کے فصل " عقیدہ سبئیہ اور اس گروہ کے خارج از اسلام ہونے کی شرح کے باب "میں کہتا ہے:

"گروہ سبیئہ اسی عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں کہ جنھوں نے علی ابن ابیطالب علیہ کے بارے میں غلو کیا ہے اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے ۔ اس کے بعد اس کی الوہیت و خدائی کے معتقد ہوئے اور کوفہ کے بعض لوگوں کو اپنے عقیدہ کی طرف دعوت دی ۔ جب اس گروہ کی خبر علی علیہ السلام کو پہنچی ، تو انکے حکم سے ان میں سے بعض لوگوں کو دو گڑھوں میں ڈال کر جلادیا گیا ، حتی بعض شعراء نے اس روداد کے بارے میں درج ذیل اشعار بھی کہے ہیں :

لترم بی الحوادث حیت شاءَ ت

اذا لم ترم بی فی الحفرتین

”حوادث اور واقعات ہمیں جہاں بھی چاہیں ڈال دیں صرف ان دو گڑھوں میں نہ ڈالیں“

چونکہ علی علیہ السلام اس گروہ کے باقی افراد کو جلانے کے سلسلے میں اپنے ماننے والوں کی مخالفت اور بغاوت سے ڈر گئے، اس لئے ابن سبا کو مدائن کے ساباط میں جلا وطن کیا۔ جب علی علیہ السلام مارے گئے تو ابن سبا نے یوں اپنے عقیدہ کا اظہار کیا:

جو مارا گیا ہے وہ علی علیہ السلام نہیں بلکہ شیطان تھا جو علی کے روپ میں ظاہر ہوا تھا اور خود کو لوگوں کے سامنے مقتول جیسا ظاہر کیا، اس لئے کہ علی علیہ السلام حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان کی طرف بلا لئے گئے ہیں۔

اس کے بعد عبد القاہر کہتا ہے:

اس گروہ کا عقیدہ، جس طرح یہود و نصاریٰ قتل حضرت عیسیٰ کے موضوع کے بارے میں ایک جھوٹا اور خلاف واقع دعوی کرتے ہیں، ناصبی اور خوارج نے بھی علی علیہ السلام کے قتل کے موضوع پر ایک جھوٹے اور بے بنیاد دعوی کا اظہار کیا ہے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ نے ایک مصلوب شخص کو دیکھا اور اسے غلطی سے عیسیٰ تصور کر گئے اسی طرح علی کے طرفداروں نے بھی ایک مقتول کو علی کی صورت میں دیکھا اور خیال کیا کہ وہ خود علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں، جب کہ علی آسمان پر بلا لئے گئے ہیں اور مستقبل میں پھر سے زمین پر اتریں گے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لیں گے“

عبدا لقاہر کہتا ہے:

”گروہ سبئیہ میں سے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ علی بادلوں میں ہیں۔ رعد کی آواز وہی علی کی آواز ہے۔ آسمانی بجلی کا کڑکنا ان کا نورانی تازیانہ ہے جب کبھی بھی یہ لوگ رعد کی آواز سنتے ہیں تو کہتے ہیں: علیک السلام یا امیر المؤمنین!

عامر بن شراحیل شعبی [1] سے نقل کیا گیا ہے کہ ابن سبا سے کہا گیا:

علی علیہ السلام مارے گئے، اس نے جواب میں کہا:

---

۱۔ عامر بن شراحیل کی کنیت ابو عمر تھی و وہ قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتا ہے اور شعبی کے نام سے معروف ہے (اور حمیری و کوفی) وہ عمر کی خلافت کے دوسرے حصہ کے وسط میں پیدا ہوا ہے اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں فوت ہو چکا ہے اس نے بعض اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، جیسے امیر المؤمنین علیہ السلام سے احادیث نقل کی ہیں، جبکہ علمائے رجال واضح طور پر کہتے ہیں کہ اس نے جن اصحاب سے احادیث (۶۵ - ۶۹ / نقل کی ہیں، انہیں بچپن میں دیکھا ہے اور ان سے کوئی حدیث ہی نہیں سنی ہے (تہذیب التہذیب ۵ علمائے رجال کی یہ بات شعبی کے احادیث کے ضعیف ہونے کی ایک محکم اور واضح دلیل ہے خاص طور پر شعبی کے احادیث کے ضعیف ہونے کے بارے میں دوسرے قرائن یہ ہیں کہ وہ ۱۰۹ھ میں فوت ہوا ہے اور بغدادی ۴۲۹ھ میں فوت ہوا ہے اس طرح ان دو افراد کے درمیان آپس میں تین سو سال کا فاصلہ ہے زمانے کے اتنے فاصلہ کے باوجود بغدادی کس طرح شعبی سے روایت نقل کرتا ہے اگر اس کی نقل بالواسطہ تھی تو یہ واسطے کون ہیں؟ کیوں ان کا نام نہیں لیا گیا ہے

اگر ان کے مغز کو ایک تھیلی میں ہمارے لئے لاؤ گے پھر بھی ہم تمہاری بات کی تصدیق نہیں کریں گے کیونکہ وہ نہیں مریں گے یہاں تک آسمان سے اتر کرپوی روئے زمین پر سلطنت کریں گے"

عبدالقاہر کہتا ہے: "یہ گروہ تصور کرتا ہے کہ "مہدی منتظر" وہی علی ابن ابیطالب ہیں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اسحاق بن سوید عدوی [1] نے اس گروہ کے عقائد کے بارے میں درج ذیل اشعار کہے ہیں:

میں گروہ خواج سے بیزاری چاہتا ہوں اور ان میں سے نہیں ہوں، نہ گروہ غزال سے ہوں اور نہ ابن باب کے طرفداروں میں سے، اور نہ ہی اس گروہ سے تعلق رکھتا ہوں کہ جب وہ علی کو یاد کرتے ہیں تو سلام کا جواب بادل کو دیتے ہیں لیکن میں دل و جان سے برحق پیغمبر اور ابوبکر کو دوست رکھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ یہی راستہ درست اور حق ہے۔

اس الفت و دوستی کی بنا پر قیامت کے دن بہترین اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں [2]۔

من الغزال منهم و ابن باب

ومن قوم اذا ذكروا عليا

يردون السلام على السحاب

و لكنى احب بكل قلبى

واعلم ان ذاک من الصواب

رسول الله و الصديق حقا

به ارجو غداً حسن الثواب

یہاں پر عبد اللہ بن سبا اور گروہ سبئیہ کے بارے میں بغدادی کی گفتگو اختتام کو پہنچی، اب وہ عبد اللہ بن سودا کے بارے میں اپنی گفتگو کا آغاز کرتا ہے اور اس کے بارے میں یوں کہتا ہے:

عبد اللہ بن سودا نے سبئیہ گروہ کی ان کے عقیدہ میں مدد کی ہے اور ان کا ہم خیال رہا۔ وہ بنیادی طور پر حیرہ کے یہودیوں میں سے تھا لیکن کوفہ کے لوگوں میں مقام و ریاست حاصل کرنے کیلئے ظاہراً اسلام لایا تھا اور کہتا تھا: میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک خلیفہ اور وصی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصی علی علیہ السلام ہیں"

---

۱۔ اسحاق بن سوید عدوی تمیمی بصری کی موت ۱۳۱ ئہ میں طاعون کی بیماری کی وجہ سے ہوئی ہے۔ وہ حضرت علی علیہ السلام کی مذمت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں ان سے الفت نہیں رکھتا ہوں۔

۲۔ برئت من الخوارج لست منهم

بغدادی کہتا ہے:

جب علی علیہ السلام کے شیعوں نے ابن سودا کی یہ بات سنی تو انہوں نے علی سے کہا کہ وہ آپ کے دوستداروں اور محبت کرنے والوں میں ہے لہذا علی کے پاس ابن سوداد کا مقام بڑھ گیا اور وہ ہمیشہ اسے اپنے منبر کے نیچے اور صدر مجلس میں جگہ دیتے تھے،

لیکن جب علی نے بعد میں اس کے غلو آمیز مطالب سنے تو اس کے قتل کا فیصلہ کیا ،

لیکن ابن عباس نے علی کے اس فیصلہ سے اختلاف کیا اور انہیں آگاہ کیا کہ کیا شام کے لوگوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں آپ کو اس نازک موقع پر لوگوں کی حمایت کی ضرورت ہے اور مزید سپاہ و افرادرکار ہیں اگر ایسے سخت موقع پر ابن سودا کو قتل کرڈالیں گے ، تو آپ کے اصحاب و طرفدار مخالفت کریں گے اور آپ ان کی حمایت سے محروم ہوجائیں گے علی نے ابن عباس کی یہ تجویز قبول کی اور اپنے دوستداروں کی مخالفت کے ڈرسے ابن سوداء کے قتل سے صرف نظر کیا، اور اسے مدائن میں جلا وطن کردیا لیکن علی کے قتل کئے جانے کے بعد بعض لوگ ابن سودا کی باتوں کے فریب میں آگئے کیونکہ وہ لوگوں کو اس قسم کے مطالب سے منحرف کرتا اور کہتا تھا خدا کی قسم مسجد کوفہ کے وسط میں علی کیلئے دو چشمے جاری ہوں گے ان میں سے ایک سے شہد اور دوسرے سے تیل جاری ہوگا اور شیعیان علی اس سے استفادہ کریں گے اس کے بعد بغدادی کہتا ہے:

"اہل سنت کے دانشور اور محققین معتقدہیں کہ اگرچہ ابن سودا ظاہراً اسلام قبول کرچکا تھا لیکن علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کے بارے میں اپنی تاویل و تفسیروں سے مسلمانوں کے عقیدہ کو فاش کرکے ان میں اختلاف پیدا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ مسلمان علی علیہ السلام کے بارے میں اسی اعتقاد کے قائل ہوجائیں جس کے عیسائی حضرت عیسیٰ کے بارے میں قائل تھے [1]

اس کے بعد بغدادی کہتا ہے:

---

۱۔ یہ مطالب سیف کی عبد اللہ بن سبا کے بارے میں روایت کا مفہوم ہے کہ بغدادی نے انہیں مشوش اور درہم برہم صورت میں نقل کیا ہے اور خیال کیا ہے کہ ابن سودا علاوہ بر ابن سبا کوئی دوسرا شخص ہے اور یہ دو شخص جدا ہیں اور ابن سودا حیرہ کے یہودیوں میں سے تھا جبکہ سیف نے ابن سبا کو یمن کے صنعا علاقہ کا دکھایا ہے اور اسے ابن سوداء کے طور پر نشاندہی کی ہے۔ کتاب مختصر الفرق کے ناشر فلیب حتی عیسائی نے بغدادی کی اس بات کا مذاق اڑادیا ہے اور اسے اس کے فاسد مقصد کے نزدیک دیکھتا ہے اس کتاب کے حاشیہ میں لکھتا ہے : یہ روداد اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گوناگون اسلامی فرقے وجود میں لانے میں یہودی مؤثر تھے اس کے بعد کہتا ہے :بغدادی کی سبئیہ کے بارے میں کی گئی بحث مکمل ترین و دقیق ترین بحث ہے جو اس بارے میں عربی کتابوں میں آئی ہے ۔

مرموز ابن سودا نے مسلمانوں میں بغاوت، اختلاف وفساد اور ان کے عقائد و افکار میں انحراف پیدا کرنے کیلئے مختلف اسلامی ممالک کا سفر کیا جب اس نے دیگر گروہوں کی نسبت رافضیوں کو کفر و گراہی اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے میں زیادہ مائل پایا تو انہیں عقیدہ سبئیہ کی تعلیم و تربیت دی اس طریقے سے اس عقیدہ کی ترویج کی اور اسے مسلمانوں میں پھیلایا"

مختار کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے بغدادی کہتا ہے:" سبیئہ جو غالیوں اور رافضیوں کا ایک گروہ ہے اس نے مختار کو فریب دیا اور ان سے کہا تم زمانے کی حجت ہو، اس فریبکارانہ بات سے اسے مجبور کیا تا کہ نبوت کا دعوی کرےں انہوں نے بھی اپنے خاص اصحاب کے درمیان خود کو پیغمبر متعارف کیا"بغدادی لفظ "ناووسیہ "کی تشریح میں کہتا ہے:

" اور سبیئہ کا ایک گروہ "ناووسیہ " سے ملحق ہوا وہ سب یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جعفر (ان کا مقصود امام صادق علیہ السلام ہیں) جمیع دینی علوم و فنون اعم از شرعیات و عقلیات کے عالم ہیں"

ی ہ تھے بغدادی کے گروہ " سبیئہ " کے بارے میں اپنی کتاب ''الفرق " میں درج کئے گئے تار پود اس گروہ کے عقائد و افکار کے بارے میں دیکھے گئے اس کے خواب اور اس کیلئے جعل کئے گئے اس کے عقائد اس کے بعد اس خیالی اور جعلی گروہ کی گردن پر یہ باطل اور بے بنیاد عقائد و افکار ڈالنے کیلئے اس نے داد سخن دیا ہے اور ان خرافات پر مشتمل عقائد کو مسترد کرنے کیلئے ایک افسانہ پیش کر کے اس کی مفصل تشریح کی ہے۔

حقیقت میں اس سلسلہ میں بغدادی کی حالت اس شخص کی سی ہے جو تاریکی میں ایک سایہ کا تخیل اپنے ذہن میں ایجاد کرنے کے بعد تلوار کھینچ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔

عبد القاہر بغدادی کے بعد، ابو المظفر اسفرائینی (وفات ۴۷۱ ھ) آیا اور جو کچھ بغدادی نے گروہ سبیئہ کے بارے میں نقل کیا تھا، اس نے اسے خلاصہ کے طور پر اپنی کتاب " التبصیر " میں نقل کیا ہے۔

پھر بغدادی کے اسی بیان کو سید شریف جرجانی(وفات ۸۱۶ھ) نے اپنی کتاب "التعریفات " میں خلاصہ کے طور پر نقل کیا ہے۔فرید وجدی (وفات ۱۳۷۳ ھ) نے بھی اپنے " دائرۃ المعارف " میں لغت " عبد اللہ بن سبا "کے سلسلے میں بغدادی کی باتوں کو من و عن اورانہیں الفاظ میں کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر نقل کیا ہے۔

ابن حزم (وفات ۴۵۴ ھ) اپنی کتاب " الفصل فی الملل و الاھواء و النحل " میں کہتا ہے:" غالیوں کا پہلا فرقہ جو غیر خدا کی الوہیت اور خدائی کا قائل ہوا ہے عبد اللہ ابن سبا حمیری (خدا کی لعنت اس پر ہو--) کے ماننے والے ہیں اس گروہ کے افراد علی ابن ابیطالب کے پاس آئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا: تم وہی ہو۔

انہوں نے پوچھا: " وہی " سے تمہارا مقصود کون ہے؟ انہوں نے کہا: تم خدا ہو-" یہ بات علی کیلئے سخت گراں گزری اور حکم دیا کہ آگ روشن کی جائے اور ان سب کو اس میں جلادیا جائے اس گروہ کے افراد جب آگ میں ڈال دئے جاتے تھے تو وہ علی کے

بارے میں کہتے تھے، اب ہمارے لئے مسلم ہوگیا کہ وہ وہی خدا ہے کیونکہ خدا کے علاوہ کوئی لوگوں کو آگ سے معذب نہیں کرتا ہے اسی وقت علی ابن ابیطالب نے یہ اشعار پڑھے:

لما رایت الامر امراً منکراً

اججت ناری ودعوت قنبراً

"جب میں لوگوں میں کسی برے کام کو دیکھتا ہوں تو ایک آگ روشن کرتا ہوں اور قنبر کو اپنی مدد کیلئے بلاتا ہوں"

ابن حزم فرقہ کیسانیہ کے عقائد کے بارے میں کہتا ہے:"بعض امامیہ رافضی جو "ممطورہ" کے نام سے معروف ہیں موسی بن جعفر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ نہیں مرے بلکہ زندہ ہیں اور وہ نہیں مریں گے یہاں تک کہ ظلم و ناانصافی سے پر دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اس کے بعد کہتا ہے:

"گروہ "ناووسیہ" کے بعض افراد امام موسیٰ کاظم کے والد یعنی "جعفر ابن محمد" کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور ان میں سے بعض دوسرے افراد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی اسماعیل بن جعفر کے بارے میں اسی عقیدہ کے قائل ہیں"

اس کے بعد کہتا ہے:

"سبیئہ جو عبد اللہ بن سبا حمیری یہودی کے پیرو ہیں علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں بھی اسی قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں اس کے علاوہ کہتے ہیں کہ وہ بادلوں میں ہے، یہاں تک کہتا ہے:

جب علی کے قتل ہونے کی خبر عبد اللہ بن سبا کو پہنچی تو اس نے کہا: اگر ان کے سر کے مغز کو بھی میرے سامنے لاؤ گے پھر بھی ان کی موت کے بارے میں یقین نہیں کروں گ ابو سعید نشوان حمیری (وفات ۵۷۴ ئہ) اپنی کتاب "الحور العین" میں کہتا ہے:" سبیئہ وہی عبد اللہ بن سبا اور اس کے عقائد کے پیرو ہیں"

اس کے بعد ان کے عقائد کو بیان کرنے کے ضمن میں امیر المؤمنین کی موت سے انکار کرنے کی روداد کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

"جب ابن سبا کا عقیدہ ابن عباس کے پاس بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا: اگر علی نہیں مرے ہوتے تو ہم ان کی بیویوں کی شادی نہ کرتے اور ان کی میراث کو وارثوں میں تقسیم نہیں کرتے"[1]

---

۱۔ الحور العین: ص ۱۵۶

## ابن سبا اور سبئیہ کے بارے میں شہرستانی اور اس کے ماننے والوں کا بیان

و اما السبئیة فهم یزعمون ان علیاً لم یمت و انه فی السحاب

سبائی معتقد ہیں کہ علی نہیں مرے ہیں اور وہ بادلوں میں ہیں. صاحب البدء و التاریخ شہرستانی ( وفات ۵۴۸ھ) اپنی " ملل و نحل " میں ابن سبا اور سبائیوں کے بارے میں محدثین اور مؤرخین کے بیانات کو خلاصہ کے طور پر درج کرنے کے بعدیوں کہتا ہے :

"عبد اللہ بن سبا پہلا شخص ہے جس نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی امامت کو واجب جانا ، اوریہی غالیوں کے دیگر گروہوں کیلئے اس عقیدہ کا سرچشمہ بنا کہ علی نہیں مریں گے اور وہ زندہ ہیں ۔ وہ کہتے ہیں : خداوند عالم کے ایک حصہ نے اس کے وجود میں حلول کیا ہے اور کوئی ان پر برتری حاصل نہیں کرسکتا وہ بادلوں میں ہیں اور ایک دن زمین پر آئیں گے۔

یہاں تک کہتا ہے:

"ابن سبا یہی عقیدہ خود علی کی زندگی میں بھی رکھتا تھا ، لیکن اس نے اس وقت اظہار کیا جب علی کو قتل کر دیا گیا، اس وقت بعض افراد بھی اس کے گرد جمع ہوکر اس کے ہم عقیدہ ہو گئے، یہ وہ پہلا گروہ ہے جو علی اور ان کی اولاد میں امامت کے محدود و منحصر ہونے کا قائل ہے اور غیبت اور رجعت کا معتقد ہوا ہے اس کے علاوہ اس بات کا بھی معتقد ہوا کہ خداوند عالم کا ایک حصہ تناسخ کے ذریعہ علی کے بعد والے ائمہ میں حلول کرچکا ہے اصحاب اور یاران پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بخوبی جانتے تھے اس لئے وہ ابن سبا کے عقیدہ کے مخالف تھے ، لیکن وہ علی علیہ السلام کے بارے میں اس مطلب کو اس لئے کہتے تھے کہ جب علی علیہ السلام نے خانہ خدا کی بے حرمتی کرنے کے جرم میں حرم میں ایک شخص کی آنکھ نکالی تھی یہ واقعہ جب خلیفہ دوم عمر کے پاس نقل کیا گیا تو عمر نے جواب میں یہ جملہ کہا: " میں اس خدا کے ہاتھ کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جس نے حرم خدا میں کسی کو اندھا کیا ہو؟

دیکھا آپ نے کہ عمر نے اپنے اس کلام میں خدا کے ایک حصہ کے علی علیہ السلام کے پیکر میں حلول کرنے کا اعتراف کیا ہے اور ان کے بارے میں خدا کا نام لیا ہے [۱]

یہ تھا ان افراد کے نظریات و بیانات کا خلاصہ جنہوں نے " ملل و نحل " کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں دوسری کتابوں کے مؤلفین بھی ان کے طریقہ کار پر چل کر بیہودہ اور بے بنیاد مطالب کو گڑھ کر اس باطل امور میں ان کے قدم بقدم رہے ہیں ، مثلاً البدء و التاریخ کا مؤلف کہتا ہے:

لیکن ‘‘ سبئیہ ’’جیسے کبھی ‘ ‘ طیارہ ’’ بھی کہتے ہیں خیال کرتے ہیں کہ ہرگز موت ان کی طرف آنے والی نہیں ہے اور وہ نہیں مریں گے حقیقت میں ان کی موت اندھیری رات کے آخری حصہ میں پرواز کرنا ہے اس کے علاوہ یہ لوگ معتقد ہیں کہ علی ابن ابیطالب نہیں مرے ہیں بلکہ بادلوں میں موجود ہیں لہذا جب رعد کی آواز سنتے ہیں تو کہتے ہیں علی غضبناک ہوگئے ہیں ’’۔

اس کے علاوہ کہتا ہے:

’’گروہ طیارہ کے بعض افراد معتقد ہیں کہ روح القدس جس طرح عیسیٰ میں موجود تھا اسی طرح پیغمبر اسلام میں بھی موجود تھا اور ان کے بعد علی ابن ابیطالب علیہ السلام میں منتقل ہوگیا علی سے ان کے فرزند حسن اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے باقی اماموں میں منتقل ہوتا رہا سبیئہ کے مختلف گروہ ارواح کے تناسخ اور رجعت کے قائل ہیں اور سبیئہ کے ایک گروہ کے افراد اعتقاد رکھتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام خدا سے منشعب شدہ نور ہیں اور وہ خدا کے اجزاء میں سے ایک جزو ہیں اس عقیدہ کے رکھنے والوں کو ‘‘حلاجیہ ’’[۲] کہتے ہیں ابو طالب صوفی بھی یہی اعتقاد رکھتا تھا اور اس نے انہیں باطل عقائد کے مطابق درج ذیل اشعار کہے ہیں :

قریب ہے کہ وہ وگا اگر کوئی ربوبیت نہ ہوتی تو وہ بھی نہ ہوتا کیا نیک آنکھیں غیبت کیلئے فکرمند ہیں (چشم براہ ہیں) یہ آنکھیں پلک و مژگان والی آنکھیں جیسی نہیں ہیں ۔

خدا سے متصل آنکھیں نور قدسی رکھتی ہیں ، جو خدا چاہے گا وہی ہوگا نہ ہی خیال کی گنجائش ہے اور نہ چالاکی کا کوئی محل۔

وہ سایوں کے مانند ہیں جس دن مبعوث ہوں گے لیکن نہ سورج کے سایہ کے مانند اور نہ گھر کے سایہ کے مانند

---

۱۔ اس نقل کی بنا پر عمر اولین شخص ہے جس نے علی کے بارے میں غلو کیا ہے اور اس عقیدہ کی بنیاد ڈالی ہے اسی طرح وہ پہلے شخص تھے جس نے عقیدہ رجعت کو اس وقت اظہار کیا جب رسول خدا نے رحلت فرمائی تھی جب اس نے کہا: خدا کی قسم پیغمبر نہیں مرے ہیں اور واپس لوٹیں گے اسی کتاب کی جلد اول حصہ سقیفہ ملاحظہ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ شہرستانی بھی اپنی نقلیات میں تمام علمائے ادیان اور ملل و نحل کے مولفین کے مانند بعض مطالب کو لوگوں سے سنتا ہے اور انہیں بنیادی مطالب اور سو فیصد واقعی صورت میں اپنی کتاب میں درج کرتا ہے بغیر اس کے کہ اپنی نقلیات کی سند کے بارے میں کسی قسم کی تحقیق و بحث کرے ہم ان مطالب کے بارے میں اگلے صفحات میں بیشتر وضاحت پیش کریں گے ۔

۲۔ حلاجیہ حسین بن منصور حلاج سے منسوب ہیں حسین بن حلاج ایک جادو گر اور شعبدہ باز تھا شہروں میں پھرتا تھا ہر شہر میں ایک قسم کے عمل اور مسلک کو رائج کرتا تھا اور خود کو اس کا طرفدار بتاتا تھا ۔ مثلاً معتزلیوں میں معتزلی ، شیعوں میں شیعہ اور اہل سنت میں خود کو سنی بتاتا تھا ۔

کادوا یکونون لو لا ربوبیة لم تکن فیالها اعینا بالغیب ناظرةلیست کاعین ذات الماق و الجفن انوار قدس لها بالله متصل کما شاء بلا وهم و لا فظن وهم الاظلة والاشباح ان بعثوالا ظل کالظل من فیئی و لا سکن

ابن عساکر ( وفات ۵۷۱ ھ ) نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن سبا کے حالات کی تشریح میں سیف کی نقل کی گئی روایت (اور ان روایتوں کے علاوہ کہ جن کے بعض مضامین ہم نے اس کتاب کی پہلی جلد [1] اور بعض کو گزشتہ صفحات میں درج کیا ہے)مزید چہ روایت حسب ذیل نقل کی ہیں :

۱۔ ابو طفیل سے نقل ہوا ہے:

'میں نے مسیب بن نجبہ کو دیکھا کہ ابن سودا کے لباس کو پکڑ کر اسے گھسیٹتے ہوئے علی ابن ابیطالب کے پاس --- جب وہ منبر پر تھے --- لے آیا ، علی نے پوچھا : کیا بات ہے ؟ مسیب نے کہا : یہ شخص ابن سودا خدا او رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ کی نسبت لگاتا ہے"

۲۔ ایک دوسری روایت میں آیاہے کہ علی ان ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے اس خبیث سیاہ چہرہ سے کیا کام ہے ؟ آپ کی مراد ابن سبا تھا جو ابوبکر اور عمر کے بارے میں برا بھلا کہتا تھا۔

۳۔ اور ایک روایت میں آیا ہے:

مسیب نے کہا: میں نے علی ابن ابیطالب کو منبر پر دیکھا کہ ابن سودا کے بارے میں فرما رہے ہیں :

---

۱۔ ج / ۱ فصل پیدائش افسانہ عبداللہ بن سبا

"کون ہے جو اس سیاہ فام (جو خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ کی نسبت دیتا ہے)خدا اس کو مجھ سے دور کرے۔ اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا کہ بعض لوگ اس کی خوانخواہی میں شورش برپا کریں گے جس طرح نہروان کے لوگوں کی خونخواہی میں بغاوت کی گئی تھی تو میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیتا"

۴۔ ایک دوسری روایت میں مسیب کہتا ہے:

میں نے علی ابن ابیطالب سے سنا کہ "عبد اللہ بن سبا" کی طرف مخاطب ہوکر کہہ رہے تھے افسوس ہو تم پر! خداکی قسم پیغمبر خدا نے مجھ سے کوئی ایسا مطلب نہیں بیان کیا ہے جو میں نے لوگوں سے مخفی رکھا ہو"

۵۔ ایک دوسری روایت میں مسیب کہتا ہے:

" علی ابن ابیطالب کو خبر ملی کہ ابن سودا ابوبکراور عمرکی بدگوئی کرتا ہے ۔ علی علیہ السلام نے اسے اپنے پاس بلایا اور تلوار طلب کی تاکہ اسے قتل کرڈالیں ۔ یا یہ کہ جب یہ خبر انہیں پہنچی انہوں نے فیصلہ کیا کہ اسے قتل کرڈالیں ۔ لیکن اس کے بارے میں کچھ

گفتگو ہوئی اور یہ گفتگو حضرت کو اس فیصلہ سے منصرف ہونے کا سبب بنی ، لیکن فرمایا کہ جس شہر میں ، میں رہتا ہوں اس میں ابن سبا کو نہیں رہنا چاہیئے اس لئے اسے مدائن جلاوطن کر دیا ۔

۶۔ ابن عساکر کہتا ہے:

"ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد سے اور انہوں نے جابر سے نقل کیا ہے کہ: جب لوگوں نے علی علیہ السلام کی بیعت کی، حضرت نے ایک تقریر کی، اس وقت عبداللہ بن سبا اٹھا اور حضرت سے عرض کی: تم "دابۃ الارض" ہو ۔ علی علیہ السلام نے فرمایا ؛ خدا سے ڈرو! ابن سبانے کہا: تم پروردگا ہو اور لوگوں کو رزق دینے والے ہو، تم ہی نے ان لوگوں کو خلق کیا ہے اور انہیں رزق دیتے ہو ۔ علی (علیہ السلام ) نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے ، لیکن رافضیوں نے اجتماع کیا اور کہا؛ یا علی! اسے قتل نہ کریں بلکہ اسے ساباط مدائن جلاوطن کردیں کیونکہ اگر اسے مدینہ میں قتل کرڈالیں گے تو اس کے دوست اور پیرو ہمارے خلاف بغاوت کریں گے یہی سبب بنا کہ علی علیہ السلام اس کو قتل کرنے سے منصرف ہوگئے اور اسے ساباط جلاوطن کردیا، کہ وہاں پر "قرامطہ " اور رافضیوں کے چندگروہ زندگی گذار رہے تھے، جابر کہتا ہے: اس کے بعد گیارہ افراد پر مشتمل

سبائیوں کا ایک گروہ اٹھا اور علی علیہ السلام کی الوہیت اور خدائی کے بارے میں ابن سبا کی باتوں کو دھرایا، علی علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا :

اپنے عقیدہ سے دست بردار ہوجاؤ اور توبہ کرو کہ میں پروردگا و خالق نہیں ہوں بلکہ میں علی ابن ابیطالب ہوں تم میرے ماں باپ کو جانتے ہو اور میں محمد کا چچیرا بھائی ہوں ۔ انہوں نے کہا: ہم اس عقیدہ سے دست بردار نہیں ہوں گے تم جو چاہتے ہو ، ہمارے بارے میں انجام دو اور ہمارے حق میں جو بھی فیصلہ کرنا چاہتے ہو کرو لہذا علی علیہ السلام نے ان لوگوں کو جلا دیا اور ان کی گیارہ قبریں صحرا میں مشہور و معروف ہیں ۔

اس کے بعد جابر کہتا ہے : اس گروہ کے بعض دوسرے افراد نے اپنے عقائد کا ہمارے سامنے اظہار نہیں کیا تھا ، اس روداد کے بعد انہوں نے کہا: کہ علی ہی خدا ہیں اور اپنے عقیدہ اور گفتار پر ابن عباس کی باتوں سے استناد کرتے تھے کہ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل کیا تھا: خدا کے علاوہ کوئی آگ کے ذریعہ عذاب نہیں کرے گا۔

جابر کہتا ہے : جب ابن عباس نے ان کے اس استدلال کو سنا ، تو کہا: اس لحاظ سے تمہیں ابوبکر کی بھی پرستش کرنا چاہئے اور ان کی الوہیت کے بھی قائل ہونا چاہئے ، کیونکہ انہوں نے بھی چند افراد کو آگ کے ذریعہ سزا دی ہے ۔

## عبداللہ بن سبا کے بارے میں ادیان و عقائد کے علماء کا نظریہ

عبدالله بن سبا من غلاة الزنادقة ضال و مضل

عبداللہ بن سبا انتہا پسند زندیقیوں میں سے ہے اور وہ گمراہ کنندہ ہے. ذہبی

### متقدمین کا نظریہ:

ہم نے عبد اللہ بن سبا ، سبئیہ اور ابن سودا کے بارے میں ادیان اور عقائد کی کتابوں کے بعض متقدم مؤلفین کے بیانات اور نظریات کو گزشتہ فصول میں ذکر کیا اب ہم ان میں سے بعض دوسروں کے نظریات اس فصل میں ذکر کریں گے اس کے بعد اس سلسلہ میں متاخرین کے نظریات بیان کریں گے ۔

ذہبی (وفات ۷۴۸ھ) اپنی کتاب " میزان الاعتدال " میں عبداللہ بن سبا کی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتا ہے:

" وہ زندیقی اور ملحد غالیوں میں سے تھا ۔ وہ ایک گمراہ اور گمراہ کنندہ شخص تھا ۔

میرے خیال میں علی علیہ السلام نے اسے جلا دیا ہے " اس کے بعد کہتا ہے: جوزجانی نے عبد اللہ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ خیال کرتا تھا موجودہ قرآن اصلی قرآن کا نواں حصہ ہے اور پورے قرآن کو صرف علی علیہ السلام جانتے ہیں اور انہیں کے پاس ہے عبداللہ بن سبا اس طرح علی ابن ابیطالب کی نسبت اظہار دلچسپی کرتا تھا لیکن علی علیہ السلام اسے اپنے سے دور کرتے تھے "[۱]

---

۱۔ جوزجانی وہی ابراہیم بن یعقوب بن اسحق سعدی ہے اس کی کنیت ابو اسحاق تھی نواحی بلخ میں جوزجان میں پیدا ہوا ہے.بہت سے شہروں اور ممالک کا سفر کیا ہے دمشق میں رہائش پذیر تھا حدیث نقل کرتا تھا" الجرح و التعدیل " ، "الضعفاء " اور" المترجم " اس کی تالیفات ہیں ۔

ذہبی اپنی کتاب ''تذکرۃ الحفاظ" میں اس کے حالات کی تشریح میں کہتا ہے : جوزجانی علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں انحرافی عقیدہ رکھتا تھا مزید کہتا ہے : وہ علی علیہ السلام کے خلاف بد گوئی کرتا تھا ۔

ابن حجر (وفات ۸۵۲ھ) بھی اپنی کتاب "لسان المیزان" میں عبد اللہ بن سبا کے بارے میں ذہبی کے اسی بیان اور ابن عساکر کے پہلے والے بعض نقلیات کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے:

"امام نے ابن سبا کو کہا: خدا کی قسم پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے مجھے کوئی ایسا مطلب نہیں بتایا ہے کہ میں نے " معجم البلدان" میں لفظ جوزجان میں آیا ہے کہ جوزجانی نے کسی سے چاہا کہ اس کے لئے ایک مرغ ذبح کرے اس شخص نے نہیں مانا جوزجانی نے کہا: میں تعجب کرتا ہوں کہ لوگ ایک مرغ کو ذبح کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہوتے ہیں جبکہ علی ابن ابیطالب نے تنہا ایک جنگ میں ستر ہزار افرد کو قتل کیا جوزجانی ۲۵۹۳۱ / ھ میں فوت ہوا ہے )(تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۵۶۹، تاریخ ابن عساکر و تاریخ ابن کثیر ۱۱ ملاحظہ ہو(

اسے لوگوں سے مخفی رکھا ہو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے: قیامت سے پہلے، تیس افرادکذاب اور جھوٹے پیدا ہوں گے اس کے بعد فرمایا:

ابن سبا تم ان تیس افراد میں سے ایک ہوگے۔

ابن حجر مزید کہتا ہے:

" سوید بن غفلہ، علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی خلافت کے دوران، ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے بعض لوگوں کو دیکھا جن میں عبد اللہ بن سبا بھی موجود تھا، وہ ابوبکر اور عمر پر سخت تنقید کرتے تھے اور انہیں برا بھلا کہتے تھے اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ بھی ان دو خلیفہ کے بارے میں باطن میں بدگمان ہیں"

ابن حجر اضافہ کرتا ہے:

"عبد اللہ بن سبا پہلا شخص تھا جس نے خلیفہ اول و دوم کے خلاف تنقید اور بدگوئی کا آغاز کیا اور اظہار کرتا تھا کہ علی بن ابی طالب ان دو خلیفہ کے بارے میں بدگمان تھے اور اپنے دل میں ان کے بارے میں عداوت رکھتا ہے۔ جب علی نے اس سلسلہ میں عبد اللہ بن سبا کے اظہارات کو سنا، کہا: مجھے اس خبیث سیاہ چہرے سے کیا کام ہے؟ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اگر ان دو افراد کے بارے میں میرے دل میں کسی قسم کی عداوت ہو، اس کے بعد ابن سبا کو اپنے پاس بلایا اور اسے مدائن جلا وطن کردیا اور فرمایا: اسے قطعاً میرے ساتھ ایک شہر میں زندگی نہیں کرنی چاہئے اس کے بعد لوگوں کے حضور میں منبر پر گئے اور ابن سبا کی روداد اور خلیفہ اول و دوم کی ثنا بیان کی۔ اپنے بیانات کے اختتام پر فرمایا: اگر میں نے کسی سے سنا کہ وہ مجھے ان دو خلیفہ پر ترجیح دیتا ہے اور ان سے مجھے برتر جانتا ہے تو میں اس پر افترا گوئی کی حد جاری کروں گا اس کے بعد کہتا ہے:

" عبد اللہ بن سبا کے بارے میں روایتیں اور روداد تاریخ کی کتابوں میں مشہور ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس سے کوئی روایت نقل نہیں ہوئی ہے اس کے ماننے والے "سبائیوں"

کے نام سے مشہور تھے جو علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی الوہیت کے معتقد تھے علی علیہ السلام نے انہیں آگ میں ڈال کر جلا دیا اور انہیں نابود کردیا۔ (۱)

---

۱۔ مؤلف کہتا ہے: اس داستان کو جعل کرنے والا، شاید امام کے ان خطبوں کو فراموش کرگیا ہے جو امام نے ان دو افراد کے اعتراض اور شکایت کے موقع پر جاری کیا تھا۔ جیسے حضرت کا خطبہ شقشقیہ جو نہج البلاغہ کا تیسرا خطبہ ہے۔

"خدا کی قسم فرزند ابو قحافہ نے پیراہن خلافت پہن لیا حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیل کا ہوتا ہے میں وہ کوہ بلند ہوں جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گرتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکادیا اور اس سے پہلو تہی کرلی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس سے بھیانک تیرگی پر صبر کرلوں کہ جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہوجاتاہے اور مومن اس میں جد و جہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے مجھے اسی اندھیرے پر صبر ہی قرین عقل نظر آیا لہذا میں نے صبر کیا حالانکہ میری آنکھوں میں خس و خاشاک اور گلے میں ہڈی پھنسی ہوئی تھی۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھایہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابن خطاب کودے گیا تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کیلئے استوار کرتا گیا بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا اس نے خلافت کو ایک سخت اور ناہموار جگہ پر رکھ دیا اس کی جراحتیں کاری تھیں اور اس کا چھونا خشن تھا جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسا ہے۔

مقریزی (وفات ۸۴۸ھ) اپنی کتاب " خطط "کی فصل "ذکر الحال فی عقائد اهل الاسلام " میں عبداللہ بن سبا کے بارے میں کہتا ہے: " اس نے علی ابن ابیطالب کے زمانے میں بغاوت کی اور یہ عقیدہ ایجاد کیا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو مسلمانوں کی امامت اور پیشوائی کیلئے معین فرمایا اور پیغمبر کے واضح فرمان کے مطابق آپ کے بعد علی آپ کے وصی، جانشین اور امت کے پیشوا ہیں اس کے علاوہ یہ قید بھی ایجاد کیا کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ور رسول خدا اپنی وفات کے بعد رجعت فرمائیں گے یعنی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے ان کے عقیدہ کے مطابق علی ابن ابیطالب نہیں مرے ہیں بلکہ وہ زندہ اور بادلوں میں ہیں اور خداوند عالم کا ایک جز ان میں حلول کرچکا ہے [1]

مقریزی اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے یہاں تک کہتا ہے:

"اس ابن سبا سے غالیوں اور رافضیوں کے کئی گروہ وجود میں آئے ہیں کہ وہ سب جیسے کہ کوئی سرکش اونٹ پر سوار کہ مہار کھینچتا ہے تو اس کی ناک کا درمیانی حصہ شگافتہ ہوجاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہوجائے گا اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑدیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہلاکتوں میں پڑجائے گا۔ خدا کی قسم ! لوگ کجروی، سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی میں بتلا ہوگئے، میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کي دوسری جگہ بھی ان فرمائشات کے مانند بیان فرمایا ہے۔

---

۱۔ تعجب کا مقام ہے کہ مقریزی اپنی بات میں تناقض کا شکار ہوا ہے اپنے گذشتہ بیان پر توجہ کئے بغیر مقریزی کہتا ہے: ابن سبا کے عقیدہ کے مطابق علی علیہ السلام اپنی وفات کے بعد رجعت کریں گے اس کے بعد بلافاصلہ کہتا ہے ابن سبا معتقد ہے کہ علی - نہیں مرے ہیں اور ابھی زندہ ہیں۔

امر امامت میں "توقف" کے قائل ہیں کہتے ہیں: مقام امامت معین افراد کیلئے مخصوص اور منحصر ہے اور ان کے علاوہ کوئی اور اس مقام پر فائز نہیں ہوسکتا ہے۔

رافضیوں نے رجعت کے عقیدہ کو اسی ابن سبا سے حاصل کیا ہے اور کہا ہے: امام مرنے کے بعد رجعت یعنی دوبارہ دنیا میں آئیں گے یہ عقیدہ وہی عقیدہ ہے کہ امامیہ ابھی بھی "صاحب سرداب" کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حقیقت میں یہ تناسخ ارواح کے علاوہ کوئی اور عقیدہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ رافضیوں نے حلول کا عقیدہ بھی اسی عبد اللہ بن سبا سے حاصل کیا ہے اور کہا ہے: خدا کا ایک جزو علی علیہ السلام کے بعد آنے والے ائمہ میں حلول کرگیا ہے اور یہ لوگ اسی وجہ سے مقام امامت کے حقدار ہیں، جس طرح حضرت آدم ملائکہ کے سجدہ کے حقدار تھے۔

مصر میں خلفائے فاطمیین کے بیانات اور دعوی بھی اسی اعتقاد کی بنیاد پر تھے جس کا خاکہ اسی عبد اللہ بن سبا نے کھینچا تھا۔

مقریزی اپنی بات کو یوں جاری رکھتا ہے: "ابن سبا یہودی ہے جس نے عثمان کے تاریخی فتنہ وبغاوت کو برپا کرکے عثمان کے قتل کا سبب بنا"

مقریزی ابن سبا اور اس کے عالم اسلام اور مسلمانوں کے عقائد میں ایجاد کردہ مفاسد کی نشاندہی کے بعد گروہ "سبئیہ" کا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے:

"پانچواں گروہ بھی "سبئیہ" ہی سے ہے اور وہ عبد اللہ بن سبا کے ماننے والے ہیں کہ اس نے علی ابن ابیطالب کے سامنے واضح اور کھلم کھلا کہا تھا کہ "تم خدا ہو"

متاخرین کا نظریہ یہاں تک ہم نے ابن سبا اور گروہ سبئیہ کے بارے میں عقائد و ادیان کے دانشوروں، مؤرخین اورادیان کی کتابیں لکھنے والے مؤلفین کے نظریات بیان کئے اور ہم نے مشاہدہ کیا کہ ان علماء کی یہ کوشش رہی ہے کہ ان اقوال اور نظریات کو دورہ اول کے راویوں سے متصل و مربوط کریں اور ان سے نقل قول کریں اور من وعن انہیں مطالب کو بعد والے مؤلفین اور متاخرین نے آکر تکرار کی ہے اور بحث و تحقیق کے بغیر اپنے پیشرؤں کی باتوں کو اپنی کتابوں میں ثبت کردیا ہے، جیسے:

۱۔ ابن ابی الحدید (وفات ۶۵۵ھ) شرح خطبہ ۲۷ از شرح نہج البلاغہ۔

۲۔ ابن کثیر (وفا ۷۷۴ھ) نے اپنی تاریخ میں۔

۳۔ بستانی (وفات ۱۳۰۰ھ) نے بھی جو کچھ عبد اللہ بن سبا کے بارے میں اسی لفظ کے ضمن میں اپنے دائرۃ المعارف میں درج کیا ہے اسے مقریزی اور ابن کثیر سے نقل کیا ہے۔

۴۔ دوسروں ، جیسے ابن خلدون نے بھی اس روش پر عمل کیا ہے اور مطالب کو تحقیق کئے بغیر اپنے پیشواؤں سے نقل کیا ہے بہر حال اس قسم کے مولفین نے بعض اوقات سیف کے بیانات کو بالواسطہ نقل کرکے اس کی پیروی کی ہے اور کبھی اس قسم کے مطالب نقل کرنے والوں کی پیروی کی ہے اور ان مطالب کو ان سے نقل کرکے دوسروں تک پہنچایا ہے اس قسم کے افراد بہت ہیں مانند مقریزی کہ وہ اپنے مطالب کو سیف کی روایتوں اور " ملل و نحل "

کی کتابیں لکھنے والے مؤلفین سے نقل کرتا ہے اور بستانی " ملل و نحل " کے مؤلفین کے بیانات کو اسی مقریزی اور سیف کی روایتوں کو ابن کثیر سے نقل کرتا ہے اور تمام مؤلفین نے بھی اس روش کی پیروی کی ہے ۔

## عبداللہ بن سبا کے بارے میں ہمارا نظریہ

انهم تنافسوا فی تکثیر عدد الفرق فی الاسلام

ادیان کی کتابیں لکھنے والے مؤلفین نے اسلامی فرقوں کی تعداد بڑھانے میں مقابلہ کیا ہے۔

انهم یدونون کل ما یدور علی السنة اهل عصرهم

ادیان کی کتابیں لکھنے والوں نے اپنے وقت کے کوچہ و بازار کے لوگوں کے عامیانہ مطالب کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے.

مؤلف یہ تھا عبداللہ بن سبا، سبیئہ اور اس سے مربوط روایتوں کے بارے میں قدیم و جدید علمائے ادیان، عقائد اور مؤرخین کا نظریہ جو گزشتہ پنجگانہ فصلوں میں بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ان بیانات اور نظریات میں سے کوئی ایک بھی مضبوط اور پائیدار نہیں ہے کیونکہ ان کی بنیاد بحث و تحقیق پر نہیں رکھی گئی ہے کیوں کہ اصل میں عبداللہ بن سبا سے مربوط روایتیں سیف بن عمر سے نقل کی گئی ہیں ہم نے اس کتاب کی ابتداء میں اور کتاب " ایک سو پچاس جعلی اصحاب " میں سیف کی روایتوں اور نقلیات کی حیثیت کو واضح کردیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ ایک خیالی اور جھوٹا افسانہ ساز شخص تھا کہ اس کی روایتیں اور نقلیات افسانوی بنیادوں پر استوار ہیں۔

ملل و مذہبی فرقوں سے متعلق کتابوں کے مؤلف انہوں نے بھی مذاہب اور اسلامی فرقوں کی کثرت اور تعداد کو بڑھانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا ہے اور مختلف گروہوں کی تعداد زیادہ دکھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کی ہے اسلام میں گوناگوں فرقے اور گروہ وجود میں لائے ہیں اور ان کی نامگذاری بھی کرتے ہیں تاکہ وہ اس راہ سے جدت کا مظاہر کریں اور جدید مذاہب کے انکشاف میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کریں اس محرک کے سبب مجہول اور گمنام تو کبھی خیالی افسانوی اور ایسے فرقے اپنی کتابوں میں درج کردیا ہے ہیں جس کا حقیقت میں کہیں وجود ہی نہیں ہے جیسے: ناووسیہ، طیارہ، ممطورہ، سبئیہ، غرابیہ، معلومیہ و مجہولیہ [1] وغیرہ۔

اسکے بعد ان مؤلفین نے ان ناشناختہ یا جعلی فرقوں اور گروہوں کے نظریات اور عقائد کے بارے میں مفصل طور پر روشنی ڈالی ہے ہر مؤلف نے اس بارے میں دوسرے مؤلف پر سبقت لینے کی سرتوڑ کوشش کی ہے اور ہر ایک نے تلاش کی ہے کہ اس سلسلہ میں جالب تر مطالب اور عجب و غریب عقائد ان مصروف گروھوں سے منسوب کریں۔

یہ مؤلفین اور مصنفین اس خود نمائی، فضل فروشی اور غیرو اقعی مطالب لکھنے اور مسلمانوں کی طرف گوناگوں باطل عقائد کی تہمت لگانے میں ---جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے --- ایک بڑے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

اگر یہ طے پاجائے کہ ہم کسی دن اسلام کے مختلف فرقوں کے بارے میں کوئی کتاب لکھیں تو ہم مذکورہ گروہوں میں 'موجدین" کے نام سے ایک اور گروہ کا اضافہ کریں گے۔ اس کے بعد اس فرقہ کی یوں نشاندہی کریں گے " موجدیہ " اسلام میں صاحبان ملل و

نحل اور عقائد و نظریات پر کتابیں لکھنے والے مؤلفین کا وہ گروہ ہے جن کا کام مسلمانوں میں نئے نئے فرقے ایجاد کرنا ہے ان کو " موجدیہ " اسلئے کہا جاتاہے کہ وہ اسلام میں فرقے ایجاد کرنے کا کمال رکھتے ہیں اور جن فرقوں کو وہ جعل کرتے ہیں ان کی عجیب و غریب نامگذاری بھی کرتے ہیں ۔

اس کے بعد جعل کئے گئے فرقوں کے لئے افسانوں اور خرافات پر مشتمل عقائد بھی جعل کرتے ہیں ۔

ہمارے اس دعوی کی بہترین دلیل اور گویا ترین شاہد وہی مطالب ہیں جو شہرستانی کی " ملل و نحل " بغدادی کی الفرق بین الفرق " اور ابن حزم کی " الفصل " کے مختلف ابواب اور فصلوں میں درج ہوئے ہیں اگر ہم ان کی اچھی طرح تحقیق کریں تو مجبوراً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ان کتابوں کی بنیاد علم ، تحقیق اور حقیقت گوئی پر نہیں رکھی گئی ہے اور مختلف فرقوں اور گروہوں کو نقل کرنے اور ان کے عقائد و نظریات بیان کرنے میں ان کتابوں کے اکثر مطالب حقیقت نہیں رکھتے اور ان کے بیشتر نقلیات بے بنیاد اور خود ساختہ ہیں ۔

محرکات ہماری نظر میں ان مؤلفین کی اس تباہ کن اور علم و تحقیق کی مخالف روش انتخاب کرنے میں درج ذیل دو عامل میں سے کوئی ایک ہوسکتا ہے :

اول :جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے ادیان و مذاہب کی کتابیں لکھنے والے مذکورہ مؤلفین نے ان بے بنیاد مطالب ، بیہودہ عقائد اور ان افسانوی اور نامعلوم فرقوں کو فضیلت اور سبقت حاصل کرنے کیلئے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ اپنی جدت پسندی اور ندرت بیانی کرسکیں اور اس کے ساتھ ہی اپنے علم و فضیلت کے مقام کو دوسروں سے برتر ، معلومات کو زیادہ وسیع تر اپنی تالیف کردہ کتابوں کو دوسروں کی کتابوں سے تازہ تر اور ہماری اصطلاح میں تحقیقی تر اور جدید تر اور عجیب تر مطالب والی کتابیں دکھائیں اور اس طرح اسلامی گروہوں کے انکشاف میں دوسروں سے سبقت حاصل کرلیں ۔

دوم : اگر ہم ان مؤلفین کے بارے میں حسن ظن رکھیں اور یہ نہ کہیں کہ وہ اپنی تالیفات میں بدنیتی ندرت جوئی ، برتری طلبی اور جدت پسندی رکھتے تھے کم از کم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان مؤلفین نے اپنی کتابوں کے مطالب کو اپنے زمانے کے لوگوں کی افواہوں اور گلی کوچوں کے عامیانہ مطالب سے لے کر تالیف کیا ہے ۔

اور خرافات پر مشتمل تمام وہ افسانے ان کے زمانے کے لوگوں کے درمیان رائج اور دست بہ دست نقل ہوئے تھے کو جمع کرکے اپنی تالیفات میں بھر دیا ہے اس لحاظ سے ان کتابوں کو ان مؤلفین کے زمانے کے عامیانہ افکار کی عکاسی کرنے والا آئینہ کہا جاسکتا ہے اور ان کتابوں سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ان مؤلفین کے زمانے میں عام لوگ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے بارے میں بے بنیاد تصورات رکھتے تھے ، جیسا کہ ہم اپنے زمانے میں ان چیزوں کا کثرت سے مشاہدہ کرتے ہیں ۔ مثلاً بعض شیعہ

عوام سنی بہائیوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے ایک دم ہوتی ہے اور وہ اس دم کو اپنے لباس کے نیچے چھپا کے رکھتے ہیں اور اہل سنت کے عوام بھی شیعوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ایک دم رکھتے ہیں ۔

اس لحاظ سے اگر کسی دن ہم بھی ملل و نحل ، عقائد اور نظریات پر کوئی کتاب لکھنا چاہیں تو اسمیں مذکورہ مؤلفین کے طریقہ کار کی پیروی کرناچاہیں تو ہمیں ان مؤلفین کی کتابوں میں درج کئے گئے گوناگون فرقوں میں ایک اور فرقے کا اضافہ کرنا چاہئیے ، اور کہنا چاہئے کہ: ایک اور فرقہ جو مسلمانوں میں موجود ہے اس کا نام فرقہ "دُنبیہ" ہے اور اس فرقہ کے افراد بعض حیوانات کے مانند صاحب دم ہیں اور اس دم کو اپنے لباس کے نیچے مخفی رکھتے ہیں !!

## افسانہ نسناس[1]

هيهات لن يخطى القدر من القضاء اين المفرّ ؟

تقدیر کا تیر خطا کر کے کتنا دور چلا گیا قضا سے بچنے کی کوئی راہ فرار نہیں ہے. نسناس جیسا کہ ہم نے گزشتہ فصل میں اشارہ کیا کہ ملل و نحل اور ادیان و عقائد کی کتابیں لکھنے والے مؤلفین کسی دلیل ، سند اور ماخذ کے ذکر کرنے کی ضرورت کا احساس کئے بغیر ہر جھوٹے مطلب اور افسانے کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اور اگر بعضوں نے سند و ماخذ کا ذکر کیا بھی ہے تو وہ سند و مآخذ صحیح نہیں ہیں کیونکہ افسانوں کیلیئے سند جعل کرنا بذات خود ایک دلچسپ کارنامہ ہے جو اس افسانہ کے صحیح یا غلط ہونے پر کسی طرح دلالت نہیں کرتا ہے اگر گزشتہ روایتوں کا آپس میں موجود تناقض اور ان کے مضمون و متون کا من گڑھت اور ناقابل قبول ہونا ---جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ان کی نشاندہی کی گئی ---ان کے جعلی اور جھوٹ ہونے کو ثابت کرنے میں کافی نہ ہوں اور انہیں بے اعتبار نہ کرسکیں تو ہم آنے والی فصل میں گزشتہ روایتوں کے مانند چند دوسری جھوٹی روایتوں کو نقل کریں گے جو مسلسل اور متصل سند کے ساتھ صاحب خبر تک پہنچتی ہیں تا کہ اسی قسم کی افسانوی روایتوں کی سندوں کی قدر و قیمت بیشتر واضح ہو سکے ، اور معلوم ہوجائے کہ ان روایتوں کا ظاہر طور پر مستند ہونا ان کے صحیح اور حقیقی ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے ،

کیونکہ بہت سی جعلی اور افسانوی روایتےں مسلسل سند کے ساتھ اصلی ناقل تک پہنچتی ہیں لیکن ہرگز صحیح اور واقعی نہیں ہوتیں ۔

افسانہ نسناس کی با سند روایتیں اب ہم ان روایتوں کا ایک حصہ اس فصل میں ذکر کرتے ہیں جو سند کے ساتھ نقل ہوئی ہیں لیکن پھر بھی صحیح اور واقعی نہیں ہیں اس کے بعد والی فصلوں میں ان پر بحث و تحقیق کریں گے نتیجہ کے طور پر اس حقیقت تک پہنچ جائیں گے کہ صرف سند نقل کرنا روایت کے صحیح اور اصلح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

ا ۔ مسعودی ، عبد اللہ بن سعد بن کثیر بن عفیر مصری سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ یعقوب بن حارث بن نجم سے اور وہ شبیب بن شیبہ تمیمی سے نقل کرتا ہے کہ : میں " شحر ا میں اس علاقہ کے "

---

ا ۔ شحر، بحر الہند کے ساحل پرے من کی طرف ایک علاقہ ہے ( معجم البلدان(

رئیس و سرپرست کا مہمان تھا، گفتگو کے ضمن میں "نسناس" کی بات چھڑگئی میزبان نے اپنے خدمت گذاروں کو حکم دیا کہ اس کیلئے ایک "نسناس" شکار کریں ۔ جب میں دوبارہ اس کے گھر لوٹ کرآیا تو میں نے دیکھا کہ خدمت گذار ایک نسناس کو پکڑلائے ہیں نسناس نے میری طرف مخاطب ہوکر کہا: تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں میرے حال پر رحم کرنا میرے دل میں بھی اس کیلئے ہمدردی پیدا ہوئی، میں نے اپنے میزبان کے نوکروں سے کہا کہ اس نسناس کو آزاد کردو تا کہ چلا جائے انہوں نے میری درخواست پر نسناس کو آزاد کردیا ۔ جب کھانے کیلئے دستر خوان بچھا، میزبان نے سوال کیا کیا نسناس کو شکار نہیں کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا: کیوں نہیں؟

لیکن تیرے مہمان نے اسے آزاد کردیا، اس نے کہا: لہذا تیار رہنا کل نسناس کو شکار کرنے کیلئے جائیں گے دوسرے دن صبح سویرے ہم شکار گاہ کی طرف روانہ ہوئے اچانک ایک نسناس پیدا ہوا اور اچھل کود کر رہا تھا، اسکا چہرہ اور پیر انسان کے چہرہ اور پیر جیسا تھا،

اس کی ٹھڈی پر چند بال تھے اور سینہ پر پستان کے مانند کوئی چیز نمودار تھی دو کتے اس کا پیچھا کررہے تھے او وہ کتوں سے مخاطب ہوکر درج ذیل اشعار پڑھ رہا تھا:

افسوس ہے مجھ پر! روزگار نے مجھ پر غم و اندوہ ڈال دیا ہے۔

اے کتوں! ذرا میرا پیچھا کرنے سے رک جاؤ اور میری بات کو سن کرے تےقن کرو۔

اگر مجھ پر نیند طاری نہ ہوتی تو تم مجھے ہرگز پکڑ نہیں سکتے تھے، یا مرجاتے یا مجھ

سے دور ہوجاتے ۔

میں کمزور اور ڈرپوک نہیں ہوں اور ایسا نہیں ہوں جو خوف و ہراس کی وجہ سے دشمن سے پیچھے ہٹتا ہے ۔

لیکن یہ تقدیر الٰہی ہے کہ طاقتور اور سلطان کو بھی ذلیل و خوار کردیتا ہے[1]

شبےب کہتا ہے کہ آخر کار ان دو کتوں نے نسناس کے پاس پہنچ کر اسے پکڑلیا ۔

۲۔ حموی معجم البلدان میں اس داستان کو شبیب سے نقل کرکے بیشتر تفصیل سے بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ شبیب نے کہا: "میں شحر" میں خاندان "مہر" کے ایک شخص کے گھر میں داخل ہوا یہ اس علاقہ کا رئیس اور محترم شخص تھا میں کئی روز اس کا مہمان تھا اور ہر موضوع پر بات کرتا تھا اس اثناء میں میں نے اس سے نسناس اور اس کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا اور اس نے کہا: جی ہاں نسناس اس علاقہ میں ہے اور ہم اسکا شکار کرتے ہیں اور اس کا گوشت

---

۱ الویل لی مما به دهانی

دهری من الهموم و الاخزان

قفا قلیلاً ایها الکلبان

استمعا قولی و صدقانی

انکما حین تحاربانی

الفیتما حضرا عنانی

لو لا سباتی ما ملکتمانی

حتٰی تموتا او تفارقانی

لست بخوار و لا جبان

و لابنکس رعش الجنان

لکن قضاء الملک الرحمان

یذل ذا القوة و السلطان

کہاتے ہیں مزید کہا: نسناس ایک ایسا حیوان ہے جس کے ایک ہاتھ اور ایک پیر ہیں اور اس کے تمام اعضا یعنی کان، آنکھ ایک سے زیادہ نہیں ہیں اور اس کا نصف چہرہ ہوتا ہے۔

شبیب کہتا ہے: خدا کی قسم دل چاہتا ہے کہ اس حیوان کو نزدیک سے دیکھ لوں،

اس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ ایک نسناس کا شکار کریں۔ میں نے دوسرے دن دیکھا کہ اس کے نوکروں نے اس حیوان کو پکڑ لیا جس کا چہرہ انسان کے جیسا تھا، لیکن نہ پورا چہرہ بلکہ نصف چہرہ اس کے ایک ہاتھ تھا وہ بھی اس کے سینہ پر لٹکا ہوا تھا اسی طرح اس کا پیر بھی ایک ہی تھا جب نسناس نے مجھے دیکھا تو کہا: میں خدا کی اور تیری پناہ چاہتا ہوں میں نے نوکروں سے کہا کہ اسے آزاد کردو انہوں نے میرے جواب میں کہا: اے مرد! یہ نسناس تجھے فریب نہ دے کیونکہ یہ ہماری غذا ہے لیکن میرے اصرار اور تاکید کے نتیجہ میں انہوں نے اسے آزاد کردیا۔ اور نسناس بھاگ گیا اور طوفان کی طرح چلا گیا اور ہماری آنکھوں سے غائب ہوگیا جب دوپہر کے کھانے کا وقت آیا اور دستر خوان بچھایا گیاتو میزبان نے اپنے نوکروں سے سوال کیا: کیا میں نے کل تمہیں نہیں کہا تھا کہ ایک نسناس کا شکار کرنا؟

انہوں نے کہا: ہم نے ایک کو شکار کیا تھا لیکن تیرے مہمان نے اسے آزاد کردیا میزبان نے ہنس کر کہا: لگتا ہے کہ نسناس نے تجھے فریب دیا ہے کہ تم نے اسے آزاد کیا ہے اس کے بعد نوکروں کو حکم دیا کہ کل کیلئے ایک نسناس کا شکار کریں شبیب کہتا ہے: میں نے کہا اجازت دوگے کہ میں بھی تیرے غلاموں کے ہمراہ شکار گاہ جاؤں اور نسناس کو شکار کرنے میں ان کی مدد کروں؟ اس نے کہا: کوئی مشکل نہیں ہے، ہم شکاری کتوں کے ہمراہ شکار گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور رات کے آخری حصہ میں ایک بڑے جنگل میں پہنچے، اچانک ایک آواز سنی جیسا کہ کوئی فریاد بلند کررہا تھا: اے ابو مجمر! صبح ہوچکی ہے، رات نے اپنا دامن سمیٹ لیا ہے، شکاری سرپر پہونچ چکا ہے لہذا جلدی سے اپنے آپ کو کسی پناہ گاہ میں پہنچا دو۔[1]!

دوسرے نے جواب میں کہا: کلی و لاتراعی "کہاو اور ناراض مت ہو"

راوی کہتا ہے: میں نے دیکھا کہ " ابو مجمر "کو دو کتوں نے محاصرہ کیا ہے اور وہ یہ اشعار پڑھ رہا ہے: الویل لی مما دھانی تا آخر اشعار (کہ گزشتہ روایت میں ملاحظہ فرمایا)

شبیب کہتا ہے: آخر کار وہ دو کتے " ابو مجمر "کے نزدیک پہنچے اور اسے پکڑ لیا۔

جب دوپہر کا وقت آیا نوکروں نے اسی ابو مجمر کا کباب بنا کر میزبان کے دستر خوان پر رکھا۔

۳۔ پھر یہی حموی، حسام بن قدامہ اور وہ اپنے باپ سے اور وہ بھی اپنے باپ سے نقل کرتا ہے: میرا ایک بھائی تھا، اس کا سرمایہ ختم ہوا تو وہ تنگ دست ہوگے

ا۔ سرزمین ‘‘ شحر ’’میں ہمارے چند چچیرے بھائی تھے ۔ میرا بھائی اس امید سے کہ چچیرے بھائی اس کی کوئی مالی مدد کریں گے ‘‘ شحر ’’کی طرف روانہ ہوا ۔ چچیرے بھائیوں نے اس کی آمد کو غنیمت سمجھ کر اس کا استقبال کیا اور اس کی مہمان

---

ا ۔ یا ابا مجمر! ان الصبح قد اسفر، و اللیل قد ادبر و القنیص قد حضر فعلیک بالوزر۔

نوازی اور خاطر تواضع کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی ۔ ایک دن اسے کہا کہ اگر ہمارے ساتھ شکار گاہ آجاؤ گے تو تیرے لئے یہ سے رو سیاحت نشاط و شادمانی کا سبب ہوگی ۔

مہمان نے کہا اگر مصلحت سمجھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور ان کے ساتھ شکار گاہ کی طرف روانہ ہوا یہاں تک ایک بڑے جنگل میں پہنچے اسے ایک جگہ پر ٹھہرا کر خود شکار کرنے کیلئے جنگل میں داخل ہوئے ۔ وہ مہمان کہتا ہے : میں ایک کنارے پر بیٹھا تھا کہ اچانک دیکھا کہ ایک عجیب الخلقہ مخلوق جنگل سے باہر آئی ظاہری طور پر یہ مخلوق انسان سے شباہت رکھتی تھی اس کے ایک ہاتھ اور ایک پیر تھا اور ایک آنکھ اور نصف ریش یہ جانور فریاد بلند کررہا تھا : الغوث ! الغوث! الطريق الطريق عافاک الله ( مدد ! مدد! راستہ چھوڑو ! راستہ چھوڑو ! خدا تجھے سلامت رکھے داستان کا راوی کہتا ہے : میں اسکے قیافہ اور ہیکل کو دیکھ کر ڈر گیا اور بھاگ کھڑا ہوا اور متوجہ نہیں ہوا کہ یہ عجیب مخلوق وہی شکار جس کے بارے میں میرے میزبان نے گفتگو کی تھی ، وہ جانور جب اچھلتے کودتے ہوئے میرے نزدیک سے گزرا تھا تو درج ذیل مضمون کے اشعار پڑھ رہا تھا ۔

صیاد کی صبح ہوئی شکاری کتوں کے ہمراہ شکار پر نکل پڑے ہیں آگاہ ہوجاؤ تمہارے لئے نجات کا راستہ ہے۔

لیکن موت سے کہاں فرار کیا جاسکتا ہے ؟ مجھے خوف دلایا جاتا اگر اس خوف دلانے میں کوئی فائدہ ہوتا! مقدر کے تیر کا خطا ہونا بعید ہے تقدیر سے بھاگنا ممکن نہیں [1]

جب وہ مجھ سے دور چلا گیا، تو فوراً میرے رفقاء جنگل سے باہر آگئے اور مجھ سے کہا : ہمارا شکار کہاں گیا جسے ہم نے تیری طرف کوچ کیا تھا ؟ میں نے جواب میں کہا: میں نے کوئی شکار نہیں دیکھا ، لیکن ایک عجیب الخلقہ اور حیرت انگیز انسان کو دیکھا کہ جنگل سے باہر آیا اور تیزی کے ساتھ بھاگ گیا ۔ میں نے اس کے قیافہ کے بارے میں تفصیلات بتاتی تو

---

۱غدا القنيص فابتكر

باكلب وقت السحر

لک النجا وقت الذكر

ووزر و لا وزر

این من الموت المفر ؟

حذّرت لو يغنى الحزر

هيهات لن يخطى القدر

من القضاء این المفر؟ !

انہوں نے ہنس کر کہا: ہمارے شکار کو تم نے کھودیا ہے میں نے کہا؛ سبحان اللہ کیا تم لوگ آدم خور ہو ؟ جس کو تم اپنا شکار بتاتے ہو وہ تو آدم زاد تھا باتیں کرتا تھا اور شعر پڑھتا تھا ۔ انہوں نے جواب میں کہا: بھائی ! جس دن سے تم ہمارے گھر میں داخل ہوئے ہو صرف اسی کا گوشت کھاتے ہو ، کبھی کباب کی صورت میں تو کبھی شوربے دار گوشت کی صورت میں ۔ میں نے کہا: افسوس ہو تم پر ! کیا ان کا گوشت کھایا جاسکتا ہے اور حلال ہے ؟ انہوں نے کہا؛ جی ہاں چونکہ یہ پیٹ والے ہیں اور جگالی بھی کرتے ہیں لہذا ان کا گوشت حلال ہے ۔

۴۔ پھر سے حموی -- " ذغفل " نسابہ [۲] سے اور وہ ایک عرب شخص سے نقل کرتا ہے کہ میں چند لوگو کے ہمراہ " عالج " کے صحرا میں چل رہے تھے کہ اتفاق سے ہم راستہ بھول گئے یہاں تک سمندر کے ایک ساحل پر واقع جنگل میں پہنچ گئے اچانک دیکھا کہ اس جنگل سے ایک بلند قامت بوڑھا باہر آیا ۔ اس کے سر وصورت انسان کے مانند تھے لیکن بوڑھا تھا ایک ہی آنکھ رکھتا تھا اور تمام اعضاء ایک سے زیادہ نہ تھے جب اس نے ہمیں دیکھا تو بڑی تیزی سے تیز رفتار گھوڑے سے بھی تیز تر رفتار میں بھاگ گیا ، اسی حالت میں اس مضمون چند اشعار بھی پڑھتا جارہا تھا:

خارجی مذہب والوں کے ظلم سے تیزی کے ساتھ فرار کررہا ہوں چونکہ بھاگنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہے ۔

میں جوانی میں بڑا طاقت ور اور چالاک تھا لیکن آج کمزور اور ضعیف ہوگیا ہوں ۱

۵۔ پھر حموی کہتا ہے : یمن کے لوگوں کی روایتوں میں آیا ہے کہ کچھ لوگ نسناس کے شکار کیلئے گئے لشکر گاہ میں انہوں نے تین نسناسوں کودیکھا ان میں سے ایک کو شکار کیا ۔ باقی دو نسناس درختوں کی پیچھے چھپ گئے اور شکاری انہیں ڈھونڈ نہ سکے ۔

ایک شکار ---جس نے نسناس کا شکار کیا تھا ---نے

---

۲۔ ذغفل ، حنظلہ بن زید کا بیٹا ہے ابن ندیم کہتا ہے؛ ذغفل کا اصل نام حجر ہے اورذغفل اس کا لقب ہے اس نے عصر پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو درک کیا ہے لیکن اس کا صحابی ہونا علماء تراجم کے یہاں اختلافی مسئلہ ہے قول صحیح یہ ہے کہ اسے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی ہونے کا افتخار ملا ہے معاویہ کی خلافت کے دوران اس کے پاس گیا معاویہ نے اس سے ادبیات ، انساب عرب اور علم نجوم کے بارے میں چند سوال کئے اس کی معلومات کی وسعت اسے بہت پسند آئی حکم دیا تا کہ اس کے بیٹے کو علم انساب ، نجوم ، اورادبیات سکھائے ، دغفل جنگ ازارقہ میں ۶۰ھ سے پہلے دولاب فارس میں ڈوب گیا ۔ فہرست ابن ندیم ۲۳۶ رجوع کیا جائے ۔ / ۴۶۴ نمبر ۲۳۹۹ اور تقریب التہذیب ۱ / ۱۳۲ اصابہ ۱ / ۱۳۱ ، والمحبر ۴۷۸ ، اسدا لغابہ ۲

۱ فررت من جود الشراة شدا اذ لم اجد من القرار بدا

قد کنت دهراً فی شبابی جلدا فها انا الیوم ضعیف جدا

کہا: خدا کی قسم جسے ہم نے شکار کیا ہے بہت ہی چاق اور سرخ خون والا ہے جب اسکی آواز کو درختوں میں چھپے نسناسیوں نے سنی تو انمیں سے ایک نے بلند آواز میں کہا: چونکہ اس نے "صرو" ا

کے دانے زیادہ کہائے تھے لہذا چاق ہوا ہے جب شکاریوں نے اس کی آواز سنی اس کی طرف دوڑے اور اسے بھی پکڑ لیا ۔

ایک شکاری نے ۔ جس نے اس نسان کا سر کاٹا تھا۔ کہا:

خاموشی اور سکوت کتنی اچھی چیز ہے ؟ اگر یہ نسناس زبان نہ کھولتا ہم اس کی مخفی گاہ کو پیدا نہیں کرسکتے اور اسے پکڑ نہیں سکتے تھے اسی اثناء میں درختوں کے بیچ میں تیسرے نسناس کی آواز بھی بلند ہوئی اور اس نے کہا: دیکھئے میں خاموش بیٹھا ہوں اور زبان نہیں کھولتا ہوں ۔ جب اس کی آواز کو شکاریوں نے سنا تو اسے بھی پکڑ لیا اس طرح تینوں نسناسوں کو پکڑ کر ذبح کیا اور ان کا گوشت کھا لیا۔

یہ تھا ان روایتوں کا ایک حصہ جنہیں سند کے ساتھ نسناس کے بارے میں نقل کیا گیا ہے اگلی فصل میں اور بھی کئی روایتیں نسناس کے وجود کے بارے میں نقل کرکے ان پر بحث و تحقیق کریں گے۔

## نسناس کے پائے جانے اور اسکے معنی کے بارے میں نظریات

انّ حیّاً من قوم عاد عصوا رسولھم فمسخھم اللّٰہ ن سناساً

قوم عاد کے ایک گروہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نافرمانی کی تو خدا نے انہیں نسناس کی صورت میں مسخ کردے[1]
۔ (بعض لغات کی کتابیں)

ہم نے گزشتہ فصل میں نسناس کے بارے میں کئی روایتیں نقل کیں ۔ اب ہم اس فصل میں نسناس کے وجود اور تعارف کے بارے میں کئی دوسری روایتیں نقل کریں گے اور اس کے بعد ان روایتوں پر بحث و تحقیق کریں گے ۔

۱ ۔ حموی نے احمد بن محمد ہمدانی ا کی کتاب سے نسناس کے وجود کے بارے میں یوں نقل کیا ہے:" آدم" کی بیٹی " وبار" ہر سال صنعا میں "شحر" اور ، تخوم" کے درمیان واقع ایک وسیع اور سر سبز

---

۱ ۔ احمد بن محمد بن اسحاق ، معروف بہ ابن الفقیہ ہمدانی صاحب ایک کتاب ہے جو ملکوں اور شہروں کی شناسائی پر ہے اور یہ کتاب دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے اس کی وفات ۳۴۰ھ میں واقع ہوئی ہے فہرست ابن ندیم ۲۱۹ اور ھدیۃ العارفین ۔

شاداب محل میں کچھ مدت گزاری تھی چونکہ یہ علاقہ روئے زمین پر پر برکت ترین، سرسبز و شاداب ترین علاقہ تھا اور دنیا کے دوسرے حصوں کی نسبت یہاں پر بیشتر درخت، باغات، میوہ اور پانی جیسی نعمتیں تھیں، اس لئے تمام علاقوں سے مختلف قبائل وہاں جاکر جمع ہوتے تھے بہت سی زمینیں آباد کی گئیں تھی اور ان کی ثروت دن بہ دن بڑھتی جارہی تھی، اس لئے ان لوگوں نے تدریجاً عیاشی اور خوش گزارانی کے لئے اپنا ٹھکانا بنالیا تھا اور کفر و الحاد کی طرف مائل ہوگئے تھے اور طغیانی و بغاوت پر اتر آئے تھے خداوند عالم نے بھی ان کی اس نافرمانی اور بغاوت کے نتیجہ میں ان کی تخلیق و قیافہ کو مسخ کرکے انہیں نسناس کی صورت میں تبدیل کردیاتا کہ ان کے زن و مرد نصف سر و صورت اور ایک آنکھ ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ والے ہوجآئیں، وہ اس قیافہ و ہیکل کی حالت میں سمندر کے کنارے نیزاروں (جھاڑیوں) میں پھرتے تھے اومویشیوں کی طرح چرا کرتے تھے۔

۲۔ طبری نسناس کے نسب کو ابن اسحاق سےیوں نقل کرتا ہے:

' امیم بن لاوذبن سام بن نوح کی اولاد صحرائے " عالج " میں " وبار" کے مقام پر رہائش پذیر تھے۔ نسل کی افزائش کی وجہ سے ان کی آبادی کافی حدتک بڑھ گئی اور وہ ثروت مند ہوگئے اس کے بعد ایک گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونے کی وجہ سے خدا کی طرف سے ان پر بلا نازل ہوئی کہ اس بلا کےنتیجے میں وہ سب ہلاک ہوگئے صرف ان میں سے معدودچندافراد باقی بچے لیکن وہ دوسری صورت میں مسخ ہوئے کہ اس وقت نسناس کے نام سے مشہور ہیں۔

۳۔ پھر سے طبری ابن کلبی [۱] سے نقل کرتا ہے: "ابرھۃبن رائش بن قیس صفی بن سبا بن یشجب کے بیٹے یمن کے پادشاہ نے ملک مغرب کی انتہا پر ایک جنگ لڑی اور اس جنگ میں اس نے فتح پائی ایک بڑی ثروت کو غنیمت کے طورپر حاصل کیا ان غنائم کو نسناسوں کے ساتھ لے آیا۔ وہ وحشتناک قیافہ رکھتے تھے لوگوں نے وحشت میں پڑ کر پادشاہ کو " ذو الاذاعر'' نام رکھا یعنی رعب ووحشت والے

۴۔ کراع [۲] کہتا ہے: نسنا س نون پر زبر یا زیر سے --- نقل ہوا ہے کہ ---- وحشی حیوانوں میں سے ایک حیوان ہے کہ اسے شکار کرتے ہیں اور اس کا گوشت کہاتے ہیں۔ ان کا قیافہ انسانوں کا سا ہے اور انسانوں کی طرح گفتگو کرتے ہیں البتہ ایک آنکھ، ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ رکھتے ہیں۔ ۵۔ ازھری ۳ نسناس کی یوں نشان دہیکرتا ہے:

---

۱۔ ابن کلبی: ہشام بن محمد کلبی نسابہ کے نام سے معروف ہے ۲۰۴ ھف یا ۲۰۶ ہ میں وفات پائی ہے۔

۲۔ کراع النمل: وہی ابو الحسن علی بن حسن ہنائی عضدی مصری ہے کہ چھوٹے قد کی وجہ سے "کراع النمل "سے معروف تھا۔ لغت عرب میں وسیع معلومات رکھتا تھا اور صاحب تالیفات بھی تھا اس نے ۳۰۹ ئہ کے بعد / ۱۱۲ ) اور انباء الرواہ القفطی ( ۲ وفات پائی ہے اس کی زندگی کے حالات کے بارے میں ارشاد الاریب حموی ( ۵۲۴۰ کی طرف رجوع کیا جائے۔

۵۔ ازہری : ابو منصور محمد بن احمد بن ازہر علمائے لغت میں سے ہے کہتے ہیں لغت عربی کو جمع کرنے کیلئے ۳۸/ اس نے تمام عرب نشین علاقوں کا سفر کیا ہے۔ ۳۷۰ میں وفات پائی ہے اس کی زندگی کے حالات اللباب ا میں آئے ہیں۔

" نسناس ایک مخلوق ہے جو قیافہ اور ہیکل کے لحاظ سے انسان جیسے ہیں لیکن جنس بشر سے نہیں ہیں بعض خصوصیات میں انسان سے مشابہ ہیں اور بعض دوسرے خصوصیات میں انسان سے مشابہ نہیں ہیں۔

۶۔ جوہری [۱] صحاح اللغۃ میں یوں کہتا ہے : نسناس ایک قسم کی مخلوق ہے جو ایک ٹانگ پر چلتے اور اچھل کود کرتے ہیں۔

۷۔ زبیدی نے '' ابی الدقیش " [۲] سے " التاریخ " میں یوں نقل کیا ہے کہ نسناس سام بن سام کی اولاد تھے جو قوم عاد و ثمود تھے لیکن نسناس عقل نہیں رکھتے ہیں اور ساحل ہند کے نیزاروں (جھاڑیوں) میں زندگی گذارتے ہیں عرب اور صحرا نشین انہیں شکار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں نسناس عربی زبان میں بات کرتے ہیں نسل کی نسل بڑھاتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں، اپنے بچوں کے نام عربی میں رکھتے ہیں۔

۸۔ مسعودی کہتا ہے : نسناس ایک سے زیادہ آنکھ نہیں رکھتے۔ کبھی پانی سے باہر آتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں اور اگر کسی انسان کو پاتے ہیں تو اسے قتل کر ڈالتے ہیں۔

۹۔ نہایۃ اللغۃ" ، '' لسان المیزان " ، " قاموس " اور ' التاج " نامی لغت کی معتبر و قابل اعتماد چار کتابوں کے مؤلفین نے لغت "نسناس " کے ضمن میں اس روایت کو نقل کیا ہے کہ :قوم عاد کے ایک قبیلہ نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تو خداوند عالم نے انہیں مسخ کر کے نسناس کی صورت میں تبدیل کر دیا کہ وہ ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ رکھتے ہیں اور وہ انسان کا نصف بدن رکھتے ہیں راستہ چلتے وقت پرندوں کی طرح اچھل کود کرتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت بھی حیوانوں کی طرح چرتے ہیں۔

۱۰ ۔ قاموس اور شرح قاموس التاج میں آیا ہے : کبھی کہتے ہیں کہ نسناس کی وہ نسل نابود ہو چکی ہے جو قوم عاد سے مسخ ہوئی تھی۔

کیونکہ دانشوروں نے تحقیق کی ہے کہ مسخ شدہ انسان تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا ہے لیکن اس قسم کے نسناس --- جنہیں بعض جگہوں پر عجیب قیافہ اور خلق میں دیکھا گیا ہے --- کوئی اور مخلوق ہے اور شاید نسناس تین مختلف نسل ہیں : ناس ، نسناسی ، اور نسانس نوع آخر کی مؤنث اور جنس مادہ ہے!

۱۱ ۔پھر سے " التاریخ " میں " عباب " سے نقل کرتا ہے کہ نسل نسناس نسل نسناس سے عزیز تر و شریف تر ہے پھر ابو ہریرہ سے نسناس کے بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ

---

۱۔ جوہری: ابو نصر اسماعیل بن حماد ہے ان کی نسب بلاد ترک کے فاراب سے ہے اس نے عراق اور حجاز کے سفر کئے ہیں تمام علاقوں کا دورہ کیا ہے اس کے بعد نیشابور آیا ہے اور اسی شہر میں سکونت کی ہے لکڑی سے دو تختوں کو پروں کے مانند بنا کر انہیں آپس میں ایک رسی سے باندھا اور چھت پر جا کر آواز بلند کی لوگو! میں نے ایک ایس چیز بنائی ہے جو بے مثال ہے ابھی میں ان دو پروں کے ذریعہ پر واز کروں گا نیشابور کے لوگ تماشا دیکھنے کیلئے جمع ہوئے اس نے اپنے دونوں پروں کو ہلا کر فضا میں چھلانگ لگادی لیکن ان مصنوعی دو پروں نے اس کی کوئی یاری نہیں کی بلکہ وہ چھت سے زمین پر ۱۰ ) کی طرف رجوع فرمائیں ۔( / ۲۶۹ ) لسان المیزان ۴۰۰ / ۲ گر کر مرگیا ۔ یہ روئداد ۳۴۳ھ میں واقع ہوئی ۔ معجم الادباء ۰۷ میں آیا ہے ۔

۲۔ ابو الدقیش: قناتی غنوی ہے کہ اس کے حالات کی شرح میں فہرست ابن ندیم طبع مصر ص ۔

اس عجیب نسل سے گروہ "ناس "نابود ہوگئے ہیں لیکن گروہ "نسناس "باقی ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں

۱۲ ۔ سیوطی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے نسناس کے بارے میں یوں نظریہ پیش کیا ہے "لےکن وہ معروف حیوان جسے لوگ نسناس کہتے ہیں ان میں سے ایک نوع بندر کی نسل ہے اور وہ پانی میں زندگی نہیں کرسکتے یہ حرام گوشت ہیں لیکن ان حیوانوں کی دوسری نوع جو دریائی ہیں اور پانی میں زندگی بسر کرتے ہیں، ان کا گوشت حلال ہونے میں دو احتمال ہے "رویانی "[1] اور بعض دوسرے دانشور کہتے ہیں: ان کا گوشت حلال اور خوردنی ہے ۔

۱۳ ۔ شیخ ابو حامد غزالی[2] سے نقل ہوا ہے کہ نسناس کا گوشت حلال نہیں ہے کیونکہ وہ خلقت انسان کی ایک مخلوق ہے ۔

۱۴ ۔ مسعودی 'مروج الذہب "میں نقل کرتا ہے:

" متوکل نے اپنی خلافت کے آغاز میں حنین بن اسحاق[3] سے کہا کہ چند افراد کو "نسناس "اور اس کے بعد مسعودی کہتا ہے:

" ہم نے اس روداد کی تفصیل اور تشریح اپنی کتاب "اخبار الزمان "میں درج کی ہے ،

اور وہاں پر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان لوگوں کو "عربد "لانے کیلئے "یمامہ اور نسناس "لانے کیلئے "شحر "بھیجا گیا تھا ۔یہ تھیں افسانہ نسناس اور اس کے پائے جانے کے بارے میں روایتیں جو نام نہاد معتبر اسلامی کتابوں میں درج کی گئی ہیں اور یہ روایتیں سند اور راویوں کے سلسلہ کے ساتھ

---

۱ ۔ رویانی رویان سے منسوب ہے اور رویان طبرستان کے پہاڑوں کے درمیان ایک بڑا شہر ہے حموی نے رویان کی تشریح میں کہا ہے رویان ایک شہر ہے علماء اور دانشوروں کا ایک گروہ اسی شہر سے منسوب ہے جیسے: ابو لمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل بن محمد رویانی طبری جو قاضی اور مذہب شافعی کے پیشواؤں میں سے ایک ہے اور اس شخص نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں علم فقہ میں بھی ایک بڑی کتاب "البحر "تصنیف کی ہے سخت تعصب کی وجہ سے ۵۰۰ءیا ۵۰۱ء میں مسجد جامع آمل میں اسے قتل کیا گیا ۔

۲۔ ابو حامد: محمد بن محمد بن محمد غزالی ہے ایک گاؤں سے منسوب ہے جس کا نام غزالہ ہے یا یہ کہ منسوب بہ غزل ہے وہ ایک فلاسفر اور صوفی مسلک شخص ہے اس نے حجۃ الاسلام کا لقب پایا ہے دو سو سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں اور مختلف شہروں جیسے: نیشابور، بغداد، حجاز، شام اور مصر کے سفر کئے ہیں اور وہاں سے اپنے شہر طابران واپس آیا ہے اور وہیں پر ۵۰۵ ئہ میں وفات پائی ہے ۔

۳۔ حنین بن اسحاق کا باپ اہل حیرہ عراق تھا بغداد کے علماء کا رئیس تھا اس کی کنیت ابو زید اور لقب عبادی تھا ۲۶۰ء میں اس نے وفات پائی (وفیات الاعیان) ۔

"عربد" ا لانے کیلئے یتار کرے ۔ کئی لوگ گئے ، لیکن انہوں نے جتنی بھی کوشش اور کاروائی کی صرف دونسناس کو متوکل کی حکومت کے مرکز" سرمن رای "تک صحیح و سالم پہنچا سکے ۔

اصلی ناقل تک پہنچی ہیں لیکن اس کے باوجود یہ تمام روایتیں جھوٹ اور افسانہ کے علاوہ کچھ نہیں ہیں ۔ ان کی اسناد اور راویوں کا سلسلہ بھی جھوٹ کو مضبوط اور مستحکم کرنے کیلئے جعل کیا گیا ہے اگلی فصل میں یہ حقیقت اور بھی واضح ہوگی ۔

بحث کا خلاصہ اور نتیجہ افسانہ نسناس کے اسناد ہم نے گزشتہ دو فصلوں میں نسناس کے وجود اور پیدائش کے بارے میں نقل کی گئی روایتوں کو انکے اسناد اور راویوں کے سلسلہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور دیکھا کہ یہ روایتیں ایسے افراد سے نقل کی گئی ہیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے نسناس کو دیکھا ہے اور اپنے کانوں سے ان کی گفتگو و اشعار اور ان کا قسم کھانا سنا ہے اسے دیکھا ہے کہ ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ اور ایک آنکھ اور نصف صورت کے باوجود بظاہر شبیہ انسان طوفان کے مانند تیز رفتار گھوڑے سے بھی تیز تر دوڑتے تھے ۔

ان دو روایتوں کو ایسے افراد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نسناس کا شکار کرنے اور اس کا گوشت کباب اور شوربہ دار گوشت کی صورت میں کھانے میں شرکت کی ہے ۔

ایسے افراد سے بھی روایت کی ہے کہ اس کے گوشت کے حلال ہونے میں اشکال کیا ہے اور کہا ہے کہ چونکہ نسناس انسان کی ایک قسم ہے اور گفتگو و شعر کہتا ہے اس لئے حرام ہے اس کے مقابلہ میں بعض دوسرے افراد نے کہا ہے کہ نسناس کا گوشت حلال ہے کیونکہ وہ پیٹ رکھتا ہے اور حیوانوں کے مانند جگالی کرتا ہے ۔

ان روایتوں کو ایسے افراد نے نقل کیا ہے کہ خود انہوں نے خلیفہ عباسی متوکل کو دیکھا ہے کہ اس نے اپنے زمانے کے بعض حکماء کو بھیجا کہ اس کیلئے "عربد" اور "نسناس" شکار کرکے لائیں اور ان کے توسط سے دو عدد نسناس سامراء پہنچے ہیں ۔

ایسے افراد سے ان روایتوں کو نقل کیا گیا ہے کہ وہ خود نسناس شناس ہیں اور انہوں نے نسناس کے شجرہ نسب کے بارے میں تحقیق کی ہے اور اپنا نظریہ پیش کیا ہے اور ان کا شجرہ نسب بھی مرتب کیا ہے اور اس طرح نسناس کی نسل حضرت نوح تک پہنچتی ہے وہ امیم بن لاوذبن سام بن نوح کی اولاد ہیں جب بغاوت کرکے معصیت و گناہ میں حد سے زیادہ مبتلا ہوئے تو خداوند عالم نے انہیں مسخ کیا ہے ۔

ان تمام مسلسل اور باسند روایتوں کو علم تاریخ کے بزرگوں، علم رجال کے دانشوروں اور علم انسان کے اساتذہ نے نقل کیا ہے، جیسے:

۱۔ عظیم ترین اور قدیمی ترین عرب نسب شناس ابن اسحاق (وفات ۶۸ھء(

۲۔ مغازی اور تاریخ کے دانشوروں کا پیشوا ابن اسحاق (وفات ۱۵۱ھء(

۳۔ نسب شناسوں کا امام و پیشوا: ابن کلبی (وفات ۲۰۴ھء(

۴۔ مؤرخین کے امام و پیشوا: طبری (وفات ۳۱۰ئہ(

۴۔ جغرافیہ دانوں کے پیش قدم: ابن فقیہ ھمدانی (وفات ۳۴۰ھء(

۶۔ تاریخ نویسوں کے علامہ: مسعودی (وفات ۳۴۶ھء(

۷۔ علم بلدان کے عظیم دانشور: حموی (وفات ۶۲۶ئہ(

۸۔ مختلف علم کے علامہ و استاد: ابن اثیر (وفات ۶۳۰ئہ(

جی ہاں ہم نے گزشتہ صفحات میں جتنے بھی مطالب نسناس کے بارے میں بیان کئے ہیں ان کو مذکورہ، تاریخ، لغت، اور دیگر علوم میں مہارت اور تخصص رکھنے والے علماء نے اپنی کتابوں اور تالیفات میں نقل کیا ہے۔

ت عجب کی حدیہ ہے کہ کبھی اس افسانہ کو حدیث کی صورت میں نقل کیا گیا ہے اور اس کی سند کو معصوم تک پہنچادیا ہے: نسناس قوم عاد سے تھے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تو خدا نے انہیں مسخ کردیا کہ ان میں سے ہر ایک کا ایک ہاتھ، ایک ٹانگ اور نصف بدن ہے اور پرندوں کی طرح اچھل کود کرتے ہیں اور مویشیوں کی طرح چرتے ہیں۔

پھر روایت کی ہے کہ نسناس قوم عاد سے ہیں۔ بحر ہند کے ساحل پر نیزاروں میں زندگی کرتے ہیں اور ان کی گفتگو عربی زبان میں ہے۔

اپنی نسل بھی بڑھاتے ہی شعر بھی کہتے ہیں اپنی اولاد کیلئے عربی ناموں سے استفادہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد ان علماء نے نسناس کے گوشت کے حلال ہونے میں اختلاف کیا ہے بعض نے اس کے حلال ہونے کا حکم دیاہے اور بعض دوسروں نے اسے حرام قرار دیا ہے لیکن جلال الدین سیوطی تفصیل کے قائل ہوئے ہیں اور صحرا کے نسناسوں کو حرام گوشت لیکن سمندری نسناسوں کو حلال گوشت جانا ہے۔

یہ عقائد و نظریات اور یہ روایتیں اور نقلیات بزرگ علماء اور دانشوروں کی ہیں کہ ان میں سے بعض کے نام ہم نے بیان کئے ہیں اور بعض دوسروں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ کراع، "التاج" کی نقل کے مطابق: وفات ۳۰۹ھء

۲۔ ازہری : تہذیب کے مطابق : وفات ۳۷۰ھ

۳۔ جوہری : صحاح کے مطابق : وفات ۳۹۳ھ

۴۔ رویانی : "التاج" کے مطابق: وفات ۵۰۲ھ

۵۔ غزالی: "التاج" کے مطابق: وفات ۵۰۵ ئہ

۶۔ ابن اثیر: نہایۃ اللغۃ کے مطابق : وفات ۶۰۶ھ

۷۔ ابن منظور: لسان العرب کے مطابق : وفات ۷۱۱ھ

۸۔ فیروز آبادی : قاموس کے مطابق : وفات ۸۱۸ھ ۹

۔ سیوطی : التاج کے مطابق : وفات ۹۱۱ھ

۱۰ ۔ زبیدی : تاج العروس کے مطابق: وفات ۱۲۰۵ھ

۱۱ ۔ فرید وجدی دائرۃ المعارف کے مطابق: وفات ۱۳۷۳ ئہ

## افسانہ سبئۃ اور نسناس کا موازنہ

کیا مختلف علوم کے علماء ودانشوروں کے نسناس کے بارے میں ان سب مسلسل اور با سند روایتوں کا اپنی کتابوں اور تالیفات میں درج کرنے اور محققین کی اس قدر دلچسپ تحقیقات اور زیادہ سے زیادہ تاکید کے بعد بھی کوئی شخص نسناس کی موجودگی حتی ان کے نرومادہ اور ان کی شکل وقیافہ کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہہ کرسکتا ہے !؟

کیا کوئی "نسناس"، "عنقاء"، "سعلات البر" اور "دریائی انسان "[1] جیسی مخلوقات کے بارے میں شک کرسکتا ہے جبکہ ان کے نام ان کی داستانیں اور ان کے واقعات باسند اورمرسل طورپر علماء کی کتابوں میں وافر تعداد میں درج ہوچکی ہیں ؟

علماء اوردانشوروں کی طرف سے "ناووسیہ"، "غرابیہ"، "ممطورہ" "طیارہ" اور سبئیہ" کے بارے میں اس قدر مطالب نقل کرنے کے بعد کیا کوئی شخص مسلمانوں میں ان

---

۱۔ عنقاء : کہا گیا ہے کہ عنقاء مغرب میں ایک پرندہ ہے جس کے ہر طرف چار پر ہیں اور اس کی صورت انسان جیسی ہے اس کا ہر عضو کسی نہ کسی پرندہ کے مانند ہے اور اس کے علاوہ مختلف حیوانوں سے بھی شباہت ۲۱۲ نے عنقاء کے بارے / ۸۵، مسعودی مروج الذہب ۲ / رکھتا ہے کبھی انسانوں کو شکار کرتا ہے ابن کثیر۱۳

میں مفصل و مشروح روایت کی سند کے سلسلہ کے ساتھ نقل کیا ہے ' سعلات " عرب دیو کی مادہ کو "سعلات ۱۵ ) صحرانشین عرب خیالی کرتے تھے کہ سعلات اور غول ( دیو ) دو زندہ مخلوق / "کہتے ہیں (-تاج العروس ۸
ہیں کہ بیابانوں میں زندگی گزارتے ہیں اور ان دونوں کے بارے میں بہت سے اشعار اور حکایتیں بھی نقل کی گئی ۱۳۴ ـ ۱۳۷ /باب ذکر اقاویل العرب فی الغیلان)یہیں پر مسعودی عمر ابن خطاب سے نقل کرتا / ہیں مروج الذہب ( ۲ ہے کہ اس نے شام کی طرف اپنے ایک سفر میں ایک بیابان میں ایک جن کو دیکھا تو اس نے چاہا اس طرح اس کو بھی فریب دے جس طرح وہ لوگوں کو فریب دیتا ہے لیکن عمر نے اسے فرصت نہیں دی اور تلوار سے اسے قتل کیا۔
انسانی دریائی : عربوں اور غیر عربوں میں انسان دریائی کے بارے میں داستانیں اور افسانے نقل ہوئے ہیں زبان زد عام وخاص ہیں ۔

گروہوں اور فرقوں کی موجودگی کے بارے میں شک و شبہ کرسکتا ہے ؟ جی ہاں ، ہم دیکھتے ہیں کہ گروہ سبیئہ اور نسناس کے بارے میں جو افسانے نقل ہوئے ہیں با وجود اس کے کہ علماء اوردانشوروں نے انہیں صدیوں تک سنا اور سلسلہ راویوں کے ساتھ نقل کیا ہے آپس میں کافی حدتک شباہت رکھتے ہیں ہماری نظر میں صرف مطالعہ اور ان دو افسانوں کے طرز و طریقہ پر دقت کرنے سے ان کا باطل اور خرافات پر مشتمل ہونے کو ہر فرد عاقل اور روشن فکر کیلئے ثابت کیا جاسکتا ہے اس فرق کے ساتھ کہ افسانہ سبیئہ میں موجود اختلافات وتناقض کو جو افسانہ نسناس میں موجود نہیں ہیں اضافہ کیا جائے کہ خود یہ تناقص و اختلاف سبب بنے گا کہ یہ روایتیں ایک دوسرے کے اعتبار کو گرادیں گی اور اس طرح ان روایتوں پر کسی قسم کا اعتبار باقی نہیں رہے گا اور ان کی تحقیق و بحث کی نوبت ہی نہیں آئے گی ۔
اگر طے ہو کہ گروہ سئیبہ ، ابن سوداء اور ابن سبا کے بارے میں بیشتر وضاحت پیش کریں اور طول تاریخ میں ان کے تحولات پر بحث و تحقیق کریں تو کتاب کی مستقل حصہ کی ضرورت ہے ۔
یہاں پر اس کتاب کے اس حصہ کو اختتام تک پہنچاتے ہیں اور دوسرے ضروری مطالب کو اگلے حصہ پر چھوڑ تے ہیں ہم اس دینی اور علمی فریضہ کو انجام دینے میں خداوند عالم سے مدد چاہتے ہیں ۔

## دوسرے حصے کے مآخذ

۱ ۔ اشعری : سعد بن عبداللہ کتاب ''المقالات و الفرق '' ۲۰ ۔ ۲۱ میں ۲۔ نوبختی : کتاب '' فرق الشیعہ '' ۲۲ ۔ ۲۳ میں ۸۵ / ۳۔ اشعری : علی ابن اسماعیل ، کتاب '' مقالات اسلامیین '' ۱

۴۔ ملطی : کتاب '' التنبیہ و الرد '' ۲۵ ۔ ۲۶ و ۱۴۸

۵۔ بغدادی : کتاب '' الفرق '' ۱۴۳

۱۸ و ۳۹ اور کتاب '' اختصار الفرق '' تالیف ، ۱۳۸ ، ۶۔ بغدادی : کتاب الفرق ۱۲۳

۵۷ ، ۲۵ ، ۲۲ ، ۱۴۲ ، عبدالرزاق ۱۲۳

۱۸۶ اور / ۱۴۲ اور طبع التمدن ۴ / ۷۔ ابن حزم : کتاب '' الفصل '' طبع محمد علی صبیح ۴

۴ / ۱۳۸

۱۲۹ ۔ ۱۳۰ / ۸۔ البداء و التاریخ ۵

۹۔ ذہبی : کتاب '' میزان الاعتدال '' شرح حال عبداللہ بن سبا ، نمبر ۴۳۴۲

۲۸۹ شرح حال نمبر ۱۲۲۵ ۔ / ۱۰ ۔ ابن حجر کتاب '' لسان المیزان '' ۳

/ ۱۱ ۔ مقریزی : کتاب '' الخطط '' روافض کے نو گروہوں میں سے پانچویں گروہ میں ۴

۱۸۵ ۔ / ۱۸۲ و ۴

۱۲ ۔ ابن خلدون : مقدمہ میں ۱۹۸ طبع بیروت میں کہتا ہے : فرقہ امامیہ میں بھی جو گروہ وجود میں آئے ہیں جو غالی اور انتہا پسند ہیں انہوں نے ائمہ کے بارے میں غلو کیا ہے اور دین اور عقل کے حدود سے تجاوز کرگئے ہیں اور ان کی الوہیت اور ربوبیت کے قائل ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود اس سلسلے میں مبہم اور پیچیدہ بات کرتے ہیں جس سے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس گروہ کے عقیدہ کے مطابق ائمہ بشر ہیں اور خدا کی صفات کے حامل ہیں یا یہ کہ خدا خود ہی ان کے وجود میں حلول کرگیا ہے دوسرے احتمال کے بناء پر وہ حلول کے قائل ہیں جس طرح عیسائی حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں قائل تھے جبکہ علی ابن ابیطالب نے ان کے بارے میں اس قسم کا اعتقاد رکھنے والوں کو جلادیا ہے ۔

۲۰۸ ۔ ۲۱۰ / ۱۳ ۔ مسعودی : ۲

۱۴ ۔ معجم البلدان : لفظ '' شحر '' کی تشریح میں ۔

۸۹۹ ۔ ۹۰۰ / ۱۵ ۔ معجم البلدان : لفظ '' وبار '' کی تشریح میں : ۱۴

۱۶ ۔ معجم البلدان : لفظ '' وبار '' کی تشریح میں ۱۷ ۔ معجم البلدان : لفظ '' وبار '' کی تشریح میں ، مسعودی نے بھی اسی مطلب کو ۲۰۸ ۔ ۲۱۰ درج کیا ہے ۔ / مختصر تفاوت کے ساتھ ' مروج الذہب '' ۲

۱۸ ۔ معجم البلدان : لفظ " شحر " کی تشریح میں اس کا خلاصہ " مختصر البلدان " ابن فقیہ ۳۸ میں آیا ہے ۔

۵۸ / ۲۱۴ ، '' ابن اثیر " ۱ / ۱۹ ۔ " طبری " ۱

۴۴۱ ۔ ۴۴۲ / ۲۰ ۔ طبری ۱

۲۱ ۔ لسان العرب ابن منظور و تاج العروس زبیدی لفظ نسناس کی تشریح میں ۔

۲۲ ۔ لسان لعرب ابن منظور و قاموس فیروز آبادی، لفظ نسناس کی تشریح میں ۲۳ ۔ نہایۃ اللغۃ: ابن اثیر ۱ / ۲۴ ۔ مروج الذہب ، ۲۲۲

۲۱۱ اس نے اسی جگہ پر نسناس سے مربوط روایتوں کو نقل کیا / ۲۵ ۔ مروج الذہب ، ۲
ہے پھر اس مخلوق کے وجود کے بارے میں شک و شبہہ کیا ہے ۔

# تیسری فصل

## عبد اللہ بن سبا اور سبائی کون ہیں ؟

سبا اور سبئی کا اصلی معنی

لغت میں تحریف مغیرہ کے دوران حجر بن عدی کا قایم

حجر ابن عدی کی گرفتاری

حجر اور اُن کے ساتھیوں کا قتل

حجر کے قتل ہوجانے کا دلوں پر اثر

حجر کی روداد کا خلاصہ

لفظ سبئی میں تحریف کا محرک

لفظ سبئی میں تحریف کا سلسلہ

افسانہ سیف میں سبیئہ کا معنی

عبد اللہ بن سبا کون ہے ؟

ابن سودا کون ہے؟

اس حصہ کے مآخذ

## سبا و سبئی کا اصلی معنی

سبا بن يشجب بن يعرب سليل قحطان قريع العرب

**سبا بن یشجب بن یعرب نسل قحطان اور عرب کا منتخب شدہ ہے۔ انساب سمعانی**

کتاب کے اس حصہ میں بحث کے عناوین ابن سبا اور سبئیہ کے بارے میں جو تمام افسانے ہم نے گزشتہ فصلوں میں نقل کئے اور اس کے بارے میں جو روایتیں حدیث اور رجال کی کتابوں میں درج ہوئی ہیں وہ سب کی سب درج ذیل تین ناموں کیلئے جعل کی گئی ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن سبا ۲. عبداللہ بن سودا ۳۔ سبیئہ و سبائیہ حقیقت کو روشن کرنے کیلئے ہم مجبور ہیں کہ جہاں تک ہمیں فرصت اجازت دے مذکورہ عناوین میں سے ہر ایک کے بارے میں الگ الگ بحث و تحقیق کریں۔

## سبئی کا معنی:

" سبائیہ " و " سبیئہ " دو لفظ ہیں کہ از لحاظ لفظ و معنی "یمانیہ "و "یمنیہ " کے مانند ہیں۔

سمعانی (وفات ۵۶۲ ہ) اپنی انساب میں مادہ " السبئی " میں اس لفظ کی وضاحت میں کہتا ہے: " سبئی " سین مہملہ پر فتحہ اور باء نقطہ دار سے "سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان " سے منسوب ہے۔

ابو بکر حازمی ہمدانی (وفات ۵۸۴ ھ) کتاب " عجالۃ المبتدی " میں مادہ " سبئی " میں کہتا ہے : "سبئی " سبا سے منسوب ہے کہ اس کا نام عامر بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے اس کتاب کے ایک نسخہ میں آیا ہے کہ سبئی کے نسب کے بارے میں درج ذیل اشعار بھی کہے گئے ہیں :

لسبا بن يشجب بن يعرب

سليل قحطان قريع العرب

نسب خير مرسل نبينا

عشرة الازد الاشعرينا

و حميرا و مذحجا و كنده

انما رسادسا لهم فی العدة

و قد تيامنوا من اشام له

غسان لخم جذام عامله (۱)

۱۔بہترین پیغمبروں کو عرب کے دس قبیلوں سے نسبت دی گئی ہے کہ ان میں سے سبا بن یشجب بن یعرب ہے جو قبیلہ قحطان سے ہے اور عربوں کا سردار ہے اور فرمایا ہے کہ ان میں سے چھ قبیلے دائیں طرف سفر پر چلے گئے وہ عبارت ہیں ازد، اشعری، حمیر مذحج، کندہ، انمار، اور دوسرے چار قبیلے شام کی طرف چلے گئے کہ عبارت ہیں غسان لخم، جذام اور عاملہ۔

ترمذی نے اپنی سنن میں، سورہ سبا کی تفسیر میں اور اسی طرح ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب "الحروف " میں بیان کیا ہے کہ: ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سوال کیا " سبا "کیا ہے ؟کسی محلہ کا نام ہے ؟ یا کسی عورت کا نام ہے ؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا: سبا، نہ کسی محلہ یا مخصوص جگہ کا نام ہے اور نہ کسی عورت کا نام بلکہ سبا ایک شخص تھا جس کی طرف سے عربوں کے دس قبیلے منسوب ہیں ان میں سے چہ خاندان عبارت ہیں: اشعری، ازد، حمیر، مذحج، انمار، اور کندہ جنہوں نے دائیں طرف سفر کیا ہے اور دوسرے چار خاندان جنہوں نے شام کی طرف سفر کیا عبارت ہیں؛ لخم، جذام، غسان اور عاملہ"

کتاب لساب العرب میں لفظ سبا کے بارے میں آیا ہے: " سبا ' ایک شخص کا نام ہے جس سے یمن کے تمام قبائل منسوب ہیں"

یاقوت حموی نے " معجم البلدان " میں لغت " سبا" کے بارے میں کہا ہے:" سبا " س اور ب پر فتح اور ہمزہ یا الف ممدودہ کے ساتھ یمن میں ایک علاقہ کا نام ہے کہ اس علاقہ کا مرکزی شہر " مارب " ہے مزید اضافہ کرتا ہے: اس علاقے کو اس لئے سبا کہا گیا ہے کہ وہاں پر سبا بن یشجب کی اولاد سکونت کرتی تھی"

ابن حزم (- وفات ۴۵۶ ) اپنی کتاب " جمهرة الانساب " میں جہاں پر یمانیہ کے نسب کی تشریح کرتا ہے، کہتا ہے: تمام یمانیوں کی نسل قحطان کی فرزندوں تک پہنچتی ہے اس کے بعد " سبا " کے مختلف خاندانوں کا نام لیتا ہے اور ان خاندانوں میں سے ایک کی تشریح میں کہتا ہے وہ سبائی ہیں اور سبائی کے علاوہ اس خاندان کیلئے کوئی دوسری نسبت نہیں دی گئی ہے۔

ابن خلدون ( وفات ۸۰۸ھ) اپنے مقدمہ میں کہتا ہے: رہا اہل یمن، تو سبا کی اولاد اور نسل سے ہیں اور جب عربوں کے طبقہ دوم کی بات آگئی تو مزید کہتا ہے: یہ طبقہ عربوں میں یمنی اور سبائی کے نام سے معروف ہے قبائل قحطان کے شام اور عراق کی طرف کوچ کرنے کے بعد انہیں یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ بیان ہوا وہ ان لوگوں کے حالات کی تشریح تھی جو قبائل سبا سے تھے اور یمن سے ہجرت کرکے عراق میں سکونت اختیار کرگئے ہیں قبائل سبا کے چار گروہوں نے بھی شام میں سکونت اختیار کی اور دوسرے چہ گروہ اپنے اصلی وطن یمن ہی میں رہے"

ابن خلدون مزید کہتا ہے: انصار سبا کی نسل سے ہیں خزاعہ، اوس اور خزرج بھی وہی نسل ہیں،

ذہبی ( وفات ۷۴۸ھ) المشتبہ میں سبا کے بارے میں کہتا ہے: سبائی مصر میں ایکھے ہیں ان ہی میں سے کئی افراد ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں عبداللہ بن هیرہ معروف بہ ابو ہبیرہ ابن حجر ( وفات ۸۵۲ھ) اپنی کتاب " تبصرة المتنبہ " میں لفظ سبا کے بارے میں

کہتا "سبا" ایک قبیلہ کا باپ ہے اور "سبئ" کی شرح میں کہتا ہے : "سبا" ایک قبیلہ کا نام ہے اس قبیلہ سے عبد اللہ بن ھبیرہ سبائی معروف بہ ابو ہبیرہ ہے ۔ ابن ماکولا ( وفات ۴۷۵ھ) '
الاکمال "(۱)
میں کہتا ہے : سبئ ایک قبیلہ سے منسوب ہے اسکے بہت سے افراد ہیں اور وہ مصر میں آباد ہیں ۔

## سبئ راوی:

قبیلہ سبا اور "سبئۃ" کے معنی کو بیشتر پہچانے کیلئے ہم یہاں پر راویوں کے ایک گروہ کا ذکر کرتے ہیں جنہیں علمائے حدیث اور تاریخ نے سبا بن یشجب سے منسوب کیا ہے اور اسی لئے انہیں سبئ کہتے ہیں :

## ۱ ۔ عبداللہ بن ھبیرہ:

یہ قبیلہ سبا کے راویوں میں سے ایک معروف راوی ہے علمائے حدیث اور رجال نے اس کے نسب کی اپنی کتابوں میں نشان دہی کی ہے چنانچہ : ابن ماکولا و سمعانی اپنی انساب میں لفظ "سبا" کی تشریح میں سبا بن یشجب سے منسوب سبئ نام کے بعض حدیث کے راویوں کا نام لیتے ہوئے کہتے ہیں : سبیء راویوں میں سے من جملہ عبداللہ بن ھبیرہ سبائی ہے ۔
ابن قیسرانی : محمد بن طاہر بن علی مقدسی ( وفات ۵۰۷ھ) نے بھی اسی ابو ہبیرہ کے حالات کے بارے میں اپنی کتاب "الجمع بین رجال الصحیحین" میں درج کیا اور جہاں پر "صحیح مسلم" کے راویوں کے حالات پر روشنی ڈالتا ہے عبداللہ کے نام پر پہنچ کر اس کے بارے میں کہتا ہے : عبداللہ ابن ھبیرہ سبائی مصری نے ابو تمیم سے حدیث نقل کی ہے ۔
"تہذیب التہذیب" میں بھی اسی عبد اللہ اور اس کے تمام اساتذہ اور شاگردوں کا بھی مفصل طور پر ذکر کیا ہے ۔
ابن حجر اسی کتاب میں کہتا ہے : علم حدیث کے علماء نے عبداللہ بن ھبیرہ کی توثیق اور تائید کی ہے تمام علماء اس موضوع پر اتفاق نظر رکھتے ہیں اور اس کے بعد کہتے ہیں : ابن ھبیرہ کی پیدائش عام الجماعۃ یعنی ۴۰ھ میں اور وفات ۱۲۰ میں واقع ہوئی ہے ۔
ن ے ز ابن حجر تقریب التہذیب میں کہتا ہے عبداللہ بن ہیرہ بن اسد سبائی حضرمی مصر کے لوگوں میں سے تھا وہ علمائے حدیث کی نظر میں طبقہ سوم کے راویوں میں باوثوق اور قابل اعتماد شخص ہے اس نے ۸۱ سال کی عمر میں وفات پائی ہے ۔
ان دو کتابوں میں "تہذیب التہذیب" اور "تقریب التہذیب" میں عبد اللہ بن ہبیرہ سبائی ان راویوں میں شمار ہوا ہے جن سے صحاح کے مولفین ، سنن مسلم ، ترمذی ، ابو داؤد ،

نسائی اور ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہے اور احمد حنبل نے اپنی مسند کے باب مسند ابو نضرہ غفاری میں اس سے حدیث نقل کیا ہے۔

---

۱۔ کتاب اکمال میں راویوں کو ہر قبیلہ کے لغت میں تعارف کراتے ہیں۔

## ۲۔ عمارۃ بن شبیب سبئی:

وہ سبئی راویوں میں سے ایک اور راوی ہے جس کا نام استیعاب ، اسدا لغابہ ، اور اصابہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب کی فہرست میں ذکر ہوا ہے۔

استیعاب کا مولف کہتا ہے : عمارۃ بن شبیب سبائی اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں شمار کیا گیا ہے اور ابو عبدالرحمان جبلی نے اس سے حدیث نقل کیا ہے ۔

اسد الغابہ میں بھی عمارۃ بن شبیب کے بارے میں یہی مطالب لکھے گئے ہیں اور اس کے بعد اضافہ کیا گیا ہے : اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کیا ہے ۔ صاحب اسدالغابہ اس سلسلہ میں بات کو اس بیان پر ختم کرتے ہیں کہ : سبی ء جو "س"

بدون نقطہ اور ایک نقطہ والے "ب" سے لکھا جاتا ہے ، اس کو کہتے ہیں جو سبا سے منسوب ہو۔

صاحب " الاصابہ" عمارۃ ابن شبیب کے حالات کی تشریح میں کہتا ہے : وہ ۵۰ ھ میں فوت ہوا ہے ۔

معروف کتاب صحیح بخاری کے مؤلف امام بخاری نے بھی اس کے حالات کی تشریح اور تفصیل اپنی رجال کی کتاب 'تاریخ الکبیر" میں درج کی ہے اور اس کے بعد اس سے ایک روایت نقل کرکے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اس خصوصی حدیث کو ضعیف شمار کیا ہے ۔

ابن حجر بھی اسی عمارۃ بن شبیب سبئی کو کتاب "تہذیب التہذیب " اور "تقریب التہذیب " میں درج کرتے ہوئے کہتا ہے : ترمذی و نسائی نے اپنی سنن میں ا س سے حدیث نقل کی ہے ۔

## ۳۔ ابو رشد بن حنش سبئی:

یہ سبئی راویوں میں سے ایک اور راوی ہے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں اور نسائی و ترمذی، ابن ماجہ اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس سے حدیث نقل کی ہے چونکہ ابن حجر نے بھی اس کے نام کو کتاب "تہذیب التہذیب " ا ور "تقریب التہذیب "میں درج کیاہے اور اسکے بارے میں اور ایک دوسرے سبئی راوی کے بارے میں کہتا ہے : عمرو بن حنظلہ سبئی و ابو رشد بن صنعانی صنعا ، یمن کے رہنے والے تھے اور باوثوق اور قابل اعتماد ہیں ۔

ذہبی نے بھی انہیں مطالب کو اپنی تاریخ میں درج کرتے ہوئے اضافہ کیا ہے کہ اس نے مغرب زمین کی جنگ میں شرکت کی اور افریقہ میں سکونت اختیار کی اور اسی وجہ سے اس کے بیشتر دوست اور شاگرد اہل مصر ہیں اس نے افریقہ میں ۱۰۰ھ میں محاذ جنگ پر رحلت کی۔

ابن حکم اپنی کتاب "فتوح افریقہ" میں کہتا ہے: جب مسلمانوں نے "سردانیہ" کو اپنے قبضہ میں لیا، تو جنگی غنائم سے متعلق بہت ظلم کیا اور واپسی پر جب کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی کے ڈوبنے کی وجہ سے سب دریا میں غرق ہوگئے صرف ابو عبدالرحمان جبلی اور حنش بن عبداللہ سبئی بچ گئے کیونکہ ان دو افراد نے غنائم جنگی سے متعلق ظلم میں شرکت نہیں کی تھی۔

۴۔ ابو عثمان جیشانی: ۱۲۶ھ میں فوت ہوا ہے۔

۵۔ ازہر بن عبداللہ سبئی: ۲۰۵ھ میں مصر میں فوت ہوا۔

۶۔ اسد بن عبدالرحمان سبئی اندلسی: وہ علاقہ "بیرہ" کا قاضی تھا یہ شخص ۱۵۰ھ کے بعد بھی زندہ تھا۔

۷۔ جبلہ ابن زہیر سبئی: یہ یمن کا رہنے والا تھا۔

۸۔ سلیمان بن بکار سبئی: وہ بھی اہل یمن تھا۔

۹۔ سعد سبئی: ابن حجر "اصابہ" میں اس کے حالات کی تشریح میں کہتا ہے:

واقدی اسے ان لوگوں میں سے جانتا ہے جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں اسلام قبول کیا۔

یہ تھے راویوں اور حدیث کے ناقلوں کے چند افراد کہ جن کو سمعانی اور ابن ماکو نے لفظ "سبائی" کے بارے میں چند دیگر سبئی کے ساتھ ان کے حالات لکھے ہیں اور ان کی اساتذہ اور شاگردوں کا تعارف کرایا ہے۔ اگر کوئی شخص رجال اور حدیث کی کتابوں میں بیشتر تحقیق کرے تو مزید بہت سے راویوں کو پیدا کرے گا جو قبلہ قحطان سے منسوب ہونے کی وجہ سے سبئی کہے جاتے ہیں۔

نتیجہ کے طور پر یہ راوی اور دسیوں دیگر راوی سبا بن یشجب بن یعرب قحطان سے منسوب ہونے کی وجہ سے سبئی کہے جاتے ہیں اور اسی نسب سے، معروف ہوئے ہیں علمائے حدیث و رجال نے ان کی روایتوں اور نام کو اسی عنوان اور نسبت سے اپنی کتابوں میں درج کر کے ان کے اساتذہ اور شاگرودوں کے بارے میں مفصل تشریح لکھی ہے اور یہ سبئی راوی دوسری صدی کے وسط تک اکثر اسلامی ملکوں اور شہروں میں موجود تھے اور وہیں پر زندگی گذارتے تھے اور اسی عنوان اور نسبت سے پہچانے جاتے تھے یہ بذات خود لفظ سبئی و سبیئہ کے اصلی اور صحیح معنی کی علامت ہے اور یہ اس بات کی ایک اور دلیل ہے کہ یہ لفظ تمام علماء اور مؤلفین کے نزدیک دوسری صدی ہجری کے وسط تک قبیلہ کی نسبت پر دلالت کرتا تھا نہ کسی مذہبی فرقہ کے وجود پر جو بعد میں جعل کیا گیا ہے۔

یہ سبئی راوی علمائے حدیث کی نظر میں ایسے معروف و شناختہ شدہ اور قابل اطمینان ہیں کہ حدیث کی صحاح، سنن اور سند و دیگر صاحبان مآخذ و حدیث کے معتبر کتابوں کے مؤلفین نے بغیر کسی شک شبہ، کے ان سے احادیث نقل کی ہیں جبکہ یہی علماء اس زمانے میں شیعہ راویوں کی روایتوں اور حدیثوں کو علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے شیعہ ہونے کے جرم میں سختی سے رد کیا کرتے تھے اور اس قسم کے راویوں کو ضعیف اور ناقابل اعتبار جانتے تھے اور اپنی کتابوں میں شیعہ راویوں سے ایک بھی حدیث نقل نہیں کرتے تھے اس زمانے میں اس سبئی راویوں سے بغیر کسی رکاوٹ کے روایتیں اور احادیث نقل کر کے اپنی کتابوں میں درج کرتے تھے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سبئیہ ان کے زمانے اور نظر میں قبیلگی نسبت کے علاوہ کسی اور معنی و مفہوم کی ضمانت پیش نہیں کرتا تھا اور یہ لفظ کسی بھی فرقہ و مذہبی گروہ پر دلالت نہیں کرتا تھا کہ جس کی وجہ سے ان سے احادیث قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش آئے اور ان علماء کی نظر میں ان سے نقل احادیث اعتبار کے درجہ سے گرجائے بلکہ یہ مفہوم بعد والے زمانے میں وجود میں آیا ہے چنانچہ خدا کی مدد سے ہم اگلے حصہ میں '' تحریف سبئیہ " کے عنوان سے اس حقیقت سے پردہ اٹھائیں گے ۔

## سبا اور سبائی کے معنی میں تحریف

ان السبئية دلت على الانتساب الى الفرقة المذهبية بعد قرون

سبئےہ جو ایک قبیلہ کا نام تھا، کئی صدیوں کے بعد تحریف ہو کے ایک نئے افسانوی مذہب میں تبدیل ہوگیا ہے. مؤلف

سبئی قبیلے جیساکہ ہم نے گزشتہ فصل میں اشارہ کیا کہ گہری تحقیق اور جانچ پڑتال سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "سبئی" حقیقت میں قحطان کے قبیلوں کا انتساب ہے کہ یہ قبیلے یمن میں سکونت کرتے تھے لیکن بعد میں بعض علل و عوامل کی وجہ سے جن کی تفصیل ہم اگلے صفحات میں پیش کریں گے یہ لفظ تحریف ہوکر ایک نئے مذہب سے منسوب ہوا اور اسی تحریف اور نئے استعمال کے نتیجہ میں اسلام میں ایک نیا اور افسانوی مذہب پیدا ہوا ہے کہ حقیقت میں اس قسم کا کوئی مذہب مسلمانوں میں وجود نہیں رکھتا تھا۔

اس سلسلہ میں بیشتر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تغیر و تحول اور یہ تحریف اور الفاظ کا ناجائز فائدہ ان ادوار سے مربوط ہے جس میں سبئی قبیلے یعنی قحطانیوں نے--- جو شیعان علی علیہ السلام کہے جائے تھے -- کوفہ میں اجتماع کرکے جنگ جمل و صفین اور دوسری جنگوں میں حضرت علی علیہ السلام کی نصرت کی، جن کے سردار حسب ذیل تھے:

۱۔ عماربن یاسر قبیلہ عنس سبائی سے تھے۔

۲۔ مالک اشتر اور کمیل بن زیاد اور ان کے قبیلہ کے افراد دونوں ہی قبیلہ نخ و سبائی سے تھے

۳۔ حجربن عدی کندی اور ان کے قبیلہ کے افراد اور ان کے دوست و احباب جو ان کے ساتھ تھے سبائی تھے۔

۴۔ عدی بن حاتم طائی اور ان کے قبیلہکے افراد سبائی تھے۔

۵۔ قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی کہ قبائل سبائی کے خاندانوں میں سے تھے اور دوسرے لوگ جو قبیلہ خزرج سے ان کے ساتھ تھے سبائی تھے۔

۶۔ خزیمہ بن ثابت ذو الشهادتين اور حنیف کے بیٹے سہل و عثمان سب سبائیوں میں سے تھے اسی طرح قبیلہ اوس کے افراد جو ان کے ساتھ تھے سبائی تھے۔

۷۔ عبداللہ بدیل، عمرو بن حمق، سلیمان بن صرد اور انکے قبیلہ کے افراد وہ سب خزاعی سبائی تھے۔

جی ہاں، یہ لوگ اور ان کے قبیلوں کے دوسرے دسیوں ہزار افراد قبیلہ سبائی سے منسوب ہیں، یہ لوگ خاندان امیہ کے سخت مخالف تھے عثمان کے دوران سے لے کر امیوں کی حکومت کے آخری دن تک یہ لوگ علی علیہ السلام اور ان کے خاندان کے دوستدار تھے ان لوگوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک حضرت علی علیہ السلام اور ان کے خاندان کی حمایت اور طرفداری کی ،اور اسی راہ میں اپنی جان بھی نچھاور کرڈالی ۔

## لفظ سبئی میں تحریف کا آغاز

جیسا کہ ہم نے وضاحت کی کہ علی علیہ السلام کے اکثر چاہنے والے اور شیعہ،

قحطانی تھے اور یہ قحطانی "سبا" سے منسوب تھے۔ اسی نسب کی وجہ سے علی علیہ السلام کے دشمن پہلے دن سے زیاد بن ابیہ کی کوفہ میں حکومت کے زمانہ تک نسبت کو ایک قسم کی برائی اور شرم ناک نسبت کے عنوان سے پیش کرتے تھے اور لفظ "سبی" جو اس نسبت کی دلالت کرتا تھا سرزنش و ملامت کے وقت شیعہ علی کی جگہ پر حضرت علی علیہ السلام تمام پیرو و شیعوں کو "سبا" سے نسبت دیتے تھے۔ اس طرح اس لفظ کو اپنے اصلی معنی سے دور کرکے ایک دوسرے معنی میں استعمال کرتے تھے۔

مندرجہ ذیل خط میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ زیاد بن ابیہ نے جو خط کوفہ سے معاویہ کو لکھا ہے ایسے افراد کے بارے میں یہی لقب اور عنوان استعمال کیا ہے جو کبھی سبئی نہیں تھے حقیقت میں یہ پہلا موقع تھا کہ لفظ "سبئی" اپنے اصلی معنی ---جو یمن میں ایک قبیلہ کا نام تھا---سے تحریف ہوا اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے تمام دوستداروں اور طرفداروں کیلئے استعمال ہونے لگا حقیقت میں یہ روداد اس لفظ میں تحریف کا آغاز ہے ملاحظہ ہو اس خط کا متن:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندہ خدا معاویہ امیر المؤمنین کے نام: اما بعد! خداوند عالم نے امیر المؤمنین معاویہ پر احسان فرمایا اور اس کے دشمنوں کو کچل کے رکھ دیا اور جو اس کی مخالفت کرتے تھے انہیں بدبخت اور مغلوب کردیا، ان "ترابیہ" اور "سبائیہ" میں سے چند باغی و سرکشی افراد حجر بن عدی کی سرکردگی میں امیر المؤمنین کی مخالف پر اتر آئے ہیں اور مسلمانوں کی صف سے جدا ہوکر ہمارے خلاف جنگ و نبرد آزمائی کا پرچم بلند کردیا، لیکن خداوند عالم نے ہمیں ان پر کامیاب اور مسلط کردیا کوفہ کے اشراف و بزرگ اس سرزمین خیر افراد اور متدین و نیکوکار لوگ جنہوں نے ان کے فتنہ و بغاوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور ان کی کفر آمیز باتوں کو سنا تھا، کو میں نے بلاکر ان سے شہادت طلب کی، انہوں نے ان کے خلاف شہادت اور گواہی دی۔ اب میں اس گروہ کے افراد کو امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج رہا ہوں شہر کے جس متدین اور قابل اعتماد گواہوں نے ان کے خلاف شہادت دی ہے میں نے ان کے دستخط کو اس خط کے آخر میں ثبت کیا ہے"

ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس خط میں زیاد نے حجر اور اُن اس کے ساتھیوں کو ترابیہ و سبائیہ نام سے یاد کیا ہے اور ان کے ہمشہریوں سے انکے خلاف شہادت طلب کی ہے لہذا اُن میں سے کئی افراد نے شہادت دیکر زیاد کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کی ہے ان کی اس شہادت کے مطابق ایک شہادت نامہ بھی مرتب کرکے معاویہ کے پاس بھیجا گیا ہے۔

طبری کی روایت کے مطابق شہادت نامہ کا متن طبری نے زیاد کی طرف سے ریکارڈ اور شہادت نامہ مرتب کرنے کے بارے میں یوں ذکر کیا ہے:

زیاد بن ابیہ نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو زیر نظر رکھا ان میں سے بارہ افرد کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا اس کے بعد قبائل کے سرداروں اور قوم کے بزرگوں کو دعوت دی اور ان سے کہا کہ جو کچھ تم لوگوں نے حجر کے بارے میں دیکھا ان دنوں کوفہ میں اہل مدینہ کا سردار "عمر بن حریث" تمیم اور ہمدان کے سردار" خالد بن عرفہ" اور"قیس بن ولید بن عبد بن شمس بن سفیرہ" ربیعہ اور کندہ کا سردار ابو بردۃ ابن ابی موسی اشعری تھا وہ اس کے علاوہ قبیلہ "مذحج و اسد" کا بھی سردار تھا۔

ان چار افراد نے ابن زیاد کی درخواست پر حسب ذیل شہادت دی:

" ہم شہادت دیتے ہیں کہ حجر بن عدی کئی افراد کو اپنے گرد جمع کر کے خلیفہ (معاویہ) کے خلاف کھلم کھلا دشنام اور بدگوی کرتا ہے لوگوں کو اس کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دیتا ہے نیز دعویٰ کرتا ہے کہ خاندان ابوطالب کے علاوہ کسی میں خلافت کی صلاحیت نہیں ہے اس نے شہر کوفہ میں بغاوت کر کے امیر المؤمنین (معاویہ) کے گورنر کو وہاں سے نکال باہر کیا ہے وہ ابو تراب (علی علیہ السلام) کی ستائش کرتا ہے اور کھلم کھلا اس پر درود بھیجتا ہے اور اس کے مخالفوں اور دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے وہ افراد جن کو پکڑ کر جیل بھیج دیا گیا ہے وہ سب حجر کے اکابر اصحاب میں ہیں اور اس کے ساتھ ہم فکر و ہم عقیدہ ہیں"

طبری کہتا ہے:

" زیاد نے شہادت نامہ اور گواہوں کے نام پر ایک نظر ڈال کر کہا: میں گمان نہیں کرتا ہوں کہ یہ شہادت نامہ میری مرضی کے مطابق فیصلہ کن اور مؤثر ہوگا میں چاہتا ہوں کہ گواہوں کی تعداد ان چار افراد سے بیشتر ہو اور اس کے متن میں بھی کچھ تبدیلیاں کی جائیں۔

اس کے بعد طبری ایک دوسرے شہادت نامہ کو نقل کرتا ہے جسے زیاد نے خود مرتب کر کے دستخط کرنے کیلئے گواہوں کے ہاتھ میں دیا تھا اس کا متن حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابو بردۃ ابن موسیٰ، اس مطلب کی گواہی دیتا ہے اور اپنی گواہی پر خدا کو شاہد قرار دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے خلیفہ کی اطاعت و پیروی کرنے سے انکار کیا ہے اور اس نے مسلمانوں کی جماعت سے دوری اختیار کی ہے وہ کھلم کھلا خلیفہ پر لعنت بھیجتا ہے کئی

لوگوں کو اپنے گرد جمع کرکے کھلم کھلا معاویہ کے ساتھ عہد شکنی اور اس کو خلافت سے معزول کرنے کیلئے دعوت دیتا ہے اور انہیں جنگ و بغاوت پر اکساتا ہے اس طرح خداوند عالم سے ایک بڑے کفر کا مرتکب ہوا ہے[۱]

زیاد نے اس شہادت نامہ کو مرتب کرنے کے بعد کہا: تم سب کو اسی طرح شہادت دینی چاہیئے خدا کی قسم میں کوشش کروں گا کہ اس احمق (حجر) کا سر قلم کیا جائے۔

اس لئے چار قبیلوں کے سرداروں نے اپنی شہادت بدل دی اور ابو بردۃ کے شہادت نامہ کے مانند ایک دوسرا شہادت نامہ مرتب کیا۔ اس کے بعد زیاد نے لوگوں کو دعوت دی اور حکم دیا کہ تم لوگوں کو بھی ان چار افرد کی طرح شہادت دینا چاہئیاس کے بعد طبری کہتا ہے:

زیاد نے کہا ےہاں پر: پہلے قریش کے افراد سے شہادت لو، اورپہلے ان لوگوں کا نام لکھنا کہ ہمارے نزدیک (معاویہ) عقیدہ کے لحاظ سے سالم اور خاندان امیہ کے ساتھ دوستی میں مستحکم اور معروف ہیں۔ زیاد کے حکم کے مطابق ستر افراد کی گواہی کو حجر اور اُن کے اصحاب کے خلاف ثبت کیا گیا۔

اس کے بعد طبری چند گواہوں کے نام ذکر کرتا ہے جو عبارت ہیں: عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، ثبث بن ربعی اورزصر بن قیس۔

طبری مزید کہتا ہے: شداد ابن منذر بن حارث معروف بہ "ابن بزیعہ" جسے اُس کی ماں سے نسبت دیا جاتا تھا، نے بھی اس شہادت نامہ پر دستخط کی۔ تو زیاد نے کہا: کیا اس کا کوئی باپ نہ تھا جس کی طرف اس کی نسبت دی جاتی؟

اسے گواہوں کی فہرست سے حذف کردو انہوں نے کہا: یا امیر! اس کا ایک بھائی ہے جس کا نام حضین بن منذر ہے اور باپ سے نسبت رکھتا ہے زیاد نے کہا: شداد کو بھی اس کے باپ سے نسبت دو اور کہو شداد بن منذر تو پھر کیوں اسے ابن بزیعہ کہتے ہو؟ یہ روداد جب ابن بزیعہ کے کانوں تک پہنچی تو وہ ناراض ہوا اور بے ساختہ بولا: امان ہو! زنا زادہ سے افسوس ہو! اس پر کیا اس کی ماں سمیہ اس کے باپ سے زیادہ معروف نہیں تھی؟ خدا کی قسم اسے اپنی ماں کی شہرت اور باپ سے نامعلوم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اس کی ماں سے نسبت دی جاتی تھی اور وہ ابن سمیہ سے معروف تھا۔

شہادت نامہ کا جھٹلانا پھر سے طبری کہتا ہے:

"شہادت نامہ میں موجود ناموں اور دستخطوں میں ایک شریح بن حارث اور دوسرا شریح بن ھانی تھا لیکن ان دونوں نے اپنے دستخط کو جھٹلایا۔ شریح بن حارث کہتا ہے: زیاد نے حجر کے بارے میں مجھ سے سوال کیا میں نے اسے کہا: حجر ایسا شخص ہے جودن کو روزہ رکھتا ہے اور راتوں کو پرورد گار کی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔

---

۱۔ ابو موسی کے بیٹے کے یہاں پر کفر سے مراد معاویہ کی بیعت کرنے سے انکار اور معاویۃ کو خلافت سے معزول کرنا ہے اس کے مانند، حجاج کا بیان ہے جو اس نے ابن زبیر کے بارے میں اس کے قتل کے بعد اپنے خطبہ کے ضمن میں کہا؛ لوگو ! عبد اللہ بن زبیر پہلے اس امت کے نیک لوگوں میں سے تھا یہاں تک کہ خلافت کا خواہشمند ہوا اور خلافت کے عہدہ داروں سے نبرد آزما ہوا اور حرم خدا میں کفر و الحاد کا راستہ اختیار کیا خداوند ۱۳۳) پھر حجاج نے ابن زبیر کی ماں سے / عالم نے بھی عذاب آتش کا مزہ اسے چکھا دیا (تاریخ ابن کثیر ۸۱۳۶ ) یہ بالکل / مخاطب ہو کر کہا؛ تمہارا ایٹا خانہ خدا میں کفر و الحاد کا مرتکب ہو اہے (تاریخ اسلام ذہبی ۳

واضح ہے کہ حرم الٰہی سے ابن زبیر کے کفر و الحاد سے حجاج کا مقصد اس کی بنی امیہ کی منحوس خلافت سے مخالفت ہے۔

لیکن ، شریح بن ہانی کہتا ہے : جب میں نے سنا کہ حجر بن عدی کے خلاف میرے جعلی دستخط کئے گئے ہیں اور میری شہادت بھی ثبت کی گئی ہے تو میں نے اس شہادت نامہ کو جھٹلایا اور اسے جعل کرنے والوں کی مذمت کی، شریح بن ہانی نے معاویہ کے نام ذاتی طور پر ایک خط بھی لکھا اور اسے وائل بن حجر کے توسط سے اس کے پاس بھیجا اور اس خط کا مضمون یہ تھا:

”معاویہ ! مجھے ________ اطلاع ملی ہے کہ زیاد نے حجر کے خلاف اپنے خط میں میرے دستخط بھی ثبت کئے ہیں، لیکن یہ شہادت اور دستخط جعلی ہیں، حجر کے بارے میں میری صریح شہادت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہے امر بمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہے ، اسکی جان و مال محترم اور اسے قتل کرنا حرام ہے اب تم جانو چاہے اسے قتل کرو یا آزاد“

جب معاویہ نے شریح کے خط کو پڑھا تو اس نے کہا: شریح نے اس خط کے ذریعہ اس شہادت سے اپنے آپ کو الگ کیا ہے اس کے علاوہ ابن زیاد نے جن افراد کا نام شہادت نامہ میں لکھا تھا ان میں سری بن وقاص حارثی بھی تھا ، لیکن اس کو اس شہادت کے بارے میں علم نہیں تھا۔

## مغیرہ کے دوران حجر ابن عدی کا قیام

کان حجر من اعیان الصحابة یکثرالامر بالمعروف و النهی عن المنکر

حجر بن عدی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بزرگ صحابیوں میں سے تھے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کثرت سے کرتے تھے ۔ مؤرخین گزشتہ فصل میں حجر اور ان کے ساتھیوں کی بات چلی ہم نے کہا کہ زیاد بن ابیہ کی ان کے ساتھ گتھم گتھا ہوئی ،زیاد نے انہیں گروہ کو ' ترابیہ و سبیئہ " کا نام دیا اور ان کے خلاف مقدمہ چلایا ان کے خلاف کئی لوگوں سے شہادت لی اور آخر کار افسوسناک اور دلخراش صورت میں انہیں قتل کرڈالا ۔

اب ہم اس فصل میں حجر ابن عدی کا تعارف کرائیں گے کہ وہ کون ہیں ؟ اور ان کے سبئی ہونے کا سرچشمہ کہاں سے ہے؟ زیاد بن ابیہ انہیں کیوں اور کیسے سبئی بتاتا ہے ؟

حجر کون ہیں ؟

حجر بن عدی بن معاویہ ، قبائل سبا بن یشجب کے خاندان معاویۃ بن کندہ سے تعلق رکھتے تھے رجال اور تشریح کی کتابوں ، جیسے : "طبقات ابن سعد" ، " اسد الغابہ " اور ' ' اصابہ " میں ان کے بارے میں یوں آیا ہے : حجر اور اس کے بھائی ھانی مدینہ میں داخل ہوئے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے حضور دین اسلام قبول کیا حجر نے جنگ "

قادسیہ "[1] میں شرکت کی اور " مرج عذرا "[2] انہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔

---

۱۔ قادسیہ مسلمانوں کی ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ ہے یہ جنگ خلافت عمر میں سعد بن ابی وقاص کی سپہ سالاری میں عراق میں واقع ہوئی ۔

۲۔ مرج عذرا دمشق کے نزدیک ایک بڑی آبادی تھی ۔

ابن سعد طبقات میں کہتا ہے:

"حجر اُن لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے دوران جاہلیت و اسلام دونوں دیکھا ہے وہ ایک مؤثق اور قابل اعتماد شخص تھے حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور سے حدیث نقل نہیں کرتے تھے"

حاکم، مستدرک میں کہتا ہے:

"حجر، پیغمبر اسلام کے اصحاب میں سے ایک شائستہ صحابی تھے، ان کا سالانہ وظیفہ دو ہزار پانچ سو تھا وہ اصحاب میں ایک عادل اور تارک دنیا شخص تھے"۔

صاحب استیعاب کہتا ہے:

"حجر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے وہ ایک ایسا شخص تھا جس کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوتی تھی وہ اصحاب کے درمیان "مستجاب الدعوہ"

کے نام سے مشہور ہو چکے تھے"

صاحب اسد الغابہ کہتا ہے:

"حجر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان معروف، باشخصیت اور با فضیلت اصحاب میں سے تھے یہ جنگ صفین میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی رکاب میں قبیلہ کندہ کا پرچم انہی کے ہاتھ میں تھا جنگ نہروان میں بھی یسرہ کی کمانڈ انہی کے ہاتھ میں تھی جنگ جمل میں بھی انہوں نے شرکت کی ہے حجر، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔

اس کے بعد صاحب اسدا لغابہ اضافہ کرتا ہے:" وہ حجر خیر کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔

سیر اعلام النبلاء میں آیا ہے:

"حجر، ایک انتہائی شریف اور بزرگوار شخص تھے اپنے قبیلہ میں انتہائی با اثر اور قابل اطاعت فرد تھے امر بمعروف اور نہی عن المنکر کے موضوع کو کافی اہمیت دیتے تھے اور اسے شجاعت، شہامت اور کسی قسم کے خوف و ہراس کے بغیر نافذ کرتے تھے۔ نہی عن المنکر میں تمام مسلمانوں سے پیش قدم تھے علی علیہ السلام کے نیک اور جانثار شیعوں میں شمار ہوتے تھے جنگ صفین میں علی علیہ السلام کے کمانڈروں میں سے ایک تھے اپنے زمانہ کے صالح اور شائستہ اشخاص میں شمار ہوتے تھے۔

ذہبی کی 'تاریخ اسلام" میں آیا ہے:

حجر، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور "وفادت"[1] کے افتخار سے سرفراز تھے وہ مدینہ آئے، اپنی مرضی سے اسلام کی تعلیمات کا نزدیک اور دقت سے مشاہدہ کیا، اپنی فکر و تشخیص سے اسے پسند کیا اور اسے رضاکارانہ طور پر قبول کیا وہ پاک

زاہد افراد میں سے ایک تھے ہمیشہ با طہارت اور با وضو رہا کرتے تھے امر بمعروف اور نہی عن المنکر پر دوسروں سے زیادہ عمل پیرا تھے"

ابن کثیر اپنی تاریخ میں کہتا ہے:

" حجر بن عدی اسلام قبول کرنے کیلئے مدینہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ زاہد اور پرہیز گار ترین بندگان خدا میں سے تھے، اور برا و بوالدتی کا مصداق اور شاہکار تھے۔ وہ کثیر الصلوٰۃ اور کثیر الصوم تھے ان کا وضو کبھی باطل نہیں ہوتا تھا مگر یہ کہ وہ فوراً وضو کرتے تھے اور جب بھی وضو کرتے تھے اس کے بعد کوئی نماز بجالاتے تھے" اصابہ میں آیا ہے ؛"حجر، علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اصحاب اور شیعوں میں سے تھے، ان کا علی علیہ السلام سے چولی دامن کا ساتھ تھا ابوذر کی وفات کے وقت ربذہ میں ان کے سراہنے موجود تھے" صاحب اصابہ نے کہا ہے:

"جس وقت حجر کو شام لے جایا جارہا تھا انہیں غسل جنابت کے لئے پانی کی ضرورت پڑی اپنے مامور سے کہا: میرے پینے کے پانی کے کل کے حصہ کو مجھے اس وقت دیدو تاکہطہارت کرلوں (غسل کرلوں) مامور نے کہا: ڈرتا ہوں کل پیاس سے مرجاؤ گے اور معاویہ ہمیں سرزنش کرکے سزادے گا۔

صاحب اصابہ کا کہنا ہے: جب مامور نے پانی دینے سے انکار کیا تو حجر نے بارگاہ الہی میں دعا کی اس کے بعد بادل کا ایک ٹکڑا سر پر نمودار ہوا اور اتنی بارش ہوئی کہ اس سے ان کی حاجت پوری ہوگئی اس کے ساتھیوں نے جب یہ روداد دیکھی تو کہا: حجر! تم تو " مستجاب الدعوۃ' ' ہو، تمہاری دعا اس طرح بارگاہ الہی میں قبول ہوتی ہے لہذا خداوند عالم سے دعا کرو تاکہ ہمیں ظالموں سے نجات دے حجر نے کہا: "اَللّٰھم خرلنا" پروردگارا! جو کچھ

ہمارے لئے مصلحت ہو وہی عطا کر، کیونکہ ہم تیری چاہت کے خواہاں ہیں۔

ی ہ تھے حجر اور ان کی شخصیت نیز ان کے سبائی ہونی کی داستان

مغیرہ کے خلاف حجر کا قیام طبری ۱۵ھء کے حوادث کی پہلی فصل اور حجر اور اُن کے ساتھیوں کی روداد کی فصل میں یوں نقل کرتا ہے:

---

۱۔ وفادت: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کیلئے مدینہ میں داخل ہوتا تھا اور اپنی مرضی و تشخیص سے اسلام کو قبول کرتا تھا سے " وفادت " کہتے تھے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہ عمل ایک ممتاز اور بلند افتخار مانا جاتا تھا۔

جب ۴۱ ئہ کے ماہ جمادی میں معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کے گورنر کے طور پر انتخاب کرنا چاہا تو اسے اپنے پاس بلایا اور کہا: مغیرہ! میں چاہتا تھا بہت سے مطالب کے بارے میں تجھے یاددہانی کراؤں اور متعدد وصیتیں کروں لیکن اب ان باتوں کو نظر انداز کرتا ہوں کیونکہ تیری بصیرت اور کارکردگی پر کافی اعتماد و اطمینان رکھتا ہوں اور مجھے توقع ہے کہ جس میں ہماری رضا مندی ہو اور جس چیز سے ہماری حکومت ترقی کرے گی اور رعیت کے امور کی مصلحت وابستہ ہو، اسے ہی انجام دو گے اور اس کے مطابق عمل کرو گے، لیکن اس کے باوجود ایک نکتہ کی طرف اشارہ کرنے پر مجبور ہوں کہ جسے ہمیشہ پیش نظر رکھنا اور اسے میری اہم ترین وصیت سمجھ کر اس کی انجام دیہی میں کسی قسم کی غفلت اور لاپروائی سے کام نہ لینا اور وہ یہ ہے کہ کسی وقت علی کی بدگوئی کرنے اور انہیں برا بھلا کہنے سے دست بردار نہ ہونا اور عثمان کی تعریف و توصیف میں کوتاہی نہ کرنا، علی کے ماننے والوں کی عیب جوئی کرنے اور ان پر اعتراض کرنے، اس کے شیعوں کی باتوں پر توجہ نہ دینے اور عثمان کے تابعین سے پیار و محبت سے پیش آنے نیز ان کے تقاضوں اور مطالبات پر توجہ دینے کو اپنے پروگرام کا حصہ قرار دینا۔

مغیرہ نے معاویہ کے جواب میں کہا: میں اپنے کام میں تجربہ کار اور تربیت یافتہ ہوں تم سے پہلے دوسروں کی طرف سے بھی مختلف عہدوں پر فائز رہ چکا ہوں میں نے ان کے لئے بھی شائستہ خدمات انجام دی ہیں اور مجموعی طور پر گذشتگان میں سے کسی نے بھی میرے کام کے سلسلہ میں میری سرزنش اور ملامت نہیں کی ہے کیونکہ جو بھی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی جاتی ہے اس کو انجام دینے میں توقع سے زیادہ تلاش اور کوشش کرتا ہوں، اب تم بھی میرا امتحان لوگے اور دیکھ لوگے کہ میں اس امتحان میں پاس ہوکر ستائش اور تجلیل کا مستحق بن جاتا ہوں یا فیل ہوکر سرزنش اور ملامت کا حقدار۔

معاویہ: جانتا ہوں تیری سرگرمی اور کارکردگی ہماری خوشنودی کا باعث ہوگی۔

اس کے بعد طبری کہتا ہے: "مغیرہ، معاویہ کی طرف سے سات سال سے زیادہ عرصہ تک گورنری کے عہدہ پر فائز رہا۔ اس مدت میں اس نے ریاست اور حکمرانی کی بہترین روش کو اپنایا لوگوں کی مصلحت، بہبودی اور آسائشکا خیال رکھتا تھا، لیکن اس مدت میں معاویہ کے حکم کے مطابق ہر چیز سے بیشتر اس نکتہ پر خاص توجہ دیتا تھا اور ہر موضوع سے بیشتر اس میں سعی و کوشش کرتا تھا کہ علی علیہ السلام کی مذمت کرنے اور ان کی بدگوئی کرنے میں کوتاہی نہ کرے عثمان کے قاتلوں پر لعنت بھیجنے میں ایک لمحہ بھی غفلت نہ کرے عثمان کیلئے دعا کرنے میں ان کیلئے طلب رحمت و مغفرت کرنے میں ان کی اور ان کے دوستوں کی تعریف و تمجید کرنے میں کسی قسم کا بخل نہ کرے۔ جب حجر بن عدی مغیرہ کی علی علیہ السلام کے بارے میں اس سخت سرزنش اور لعنت و نفرین کو سنتے تھے تو کہتے تھے۔ خداوند عالم تجھ پر لعنت اور سرزنش کرے نہ کہ علی علیہ السلام اور اُن کے ماننے والوں پر۔

ایک دن مغیرہ تقریر کررہا تھا اور شعلہ بیانی کے ساتھ بولتے بولتے علی علیہ السلام اور ان کے دوستداروں کی بد گوئی کرنے لگا اور عثمان کی تعریف و تمجید میں مصروف ہوگیا حجر بن عدی لوگوں کے درمیان سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور بلند آواز میں بولے کہ خدا حکم دیتا ہے کہ انصاف کی رعایت کرو، سچی گواہی دو، میں شہادت دیتا ہو کہ جس کی تم سرزنش او ر بدگوئی کررہے ہو وہ فضیلت کا مستحق ہے اور جس کی تم تعریف و تمجید کرتے ہو وہ مذمت اور سرزنش کیلئے سزاوار تر ہے۔

مغیرہ نے جب حجر کا بیان سنا تو بولا: اے حجر! جب تک میں تیرا فرمانروا ہوں تم آسائش میں ہو اے حجر افسوس ہے تم پر حاکم ---معاویہ---کے خشم سے ڈرو، اس کی طاقت اور غضب سے چشم پوشی نہ کرو کیونکہ سلطان کے خشم کی آگ کبھی تم جیسے بہت سے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر نگل جاتی ہے۔

اس طرح مغیرہ بعض اوقات حجر کو ڈراتا اوردھمکاتا تھا اور سختی اور سزا کے بارے میں انہےں تہدید کرتا تھا اور کبھی کبھی اغماض اور چشم پوشی سے پیش آتا تھا یہاں تک کہ مغیرہ کی حکمرانی کے آخری ایام آپہنچے پھر سے ایک دن مغیرہ نے اپنی تقریر کے دوران علی علیہ السلام اور عثمان کے بارے میں زبان کھولی اوریوں کہا؛ خداوندا! عثمان بن عفان پر اپنی رحمت نازل کرے اور اسے بخش دے اور اس کے نیک اعمال کی بہترین جزا دے کیونکہ اس نے تیری کتاب پر عمل کیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کی پیروی کی اور ہماری پراکندگی کو اتحاد و اتفاق میں تبدےل کیا اور ہمارے خون کی حفاظت کی اور خود مظلوم اور بے گناہ مارے گئے پروردگارا! تو اسے، اس کے ماننے والوں، دوستوں اور خونخواہوں کو بخش دے۔

مغیرہ نے اپنی تقریر کے اختتام پر عثمان کے قاتلوں پر لعنت بھیجی یہاں پر حجر اٹھ

کھڑے ہوئے اور مغیرہ پر ایسی فریاد بلند کی کہ مسجد کے اندر اور باہر موجود سب لوگوں نے ان کی آواز سن لی، انہوں نے مغیرہ سے مخاطب ہوکر چیختے پکارتے ہوئے کہا؛ تم اپنے بوڑھاپے کی وجہ سے نہیں سمجھتے ہو کہ کس کے ساتھ الجھ رہے ہو اور جھگڑا کررہے ہو؟ اے مرد! حکم دے تا کہ بیت المال سے میرا وظیفہ مجھے دیا جائے کیوں کہ تیرے حکم سے میرا حق مجھ سے روکا گیا ہے۔ جبکہ تجھے یہ اختیار نہیں ہے اورہمارے ساتھ تم نے ظلم کیا ہے۔ سابق گورنر ایسا نہیں کرتے تھے اور اس قسم کی جرات و جسارت نہیں کرتے تھے۔ تم نے اب حد سے زیادہ تجاوز کیا ہے اوریہاں تک پہنچے ہو کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی مذمت اور سرزنش کرتے ہو اور ظالموں کی مدح و ثنا کرتے ہو!!

حجر کے مقابل میں مغیرہ کی سیاست طبری کہتا ہے:

جب حجر کی بات یہاں تک پہنچی تو مسجد میں دو تہائی لوگ کھڑے ہوگئے اور ایک آواز میں کہا: جی ہاں، صحیح ہے مغیرہ! خدا کی قسم حجر سچ کہتا ہے اور حق کا دفاع کررہا ہے تیری یہ باتیں ہمارے لئے کوئی فائدہ نہیں رکھتی ہیں، حکم دو تا کہ ہمارے حصہ کو بیت

المال سے ادا کریں اوریہیں پر ہمارا حق دیدیں لوگوں نے مغیرہ کو ایسی باتیں بہت سنائیں اور شور و غل برپا ہوگیا مغیرہ منبر سے نیچے اترا اور اپنے گھر چلا گیا اس کے طرفدار اجازت حاصل کرکے اس کے پاس گئے اور اس سے کہا: مغیرہ! تم کیوں اس شخص کو اجازت دیتے ہو کہ یہ تیرے سامنے تیری حکومت کے بارے اس طرح گستاخانہ باتےں کرتا ہے؟ تم نے اپنی اس روش کی وجہ سے اپنے لئے مشکل مول لی ہے اول یہ کہ: اپنی فرمانروائی کو کمزور کردیا ہے دوسرے یہ کہ معاویہ کی سرزنش اور غضب میں اپنے آپ کو بتلا کردیا ہے، کیونکہ اگر آج کی روئداد کی رپورٹ معاویہ تک پہنچے تو تیرے لئے معاویہ کی طرف سے حجر کی بے احترامی سے بدتر جسارت و سرزنش ہوگی“

طبری کہتا ہے:

مغیرہ نے ان کے جواب میں کہا: میں نے اپنی سیاست اور نرم رویہ سے اسے موت کے نزدیک پہنچادیا ہے کیونکہ عنقریب ہی ایک نیا گورنر اس شہر میں آنے والا ہے۔ حجر اس کے ساتھ بھی میرے جیسا سلوک کرے گا جس بے حیائی کا اس نے آج مظاہرہ کیا اور آپ نے بھی دیکھا، اس گورنر کے سامنے بھی وہ اس کی تکرار کرے گا اور وہ پہلے ہی مرحلہ میں حجر کو گرفتار کرکے بدترین صورت میں اسے قتل کرڈالے گا اور اب میری عمر آخر کو پہنچی رہی ہے اور ضعف و سستی سے دوچار ہوں میں نہیں چاہتا ہوں اس شہر میں دہشت گردی کا آغاز میری وجہ سے ہوجائے اور میرے ہاتھ اہل کوفہ کے نیک ترین اور متدین ترین شخصیتوں کے خون سے رنگیں ہوجائیں اوران کا خون بہایاجائے اور وہ اس طرح فیض سعادت کو پہنچیں اور میرے نصیب شقاوت و بدبختی ہوجائے اور معاویہ اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ ریاست و عزت کا مالک بن جائے اور مغیرہ آخرت کی ذلت و بدبختی میں بتلا ہوجائے بطور کلی فی الحال میری روش یہ ہے کہ جو بھی میرے ساتھ ہے مجھ سے نیکی کرے میں اس کی نیکی کا اجر اسے دوں گا اور جو کوئی میرے ساتھ مخالفت اوردشمنی کرے اسے معاف کرکے اُس کے حال پر چھوڑ دوں گا، برباد، حلیم اور خاموش طبع افراد کی ستائش کروں گا۔ بے عقل، نادان اورنکتہ چینی کرنے والوں کو نصیحت کروں گا تاکہ جس دن موت میرے اور ان کے درمیان جدائی و دوری ایجاد کرے، اور اس صورت میں جس دن کوفہ کے لوگ میرے بعد نئے گورنر کی سخت روش کا مشاہدہ کریں گے تو اس وقت میرے طریقہ کار کی ستائش کریں گے اور مجھے نیکی کے ساتھ یاد کریں گے۔

## زیاد بن ابیہ کے دوران حجر کا قیام

ويل امک يا حجر سقط العشاء بک على سرحان

افسوس ہو تیری ماں کی حالت پر اے حجر! کہ تم بھیڑیے کا لقمہ بن گئے۔ زیاد بن ابیہ

حجر سے زیاد کی گفتگو مغیرہ ۴۱ھ سے ۵۱ھ تک کوفہ کا گورنر تھا، اس نے ۵۱ھ میں وفات پائی، اس تاریخ کے بعد بصرے اور کوفہ کی فرمانروائی زیاد بن ابی سفیان کو سونپی گئی زیاد کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور دار الامارہ میں داخل ہوا۔

ابن سعد کی "طبقات" اور ذہبی کی "سیر اعلام النبلاء" میں آیا ہے:

"جب زیاد بن ابیہ گورنر کی حیثیت سے کوفہ میں پہنچا اس نے حجر بن عدی کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا: حجر! کیا تم جانتے ہو کہ میں تجھے دوسروں سے بہتر پہچانتا ہوں جیسا کہ تم جانتے ہو کہ میں اور تم دونوں ایک دن علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے محب اور دوستدار تھے لیکن آج حالات بدل گئے ہیں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کوئی ایسا کام انجام نہ دینا کہ تیرے خون کا ایک قطرہ میرے ہاتھ پر گر جائے، چنانچہ اگر مسئلہ یہاں تک پہنچا تو میں تم سب کا خون بہادوں گا حجر! اپنی زبان پر کنٹرول کرنا اور اپنے گھر کے ایک کونے میں بیٹھنا کہ اسی صورت میں تیری جگہ یہ تخت حکمرانی ہوگی اور تیری تمام ضروریات پوری ہوں گی۔

حجر، تجھے تیری جان کیلئے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنا خیال رکھنا میں تیری جلد بازی سے باخبر ہوں اے ابو عبدا لرحمان ! ان ذلیل، بد معاش، جاہل اور نادان لوگوں سے دور رہنا ایسا نہ ہو کہ لوگ تیری فکر کو بدل ڈالیں اور تیرے عقیدہ کو منحرف کرڈالے ں اگر تم اس کے علاوہ کچھ ثابت ہوئے اور بیوقوفوں کی راہ پر چلے تو تم نے میری نظر میں اپنے مقام کو پست و حقیر بنادیا اور اپنی حیثیت کو گرادیا ہے حجر! جان لو کہ اس صورت میں آسانی کے ساتھ تم سے دست بردار نہیں ہوں گا اور تجھے سزا دینے میں کسی بھی جسمانی اذیت سے دریغ نہیں کروں گا۔

حجر نے زیاد بن ابیہ کے جواب میں اس مختصر جملہ پر اکتفا کیا: تیری بات کو میں سمجھ گیا اور زیاد بن ابیہ کے خلاف حجر کی بغاوت اس طرح شیعہ حجر کے گھر آمد و رفت کرتے تھے اور ان کی ہمت افزائی کرتے تھے کہ تم ہمارے رئیس و سرپرست ہو، دیگر لوگوں کی نسبت تمہیں زیاد کی اس ناشائستہ حرکتوں اور طریقہ کار کا زیادہ انکار کرنا چاہئے اور علی علیہ السلام کے خلاف اس کے لعن کے مقابلہ میں کھڑا ہونا چاہئے جب حجر مسجد کی طرف جاتے تو شیعیان علی بھی ان کے ساتھ مسجد جاتے تھے یہاں تک کہ زیاد بصرہ چلا گیا اور عمرو ابن حریث کو اپنی جگہ پر جانشین مقرر کیا عمرو نے ایک شخص کو حجر کے پاس بھیجا تاکہ پوچھے کہ اس اجتماع کا سبب کیا تھا؟ اور کیوں یہ لوگ تیرے گرد جمع ہوئے تھے جبکہ تم نے امیر کے ساتھ عہد و پیمان باندھا ہے اور اس سے مدد کا وعدہ کے[1] ہے۔

حجر نے عمرو بن حریث کے قاصد کو کہا: کیا تم خود نہیں جانتے ہو کہ کیا کرتے ہو؟ دور ہو جاؤ! عمرو بن حریث نے حجر کی باتوں کے بارے میں زیاد بن ابیہ کو من و عن رپورٹ دی اور یہ جملہ بھی اضافہ کیا کہ: اگر کوفہ کی ضرورت رکھتے ہو تو فوراً خود کو کوفہ پہنچاو۔

زیاد عمرو کے خط کو پڑھنے کے بعد فوراً کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور شہر میں داخل ہو گے

---

۱۔ عربی زبان میں اگر کسی کا احترام کرنا چاہتے ہیں تو اس کی کنیت سے خطاب کرتے ہیں۔

تیرے پوشیدہ مقاصد سے بھی آگاہ ہوا اس کے بعد اپنے گھر چلے گئے گورنر کی طرف سے حجر کو بلانے کی خبر ان کے دوستوں او رشیعیان امیر المؤمنین علیہ السلام کو پہنچی، وہ اسکے گھر گئے اور انہیں بلایا اور گفتگو کی علت پوچھی حجر نے زیاد کی باتوں سے انہیں آگاہ کیا ۔ اس کے دوستوں نے کہا: زیاد کی باتیں تیرے لئے اصلاح و خیر خواہی کا پہلو نہیں رکھتی ہیں ۔

طبری روایت کرتا ہے: زیاد پہلے دار الامارہ میں داخل ہوا اس کے بعد ریشمی قبا زیب تن کئے ہوئے سبز عبا شانوں پر رکھ کر سر کے بالوں کو کنگھی کر کے مسجد کی طرف روانہ ہوا اور منبر پر گیا، اس وقت حجر اپنے ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد کے ہمراہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے، زیاد نے حمد وثنا کے بعد کہا؛ سرکشی اور گمراہی کا انجام خطرناک ہے یہ چونکہ آرام وآسائش میں زندگی کرتے تھے اس لئے سرکش ہوئے ہیں اور اطمینان حاصل کر کے میرے مقابلہ میں جسارت کی ہے خدا کی قسم! اگر اپنی گمراہی سے دست بردار نہیں ہوئے اور سیدھے راستے پر نہ آئے تو میں تمہارے درد کا علاج جانتا ہوں اگر میں کوفہ کے علاقہ کو حجر کے حملات سے محفوظ نہ رکھ سکا اور اسے عبرتناک سزا نہ دے سکا تو میری کوئی قدر و منزل نہیں ہے افسوس ہو تیری ماں کی حالت پر اے حجر! کہ تم بھیڑیہ کا لقمہ ہو گئے ۔

طبری مزید نقل کرتا ہے: زیاد بن ابیہ نے ایک دن ایک لمبی چوڑی تقریر کی اور نماز میں تاخیر کی حجر بن عدی نے زبان کھولی اور کہا؛ زیاد! نماز کا خیال رکھنا، نماز کا وقت گزر گیا لیکن زیاد بن ابیہ نے اس کی باتوں کی طرف توجہ نہیں کی اور اپنی تقریری جاری رکھی پھر سے حجر نے بلند آواز نماز! نماز! زیاد نے پھر بھی اپنی تقریر کو جاری رکھا جب حجر کو وقت نماز کے گزرجانے کا خوف ہوا تو اس نے مسجد میں موجود کنکریوں سے دونوں مٹھیاں بھر کر پھینکا اور خود نماز کیلئے کھڑے ہوگئے لوگ بھی ان کے ساتھ نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے جب زیاد نے اس حالت کا مشاہدہ کیا تو فوراً منبر سے اتر کر نماز کیلئے کھڑا ہوگیا لوگوں نے بھی اس کے ساتھ نماز ادا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد معاویہ کے نام ایک خط کے ضمن میں حجر کے حالات بھی منعکس کئے اور بہت سے دوسرے مطالب بھی اس کے خلاف لکھے۔

معاویہ نے زیاد کے خط کے جواب میں لکھا: اس کی گردن میں ایک بھاری زنجیر باندھ کر میرے پاس بھیج دو ۔

استیعاب کا مؤلف اس داستان کو اس صورت میں بیان کرتا ہے جب معاویہ نے زید کو عراق اور اس کے نواحی علاقوں کی گورنری سوپنی تو زیاد نے اس علاقہ میں برے سلوک اور سختی کا آغاز کیا اس وجہ سے حجر نے اس کی اطاعت کرنے سے انکار کیا لیکن معاویہ کی حکمرانی کی نافرمانی نہیں کی علی علیہ السلام کے شیعوں اور ان کے پیروں میں سے بعض لوگوں نے زیاد کو معزول

کرنے کے سلسلہ میں حجر کی حمایت کی اور ان کی پیروی کی ایک دن حجر نے زیاد کی طرف سے نماز میں تاخیر کرنے کی وجہ سے زیاد کی طرف پتھر پھینکے۔

"اسد الغابہ" اور 'الاصابہ" کے مؤلفین نے بھی اس مطلب کی تائید کی ہے۔

طبری اس روداد کو ایک دوسری روایت میں یوں نقل کرتا ہے:

زیاد نے اپنی پولیس کو یہ آڈر جاری کیا کہ وہ حجر کو گرفتار کرکے اسکے پاس لے آئیں، پولیس کے افراد جب حجر کے پاس پہنچے تو حجر کے ساتھیوں نے ان سے کہا: حجر، کبھی زیاد کے پاس نہیں جائیں گے ہم زیاد کیلئے کسی بھی قسم کے احترام کے قائل نہیں ہیں۔

پولیس کے افسر نے دوسری بار چند مامورین کو بھیج دیا تاکہ حجر کو پکڑ کر اس کے پاس لے آئیں جب یہ مامورین حجر کے نزدیک پہنچے تو حجر کے ساتھیوں نے گالیوں اور بدگوئی سے ان کا جواب دیا۔

## حجر کے ساتھیوں کا متفرق ہونا:

زیاد نے کوفہ کے بزرگوں اور اشراف کو اپنے پاس بلایا اور غضبناک حالت میں ان سے مخاطب ہوکر بولا: اے کوفہ کے لوگو! ایک ہاتھ سے سر پھاڑتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے مرہم پٹی باندھتے ہو تمہارے جسم میرے ساتھ اور دل حجر، پاگل اور سراپا شر وفساد کے ساتھ ہیں تم لوگ میرے ساتھ ہو لیکن تمہارے بھائی، بیٹے اور قبیلہ کے افراد حجر کے ساتھ ہیں یہ میرے ساتھ حیلہ اور فریب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ خدا کی قسم یا تم لوگ فوراً اس سے دوری اور بیزاری اختیار کرو ورنہ ایک ایسی قوم کو تمہارے شہر میں بھیج دوں گا جو کہ تم کو سیدھا کرکے رکھدیں گے۔

جب زیاد کی بات یہاں تک پہنچی تو حضار مجلس اٹھ کر کھڑے ہوئے اور کہا: ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں کہ آپکے احکام کی پیروی کرنے اور امیر لمؤمنین (معاویہ) اور قرآن کی اطاعت کرنے کے علاوہ کوئی اور خیال نہیں رکھتے حجر کے بارے میں جو بھی آپ کا حکم ہو ہم اطاعت کرنے کے لئے حاضر ہیں آپ مطمئن رہیں۔

زیاد نے کہا: پس تم میں سے ہر ایک شخص اٹھے گا اور اپنے بھائی، فرزند و رشتہ داروں اور قبیلہ کے لوگوں کو حجر کے گرد سے اپنی طرف بلائے اور تم میں سے ہر شخص حتیٰ الامکان یہ کوشش کرے کہ حجر کے ساتھی متفرق ہوجائیں۔

کوفہ کے سرداروں نے زیاد کے حکم پر عمل کیا اور حجر کے گرد جمع ہوئے اکثر لوگوں کو متفرق کردیا جب زیاد نے دیکھا کہ حجر کے اکثر ساتھی متفرق ہوگئے ہیں تو اس نے اپنے پولیس افسر کو حکم دیا کہ حجر کے پاس جائے اگر اس نے بات مانی اور اطاعت کی تو اپنے ساتھ میرے پاس لے آو ورنہ اپنے سپاہیوں کو حکم دے کہ بازار میں موجود لکڑی کے کھمبوں کو اکھاڑ کر ان پر حملہ کریں اور حجر کو میرے پاس لائیں اور جو بھی اس راہ میں رکاوٹ بنے اس کی پٹائی کریں۔

پولیس افسر نے اپنے افراد کو حکم دیا کہ بازار کے لکڑیوں کے کھمبوں کو اکھاڑ کر حملہ کریں زیاد کی پولیس کے سپاہےوں نے ایساہی کیا اور ڈنڈوں کے ساتھ حجر کے ساتھیوں پر حملہ آور ہوئے۔

عمیر بن یزدی کندی جو خاندان ھند سے تعلق رکھتا تھا اور " ابو العمر طہ " کے نام سے مشہور تھا، نے کہا؛ اے حجر! تیرے ساتھیوں میں میرے سوا کسی کے پاس تلوار نہیں ہے اور ایک شخص تو کچھ کر ہی نہیں سکتا ہے حجر نے کہا: اب میں کیا کروں مصلحت کیا ہے ؟

عمیر نے کہا؛ تمہیں یہاں سے فوراً چلے جانا چاہیئے اور اپنے قبیلہ کے افراد کے پاس پہنچنا چاہیئے تاکہ وہ تیری حمایت اور نصرت کریں۔

اس وقت زیاد منبر پر چڑھ کر کھڑا مشاہدہ کررہا تھا کہ پولیس کے افراد ڈنڈوں سے حجر کے افرد پر حملہ کررہے تھے حمراء [1] میں سے بکر بن عبیہ عمودی نامی ایک شخص نے جو

---

۱۔ حمراء، ایک لقب تھا خلافت کے دربار میں موجود عربوں نے اس لقب کو ایرانیوں کیلئے رکھا تھا۔

حجر کے ساتھیوں میں سے تھا عمرو بن حمق ۱ کے سر پر زور سے ایک ضرب لگائی وہ زمین پر گر گیا لیکن قبیلہ ازد کے دو افراد نے اسے اٹھا کر اس کے قبیلہ کے ایک شخص کے گھر لے گئے عمرو کچھ دن اس گھر میں مخفی رہا اور ٹھیک ہونے کے بعد وہاں سے چلا گیا ۔ طبری کہتا ہے : اس حملہ کے بعد حجر کے ساتھی مسجد کے کندہ نامی دروازے کی طرف جمع ہوئے اس اثناء میں ایک پولیس والے نے عبد اللہ بن خلیفہ طائی پر ایک ڈنڈہ مارا وہ زمین پر گر گیا اور پولیس والا یہ رجز پڑہ رہا تھا ۔

قد علمت یوم الهیاج خلتی

انی اذا فئتی تولت

و کثرت عداتها او قلت

انی قتّال غداة بلت

میرے دوست جانتے ہیں اگر میدان کارزار میں میرا ہم رزم گروہ بھاگ جائے اور ہمارے دشمن زیادہ ہوں میں اس کمی کے باوجود ایسا قتل عام کروں گا کہ دوسرے فرار کر جائیں گے ۔

حجر مخفی ہوجاتے ہیں : اس کے بعد حجر کے ساتھی مسجد کے ان دروازوں سے باہر نکلے جن کا نام کندہ تھا حجر گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف چلے گئے پھر بھی اس کے بعض ساتھیوں نے اس کے گھر میں اجتماع کیا ، جو قبیلہ کندہ کے افراد کی نسبت کم تھے اسی جگہ پر حجر کے سامنے زیاد کے مامورین اور حجر کے ساتھیوں کے درمیان ایک جنگ چھڑ گئی حجر نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا : افسوس ہے تم پر ! کیا کر رہے ہو ؟ جنگ نہ کرو اور متفرق ہوجاؤ ۔ میں بعض کوچوں میں سے گزر کر قبیلہ بنی حرب کی طرف جاتا ہوں اس کے بعد حجر

---

۱ ۔ طبری عبد اللہ بن عوف سے نقل کرتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مصعب کے قتل ہونے کے ایک سال بعد کوفہ میں داخل ہوا اتفاقاً راستہ میں ایک احمری شخص کو دیکھا جس دن عمر بن حمق زخمی ہوا تھا اس دن سے اسے نہیں دیکھا تھا اور تصور نہیں کرتا تھا کہ اگر کبھی عمرو کے مارنے والے کو دیکھ لوں تو اسے پہچان سکوں لیکن چونکہ میں نے اس کو دیکھا تھا تو احتمال دیا کہ یہ عمرو کا مارنے والا ہونا چاہئے میں نے سوچا کہ اگر موضوع کو سوال کی صورت میں پیش کروں تو ممکن ہے بالکل انکار کرے ۔ اس لئے میں نے مسئلہ کو اس طرح پیش کیا : میں نے تمہیں اس روز کے بعد آج تک نہیں دیکھا جب تم نے عمرو پر حملہ کر کے اس کے سر کو زخمی کر دیا تھا ، اس نے جواب میں کہا : تیری آنکھیں کتنی تیز بین اور تیری نظر کتنی رسا ہے ۔ جی ہاں جو کام اس دن مجھ سے سرزد ہوا ، اس کے بارے میں آج تک پشیمان ہوں کیونکہ عمرو ایک لائق اور شائستہ شخص تھا جب میرا گمان یقین میں بدل گیا تو میں نے اس سے کہا : خدا کی قسم جب تک نہ تجھ سے عمرو کا انتقام لے لوں تم سے دست بردار نہیں ہوں گا ۔ اس نے مجھ سے التماس اور درخواست کی کہ اسے معاف کر دوں لیکن میں نے اس کی بات کی طرف توجہ نہیں کی ۔ میرا ایک غلام جو ایرانی اور اصفہانی تھا ، اس کے ہاتھ میں ایک بھاری برچھی تھی ، اس نے اس سے لے لیا اور پوری زور سے اس شخص کے سر پر دے مارا کہ وہ زمین پر گر گیا اور اسی حال میں چھوڑ کر میں چلا گیا ۔ لیکن بعد میں اس کا زخم ٹھیک ہو گیا تھا کہ ایک بار پھر اس سے ملاقات ہوئی ہر بار جب وہ مجھے دیکھتا تھا تو کہتا تھا : میرے اور تیرے درمیان خدا فیصلہ کرے گا ۔ اور میں بھی اس کے جواب میں کہتا تھا : خدا تیرے اور عمرو بن حمق کے درمیان فیصلہ کرے ۔

اسی طرف روانہ ہو گئے اور سلیم بن یزد نامی بنی حرب کے ایک شخص کے گھر میں داخل ہوئے زیاد کے مامور اور پولیس جو حجر کا پیچھا کر رہے تھے نے اس گھر کو تحت نظر رکھا اور اسے اپنے محاصرہ میں قرار دیا سلیم نے جب اپنے گھر کو زیاد کے مامورین کے محاصرہ میں پایا تو اس نے اپنی تلوار کھینچ لی تاکہ زیاد کے مامورین سے جنگ کرے اس کی بیٹیوں کے رونے کی آواز بلند ہوئی حجر نے پوچھا: سلیم! تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: میں ان لوگوں سے درخواست کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ سے دست بردار ہو کر چلے جائیں، اور اگر انہوں نے میری بات قبول نہ کی تو جب تک میرے ہاتھ میں یہ تلوار ہے ان سے لڑوں گا اور تمہارا دفاع کروں گا حجر نے کہا: لا ابا لغیرک --- تیرے علاوہ بن باپ کا ہے میں نے تیری بیٹیوں کیلئے کیا مصیبت پےدا کی ہے! سلیم نے کہا: نہ ان کا رزق میرے ہاتھ میں ہے اور نہ میں ان کا محافظ ہوں ان کا رزق اور ان کی حفاظت اس خدا کے ہاتھ میں ہے جو ہمیشہ زندہ ہے اور مرگ و زوال اس کے لئے ہرگز نہیں ہے میں کسی بھی قیمت پر اس ذلت کو برداشت نہیں کروں گا کہ وہ میرے گھر میں داخل ہو کر میرے مہمان اور جا گزے ن شخصکو گرفتار کریں اور جب تک میں زندہ ہوں اور تلوار میرے ہاتھ میں ہے ہرگز اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ تجھے میرے گھر میں گرفتار کیا جائے اور تجھے اسیر کر کے زنجیروں میں جکڑا جائے مگر یہ کہ مجھے تیرے سامنے قتل کیا جائے اسکے بعد جو چاہیں کرے ں حجر نے کہا: سلیم! تیرے اس گھر میں کوئی سوراخ یا کہیں پست دیوار نہیں ہے؟ تاکہ میں راستہ سے خود کو باہر پہنچا دوں؟ شاےد خداوند عالم مجھے ان افراد کے شر سے اور تجھے جنگ و قتل سے نجات دے؟ کیونکہ جب وہ مجھے تیرے پاس نہ پائیں گے تو تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے سلیم نے کہا؛ کیوں، یہ ایک سوراخ ہے یہاں سے نکل کر بنی عنبر اور دیگر قبیلوں کے ےہاں پہنچ سکتے ہو جو تیرے رشتہ دار ہیں حجر سلیم کے گھر سے چلے گئیاور کوچوں کے پیچ و خم سے گزر کر قبیلہ نخ کے ےہاں پہنچ گئے اور اشتر کے بھائی عبداللہ بن حارث کے گھر میں داخل ہوئے حارث نے حجر کا استقبال کیا اور ان کی مہماں نوازی اور حمایت کی ذمہ داری لے لی جو عبد اللہ کے گھر میں تھا ایک دن اسے اطلاع ملی کہ زیاد کی پولیس اسے قبیلہ نخ میں ڈھونڈ رہی ہے اور اس کا پیچھا کر رہی ہے اس کی سیاہ فام کنیز نے پولیس والوں کو یہ اطلاع دی تھی حجر قبیلہ نخ میں ہے جب پولیس والے اس سے مطلع ہوئے تو حجر عبداللہ کے گھر سے بھیس بدل کر رات کو نکل گئے اور خود عبد اللہ بھی سوار ہو کر اس کے ساتھ نکلا یہاں تک ربیعہ بن ناجد ازدی کے گھرے میں داخل ہو گئے ایک دن اور رات وہاں پر ٹھہرے اس طرح سپاہی کافی تلاش کے باوجود حجر کو گرفتار نہ کر سکے اور ناامیدی کے ساتھ زیاد کی طرف واپس لوٹے پھر زیاد بن ابیہ نے حجر کو گرفتار کرنے کیلئے ایک دوسری راہ کا انتخاب کیا اور اس طرح حجر بن عدی کو گرفتار کیا گیا اگلی فصل میں داستان کا باقی حصہ بیان کریں گے۔

## حجر بن عدی کی گرفتاری

والله لا حرصنّ علی قطع خیط رقبة

خدا کی قسم کوشش کرتا ہوں کہ اس کی گردن کی رگ کو کاٹ دوں. زیاد بن ابیہ جیسا کہ ہم نے گزشتہ فصل میں کہا کہ زیاد کے مامور حجر کو گرفتار نہ کرسکے اور نا امیدی کی حالت میں واپس آئے زیاد نے روداد کو جب اس حالت میں دیکھا تو حجر کی گرفتار کیلئے دوسری راہ اختیار کی اور وہ یہ کہ: محمد بن اشعث کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا:

اے ابو یثاء! حجر جہاں بھی ہو اسے تمہیں تلاش کرنا ہوگا اور اسے تلاش کرکے میرے حوالہ کرنا، ورنہ خدا کی قسم تیرے تمام درختوں کو کاٹ دوں گا، تیرے گھر کو مسمار کردوں گا اور تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔

ابن اشعث نے کہا: امیر! مجھے مہلت چاہئے۔ زیاد نے کہا: اس کام کو انجام دینے کیلئے تجھے تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تین دنوں کے اندر حجر کو لا سکے تو نجات پاؤگے ورنہ اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرنا اس کے بعد حکم دیا محمد بن اشعث ---جس کا رنگ اڑگیا تھا اور حالت بگڑ گئی تھی --- کو گھسیٹتے ہوئے زندان کی طرف لے گئے۔ حجر بن یزید کندی نے جب محمد کو اس حالت میں دیکھا تو زیاد کے پاس آکر کہا؛ امیر! میں محمد کیلئے ضمانت دیتا ہوں اسے آزاد کردو تا کہ حجر کو تلاش کرے کیونکہ اگر اسے زندان میں ڈالنے کے بجائے آزاد چھوڑ دو تا کہ پورے انہماک اور لگن کے ساتھ اس کام کو انجام دے۔ زیاد نے کہا: کیا تم اس کی ضمانت دوگے؟ اس نے کہا: جی ہاں، زیاد نے کہا: اے ابن یزید: باوجود اس کے کہ تم میرے نزدیک بلند مقام و منزلت کے حامل ہو اگر محمد بن اشعث ہمارے چنگل سے فرار کر گیا تو تجھے موت کے حوالہ کرکے نابود کردوں گا۔

حجر بن یزید نے کہا: محمد ہرگز مجھے ضمانت میں پھنسا کر فرار نہیں کرے گا اس کے بعد زیاد نے محمد کو آزاد کرنے کا حکم دیا پھر زیاد نے قیس بن یزید کو اپنے پاس بلایا جو جیل میں تھا اور اسے کہا؛ قیس! میں جانتا ہوں کہ حجر کے رکاب میں تیرا جنگ کرنا خاندانی تعصب کی بناء پر تھا نہ عقیدہ اور ہم فکری کی وجہ سے میں نے تیری اس خطا اور گناہ کو بخش دیا اور تجھے عفو کیا کیونکہ میں نے جنگ جمل میں معاویہ کے رکاب میں تیری حسن رائے اور جانفشانی کے بارے میں سنا ہے لیکن تجھے آزاد نہیں کروں گا جب تک کہ اپنے بھائی عمیر کو میرے پاس حاضر نہ کروگے۔ قیس نے جواب دیا: انشاء اللہ جتنا جلد ممکن ہوسکا اسے تیرے حضور میں پیش کروں گا زیاد نے کہا: کوئی تیری ضمانت کرے تا کہ تجھے آزاد کردوں قیس نے کہا: یہی حجر بن یزید میرا ضامن ہے حجر بن یزید نے کہا: جی ہاں، میں قیس کی ضمانت دیتا ہو، اس شرط پر کہ امیر، ہمارے عمیر کو امان دیدے اور اس کی طرف سے ان کی جان و مال پر کوئی نقصان نہ پہنچے زیاد نے کہا: میں نے عمیر کو امان دی۔

قیس اور حجر گئے اور عمیر کو زخمی بدن اور خون آلود حال میں زیاد کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن پر ایک بھاری زنجیر ڈالی دیں زنجیر ڈال کر زیاد کے حکم کے مطابق بعض مامورین زنجیر کو پکڑ کر اسے دیوار کی بلندی تک کھینچتے اور پھر زنجیر کو چھوڑ

دیتے تھے کہ وہ زور سے زمین پر گرتا تھا دوبارہ اسے دیوار کی بلندی تک کھینچتے تھے اور زمین پر چھوڑتے تھے حجر بن یزید نے اعتراض کرتے ہوئے کہ؛ اے امیر: کیا تم نے اسے امان نہیں دیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں میں نے اس کے مال و جان کو امان دی ہے نہ اس کے بدن کو۔ میں نہ خون بہاتا ہوں اور نہ اس کے مال سے کچھ لیتا ہوں، حجر نے کہا: وہ تو تیرے اس عمل سے مرنے کے قریب ہوجائے گا اس کے بعد حاضرین بزم میں سے یمنی جماعت نے اٹھ کر زیاد سے گفتگو کی اور عمیر کی آزادی کی درخواست کی۔ زیاد نے کہا: اگر تم لوگ اس کی ضمانت کرو گے اور وعدہ کرو گے کہ اگر اس نے پھر سے ہماری سیاست اور حکومت کے خلافت کوئی کاروائی کی تو تم لوگ تو خود اسے گرفتار کرکے ہمارے حوالہ کرو گے تو میں اسے آزاد کردوں گا۔ انہوں نے کہا:

جی ہاں، اس تعہد و ضمانت کو قبول کرتے ہیں۔ زیاد نے عمیر کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

حجر کا مخفی گاہ سے باہر آنا:

ایک شب و روز تک، حجر بن عدی، ربیعہ ازدی کے گھر میں پناہ گزین رہے اسی جگہ پر حجر مطلع ہوئے کہ زیاد نے محمد بن اشعث سے تعہد لیا ہے کہ حجر کو اس کے حوالہ کردے گا ورنہ اس کی ثروت پر قبضہ، گھر کو مسمار اور خود اس کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا حجر نے یہ خبر سننے کے بعد محمد بن اشعث کو پیغام بھیجا کہ تیرے بارے میں اس ظالم اور ستم گر کی باتوں کو میں نے سنا، لیکن پریشان نہ ہونا کیونکہ میں خود تیرے پاس آجاؤں گا لیکن تم بھی اپنے قبیلہ کے افراد کو جمع کرنا اور ان کے ہمراہ زیاد کے پاس جانا اور اس سے میرے لئے امان کی درخواست کرنا تاکہ مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے اور مجھے معاویہ کے پاس بھیج دے تاکہ میرے بارے میں خود وہ فیصلہ کرے۔ جب یہ خبر محمد بن اشعث کو پہنچی تو وہ اٹھ کر حجر بن یزید، جریر بن عبد اللہ اور مالک اشتر کے بھتیجے عبد اللہ بن حارث کے گھر گیا اور ان سب کو اپنے ساتھ لے کر زیاد کے پاس گیا اور اس کے ساتھ حجر بن عدی کے بارے میں گفتگو کی اور حجر کو امان دینے اور اسے معاویہ کے پاس بھیجنے کی درخواست کی۔ زیاد نے ان کی درخواست منظور کی اور حجر ابن عدی کو امان دی۔

انہوں نے بھی حجر بن عدی کو اطلاع دیدی کہ زیاد نے تیری درخواست منظور کرلی ہے اور تجھے امان دیا ہے اب تم اپنی مخفی گاہ سے باہر آسکتے ہو، اور زیاد سے ملاقات کرسکتے ہو حجر بن عدی بھی ربیعہ کے گھر سے باہر آگئے اور دار الامارہ میں گئے حجر پر زیاد کی نظر پڑتے ہی زیاد نے کہا:

مرجبا ہو تم پر اے عبدالرحمان، جنگ کے دنوں میں جنگ و خونریزی اور صلح و آرام کے دنوں میں بھی جنگ و خونریزی ؟ علی اھلھا تجنی براقش [1] حجر نے زیاد کے جواب میں کہا:

میں نے نہ اطاعت سے انکار کیا ہے اور نہ جماعت سے دوری اختیار کی ہے بلکہ میں اپنی سابقہ بیعت معاویہ پر قائم ہوں۔

زیاد نے کہا: ھیہات، ھیہات، ! بعید ہے اے حجر! تم ایک ہاتھ سے تھپڑ مارتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے نوازش کرتے ہو تم چاہتے ہو کہ جب ہم تم پر کامیاب ہوں تو اس وقت تجھ سے راضی ہوجائیں! خدا کی قسم نہیں!

حجر نے کہا: کیا تم نے مجھے امان نہیں دی ہے تاکہ معاویہ کے پاس جاؤں اور جس طرح وہ چاہے میرے ساتھ برتاؤ کرے ؟

---

۱۔کہتے ہیں ایک عرب قبیلہ کے کتے کا نام ' براقش " تھا، ایک رات کو اس کتے نے گھوڑوں کے چلنے کی آواز سنی اور بھونکا۔ان گھوڑوں پر ڈاکو سوار تھے اس کتے کی آواز پر اس قبیلہ کے گھر شناسائی کرکے اس پر شب خون مارا اور تمام ثروت کو لے بھاگے اس روز کے بعد عربوں میں یہ جملہ ضرب المثل بنا ہے: " علی اھلھا جنت براقش " یہ ضرب المثل اس وقت کہتے ہیں جب کوئی خود اپنے کام پر یا قبیلہ پر ظلم کرتا ہے براقش کتے نے اپنے ہی مالک پر ظلم کیا۔

زیاد نے کہا: کیوں نہیں، میں نے ہی تجھے امان دی ہے اس کے بعد ماموریں کی طرف رخ کرکے بولا: اسے زندان لے جاؤ جب حجر زندان کی طرف روانہ ہوئے زیاد نے کہا: خدا کی قسم اگر اسے امان نہ دیا ہوتا تو یہیں پر اس کا سر قلم کردیتا اور خدا کی قسم آرزو رکھتا ہوں کہ اس کا انتقام لے کر اس کی زندگی کا خاتمہ کرکے رکھدوں۔ حجر نے بھی زندان کی طرف جاتے ہوئے بلند آواز میں کہا: خدایا! تو شاہد رہنا میں اپنی بیعت اور عہد و پیمان پر باقی ہوں میں نے اسے نہیں توڑا ہے اور نہ اسے توڑنے کا ارادہ رکھتا ہوں! لوگو! سن لو!

اس وقت اس سرد ہوا میں حجر کے سر پر صرف ایک ٹوپی تھی، اسے دس دن کیلئے جیل بھیج دیا گیا۔

حجر کے ساتھیوں کی گرفتاری اس مدت کے دوران زیاد نے حجر کے ساتھیوں کو پکڑنے کے علاوہ کوئی کام نہیں کیا۔

عمرو بن حمق اور رفاعہ بن شداد جو حجر کے خاص ساتھی تھے نے کوفہ سے فرار کیا اور عراق کے موصل پہنچے اور وہاں پر ایک پہاڑ کے درمیان مخفی ہوگئے اور ایک جگہ کو اپنے لئے پناہ گاہ قرار دیا، جب علاقہ کے چودھری کو اطلاع ملی کہ دو ناشناس افراد پہاڑوں میں ایک غار میں مخفی ہوئے ہیں وہ ان کے بارے میں شک میں پڑگیا اور چند لوگوں کے ہمراہ انکی طرف بڑھا، جب کوہ کے دامن پر پہنچے تو وہ دونوں پہاڑ کے درمیان سے باہر نکلے عمر بن حمق سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے بہت تھک چکا تھا اور اب اس میں فرار کی ہمت باقی نہیں رہی تھی اس لئے اس نے فرار اور مقابلہ کرنے پر ہتھیار ڈالنے کو ہی ترجیح دیا لیکن رفاعہ عمر کے لحاظ سے جوان اور جسم کے لحاظ سے قوی اور طاقتور تھا وہ گھوڑے پر سوار ہوا تا کہ عمرو بن حمق کا دفاع کرے اور اسے گرفتار ہونے سے بچالے عمرو نے اسے کہا: رفاعہ! تیری جنگ اور مقابلہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے اگر ہو سکے تو اپنے آپ کو ہلاکت سے بچالو اور اپنی جان کا تحفظ کرلو رفاعہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کی صف کو توڑ کر بھاگنے اور اپنے آپ کو نجات دینے میں کامیاب ہوگیا لیکن عمرو بن حمق پکڑا گیا اس سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب میں کہا: میں وہ ہوں، اگر مجھے آزاد کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر قتل کرو گے تو تمہارے لئے گراں تمام ہوگا اس نے صرف اسی جملہ پر اکتفا کیا اور اپنا تعارف کرانے سے اجتناب کیا لہذا اسے موصل کے حاکم عبدالرحمان بن عبداللہ ثقفی معروف بہ ابن ام حکم ---معاویہ کے بھانجے--- کے پاس بھیجا عبدالرحمان نے عمرو کو پہچان لیا اس نے معاویہ کو ایک خط میں اس کے فرار کرنے اور پکڑے جانے کی روئداد لکھی اور اس کے بارے میں اپنا وظیفہ دریافت کیا۔

معاویہ نے خط کے جواب میں لکھا: عمرو بن حمق نے اپنے اعتراف کے مطابق عثمان کے بدن پر برچھی کے نو ضربیں لگائیں ہم اس سے تجاوز کرنا نہیں چاہتے لہذا جس طرح اس نے عثمان کے بدن پر نو ضرب لگائی ہیں اسی طرح تم بھی اس کے بدن پر برچھی سے نو ضرب لگاو۔

عبدالرحمان نے عمرو کے بارے میں معاویہ کے حکم پر عمل کیا پہلی یا دوسری بار جب اس کے بدن پر برچھی کی ضرب لگائی گئی تو اس نے جان دیدی۔

## عمرو بن حمق کون ہے؟

عمرو بن حمق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر صحابی رسول بننے کی سعادت حاصل کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کثیر تعداد میں احادیث یاد کےں جب عمرو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں ایک گلاس پانی پیش کیا آنحضرت نے اس کیلئےیوں دعا کی:

خدایا: اسے جوانی سے بہرہ مند فرما:اللھم امتعہ بشبابہ"

لہٰذا اسی (۸۰) سال کی عمر میں بھی اُن کے چہرے پر جوانی کا نشاط نمایاں تھا،

حتی اس کے سر و صورت کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا۔

وہ ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے عثمان کے خلاف بغاوت میں شرکت کی عمرو بن حمق عثمان کے مظالم سے مقابلہ کرنے کیلئے کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے ان چار افراد میں سے ایک ہیں جو عثمان کے گھر میں داخل ہوئے۔ (۱) وہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے نزدیک ترین اصحاب میں سے تھے علی علیہ السلام کی تمام جنگوں جنگ جمل، صفین اور نہروان میں علی کی رکاب میں شرکت کی ہے زیاد بن ابیہ سے ڈر کے مارے کوفہ سے بھاگ کر موصل فرار کر گئے موصل کے حاکم نے معاویہ کے حکم سے ان کا سر قلم کرکے معاویہ کے پاس بھیجدیا۔

مؤرخین نے کہا ہے: اسلام میں جو پہلا سر شہر بہ شہر لے جایا گیا عمرو بن حمق کا کٹا ہوا سر تھا۔

جب اس کے سر کو معاویہ کے پاس لایا گیا اس نے حکم دیا اس کے سر کو اس کی بیوی (آمنہ بنت شرید) جو معاویہ کے حکم سے ایک مدت سے شام کے زندان میں تھی کے پاس لے جائیں عمرو کے کٹے ہوئے سر کو زندان میں اسکی بیوی کی آغوش میں پھینک دیا گیا آمنہ اپنے شوہر کا کٹا سر دیکھ کر مضطرب اور وحشت زدہ ہوئی اس کے بعد کٹے ہوئے سر کو آغوش میں لے کر اپنے ہاتھ کو اپنے شوہر کی پیشانی پر رکھا اسکے ہونٹوں کو چوما اور پھر کہا: "ایک طولانی مدت تک اس نے مجھ سے جدا کردیا اور آج اس کا کٹا سر میرے لئے تحفہ کے طور پر لائے ہو آفرین ہو اس تحفہ پر مرحبا

---

۱۔ عثمان کے قتل میں کن لوگوں نے براہ راست اقدام کیا اسکے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں محمد ابن ابی بکر نے ہاتھ میں لئے ہوئے نیزہ سے ضرب لگائی اور اسے قتل کیا لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن ابوبکر اسکے گھر میں داخل ہوئے لیکن سودان بن حمران نامی ایک شخص نے اسے قتل کیا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر عثمان کی داڑھی کو پکڑ کر کھینچا جس پر عثمان نے کہا: ایک ایسے ریش کو کھینچ رہے ہو کہ تیرا باپ اس کا احترام کرتا تھا اور تیرا باپ تیرے اس کام سے راضی نہیں ہوگا محمد نے جب عثمان کا یہ جذباتی کلام سنا تو چھوڑ کر اس گھر کے سے باہر نکل گئے۔

اس ہدیہ پر[۱]: عمرو بن حمق ۵۰ ھ میں شہید ہوئے[۲]

## حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا قتل

اللّٰھم انما نستعدیک علی امتن

خداوندا! ہم اپنی ملت سے، کوفہ شام کے بظاہر ان مسلمانوں سے تیری بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں!. حجر ابن عدی طبری کہتا ہے: زیاد بن ابیہ نے حجر ابن عدی کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی زبردست کوشش کی ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی طرف فرار کرتا رہا جہاں کہیں بھی ان میں سے کسی کو پایا گرفتار کرلیتا تھا۔

صیفی کی گرفتاری طبری کہتا ہے: قیس بن عباد شیبانی، زیاد کے پاس گیا اور کہا: ہمارے قبیلہ میں صیفی بن فسیل نامی خاندان ہمام کا ایک شخص ہے وہ حجر بن عدی کے ساتھیوں میں ایک بزرگ شخصیت، وہ تیرے شدید مخالفوں میں سے ہے، زیاد نے ایک مامور کو بھیجا اور صیفی کو لایا گیا زیاد نے اس سے مخاطب ہوکر کہا: اے دشمن خدا! ابو تراب کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں ابو تراب کو نہیں جانتا ہوں زیاد نے کہا: تم اسے اچھی طرح جانتے ہو! صیفی نے کہا: نہیں، میں ابو تراب کو نہیں جانتا ہوں! زیاد نے کہا: کیا تم علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو نہیں جانتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں؟ زیاد نے کہا: وہی تو ابو تراب ہیں!

صیفی نے کہا: نہیں، وہ ابو الحسن اور ابو الحسین ہیں۔ زیاد کی پلیس افسر نے صیفی کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: کہ امیر کہتا ہے وہ ابو تراب ہیں اور تم کہتے ہو نہیں؟ صیفی نے کہا:

اگر امیر جھوٹ کہے تو کیا مجھے بھی اس کے جھوٹ کی تائید کرنی چاہئے اور اسکے باطل اور بے بنیاد مطالب پر گواہی دوں؟! زیاد نے کہا: صیفی! یہ بھی ایک دوسرا گناہ ہے۔ حکم دیا ایک عصا لائیں، اس کے بعد صیفی سے مخاطب ہوکر بولا: تم علی علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صیفی نے کہا: بہترین بات جو ایک بندہ خدا کیلئے زبان پر جاری کرسکتا ہوں وہی علی علیہ السلام کے بارے میں کہوں گا زیاد نے حکم دیا کہ عصا سے اس کی گردن پر اس قدر ماریں تاکہ زمین پر گرجائے۔ ظالموں نے ایسا ہی کیا۔ زیاد نے کہا: اسے چھوڑ دو اس کے بعد سوال کیا: اب بتاؤ علی علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صیفی نے کہا: خدا کی قسم اگر مجھے چاقو سے ٹکڑے ٹکڑے کردو تو علی علیہ السلام کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں سُن پاؤ گے۔ زیاد نے کہا: علی پر لعنت کرو ورنہ تیرا سر قلم کردوں گا۔ صیفی نے

---

۱۔ غیر قالیة و مقلیة

۲۔ ہم نے عمرو بن حمق کی زندگی کے حالات کو "استیعاب"، اسد الغابہ اور اصابہ سے نقل کیا ہے لیکن کے کٹے سر کو اس کی بیوی کے پاس بھیجنے کی روایت کو صرف اسد الغابہ سے نقل کیا ہے۔

کہا: خدا کی قسم اگر میرے سر کو تن سے جدا کردو گے تب بھی میری زبان پر علی علیہ السلام پر لعنت جاری نہیں ہوگی اب اگر چاہتے ہو تو میرا سر قلم کردو کہ میں راہ خدا میں خوشنود ہوں لیکن تمہارا انجام بد بختی کے سوا کچھ نہیں ہے زیاد نے کہا: بعد میں اس کا سر قلم کرنا ۔ اس کے بعد کہا: اس کو زنجیروں میں جکڑ کر زندان بھیجدو۔

## عبداللہ بن خلیفہ کی گرفتاری:

اسکے بعد زیاد نے بکیر بن حمران احمری کو اس کے چند ساتھیوں کے ہمراہ حکم دیا کہ عبداللہ بن خلیفہ --- جو قبیلہ طی سے تھا --- کو گرفتار کریں، عبداللہ بن خلیفہ وہ شخص تھا جس نے حجر بن عدی کی بغاوت میں اس کا تعاون کیا تھا ۔ بکیر اور اس کے ساتھی عبداللہ بن خلیفہ کو ڈھونڈنے نکلے اور اسے عدی بن حاتم کی مسجد میں پایا اسے وہاں سے باہر لائے چونکہ وہ اسے زیاد کے پاس لے جانا چاہتے تھے ۔ عبداللہ چونکہ ایک باعزت باوقار شخص تھے اس لئے انہوں نے زیاد کے پاس جانے سے انکار کیا نتیجہ کے طور پر اس کے اور مامورین کے درمیان جھڑپ ہوئی مامورین نے اس کے سر پر ضرب لگائی اور لکڑی اور پتھر سے انہیں زخمی کردیا یہاں تک کہ وہ زمین پر گر گئے ۔ اس کی بہن "یثاء" نے قبیلہ طی کے افراد کی طرف فریاد بلند کرتے ہوئے کہا: اے قبیلہ طی! کیا ابن خلیفہ جو تمہاری زبان، نیزہ و سنان ہے دشمن کے ہاتھ میں دے دوگے؟! جب "یثاء" کی آواز بلند ہوئی ابن زیاد کا مامور احمری (غیر عرب) ڈر گیا کہ کہیں اس کی گرفتاری اس کے قبیلہ کے افراد کے مشتعل ہونے کا سبب نہ بنے اور اس کے قبیلہ کے افراد اس کی مدد کیلئے اٹھ کھڑے ہوجائیں اور اسے قتل کرڈالیں لہذا اس نے ابن خلیفہ کو اپنے حال پر چھوڑ کر فرار کرگیا ۔ قبیلہ طی کی چند عورتیں جمع ہوئیں اور ابن خلیفہ کو ایک گھر میں لے گئیں احمری بھی زیاد کے پاس پہنچا اور کہا: قبیلہ طی کے لوگ میرے خلاف جمع ہوئے ہیں چونکہ میرے ہمراہ ان سے مقابلہ کرنے کیلئے مناسب تعداد میں افراد نہیں تھے اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں ۔

زیاد نے کسی کو قبیلہ طی کے سردار عدی بن حاتم طائی کے پاس بھیج دیا جو مسجد میں تھا اسے گرفتار کرکے کہا تمہیں عبداللہ ابن خلیفہ کو جو --- تمہارے قبیلہ کا ہے ---

ہمارے ہاں پیش کرنا چاہئے عدی نے کہا: جسے ان لوگوں نے قتل کیا ہے اسے میں کیسے تیرے پاس پیش کروں گا؟ زیاد نے کہا: اسے لانا پڑے گا تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ وہ مرگیا ہے یا زندہ ہے عدی نے دوبارہ کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں وہ کہاں اور کس حالت میں ہے؟ زیاد نے حکم دیا کہ عدی بن حاتم کو جیل بھیج دیا جائے عدی کی گرفتاری پر کوفہ کے لوگوں میں بے چینی پھیلی خاص کر قبائل "یمنی" قبیلہ "مضر" اور ربیعہ نے شدید رد عمل کا اظہار کیا ان قبائل کے سردار زیاد کے پاس آگئے اور عدی کے بارے میں اس سے گفتگو کی اور اس کی آزادی کا مطالبہ کیا ۔

دوسری طرف سے خود عبد اللہ بن خلیفہ نے عدی کو پیغام بھیجا اگر چاہتے ہو تو مخفی گاہ سے باہر آجاؤ اور میں تیری مدد کرنے کیلئے حاضر ہوں۔

عدی نے جواب میں کہا: خدا کی قسم اگر تم میرے پیروں کے نیچے بھی مخفی ہوگے تو میں قدم نہیں اٹھاؤں گا یہاں تک کہ تیرا تحفظ کروں گا خلاصہ یہ کہ ان قبائل کے سرداروں کی سرگرمیاں کے نتیجہ میں زیاد عدی کو آزاد کرنے پر مجبور ہوگیا اسے زندان سے بلا کر کہا:

عدی! میں تجھے آزاد کرتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ عبداللہ بن خلیفہ کو کوفہ سے جلا وطن کر کے طی کے پہاڑوں میں بھیج دیا جائے۔

عدی نے اس شرط کو قبول کیا اور عبداللہ کو پیغام بھیج دیا تا کہ شہر کوفہ سے چلا جائے جب ایک مدت کے بعد زیاد کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا تو میں اس سے تیرے بارے میں گفتگو کروں گا اور تیری مکمل آزادی کیلئے راہ ہموار کروں گا۔ اس پیغام کے مطابق عبدللہ باہر آئے اور پھر سے اپنی آزادی حاصل کی۔

## کریم بن عفیف کی گرفتاری

کریم بن عفیف ، قبلہ "خشعم" کا وہ شخص تھا جسے زیاد بن ابیہ نے حجر بن عدی سے تعاون کے الزام میں گرفتار کیا زیاد نے پوچھا : تیرا نام کیا ہے ؟ اس نے کہا: میں کریم بن عفیف ہوں۔ زیاد نے کہا؛ افسوس ہے تم پر! تیرا اور تیرے باپ کا نام کتنا اچھا ہے ؟ لیکن تیرا عمل و کردار کتنا بدنما ہے ؟! ابن عفیف نے کہا: زیاد ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا ہے کہ تم پہچان لئے گئے، یہ کہنا اس کا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے زیاد بھی اس کی طرح علی علیہ السلام کے دوستداروں میں تھا۔

## گرفتار کئے گئے لوگوں کی تعداد

زیاد بن ابیہ نے حجر کے ساتھیوں کو ہر طرف سے پکڑ کر جیل میں بھیج دیا یہاں تک کہ ان کی تعداد دو ہزار افراد تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد --جیساکہ ہم نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے ---قبائل کے سرداروں اور کوفہ کے محلوں کے بزرگوں کو جمع کیا ان کے ذریعہ حجر اور ان کے ساتھیوں کے خلاف مقدمہ اور شہادت نامہ مرتب کر کے انہیں شام روانہ کیا ، ان کے پیچھے مزید دو افراد کو روانہ کیا کہ مجموعاً چودہ افراد ہوگئے۔

یہ چودہ افراد" جبانہ عرزم " نامی ایک قبرستان کے نزدیک پہنچے اس قبرستان کے نزدیک "قبیصۃ بن ضبیعہ " نامی ایک گرفتار شدہ شخص کا گھر تھا۔ قبیصہ نے اپنی بیٹیوں کو دیکھا جو مکان کی چھت سے اس کو دیکھ رہیں تھےں اور سرد آہیں بھرتی اور دلخراش صورت میں آنسو بہاتی ہوئی اسے رخصت کررہیں تھیں۔

قبیصہ نے بھی اپنے گھر اور بچوں پر ایک نظر ڈالی اور مامورین سے درخواست کی کہ اسے اجازت دیدیں تا کہ اپنی بیٹیوں کو کچھ وصیت کرے جب وہ بیٹیوں کے نزدیک پہنچا تو انتہائی گریہ و زاری کی حالت میں ایک دوسرے سے ملے چند لمحہ رکنے کے بعد بولا: میری بیٹیو! ذرا سکون میں آجاؤ۔ جب وہ کچھ دے رکے لئے سکون میں آگئیں قبیصہ نے کہا: میری بیٹیو! خدا سے ڈرو اور صبر و شکیبائی کو اپنا طریقہ بنانا میں جس راہ پر جارہا ہوں خداوند عالم سے دو نیکیوں میں سے ایک کی امید رکھتا ہوں یا شہید ہوجاؤں گا کہ میرے لئے شہادت خوشبختی ہے یا صحیح و سالم تمہارے درمیان واپس آجاؤں گا بہر صورت تمہیں رزق دینے والا اور سرپرست وہی خدا ہے جو ہمیشہ زندہ ہے اور موت و زوال اس کیلئے نہیں ہے امید رکھتا ہوں کہ وہ تمہیں تنہا نہیں چھوڑے گا۔

قبیصہ جب اپنی بیٹیوں سے آخری دیدار کرکے واپس آرہا تھا اپنے رشتہ داروں سے ملا۔

وہ اسکے سلامتی کیلئے دعا کررہے تھے لیکن انہوں نے اس کی آزادی کیلئے کسی قسم کی کوشش نہیں کی قبیصہ نے کہا: میرے نزدیک گرفتاری کا خطرہ ہلاکت و بدبختی کے مساوی ہے میری قوم: مدد کرے یا نہ کرے ان کیلئے ہلاکت و بدبختی کا مشاہدہ کررہا ہوں؟ قبیصہ ان سے تعاون کی امید رکھتا تھا لیکن انہوں نے اس کام میں پہلو تہی کی۔

گرفتار ہوئے افراد کی راستے میں عبداللہ بن جعفی سے ملاقات ہوئی، عبداللہ نے ان کو دیکھ کر کہا: کیا دس آدمی نہیں ہیں جو میری مدد کرتے تا کہ ان چودہ افراد کو ان ظالموں سے چھٹکارا دلاتا؟ اس کے بعد کہا: کیا پانچ افراد بھی نہیں ہیں جو میری مدد کرتے تا کہ ان مظلوموں کو ان ظالموں سے نجات دلاتا لیکن کسی ایک نے بھی عبداللہ کو مثبت جواب نہیں دیا اور اس کی نصرت کیلئے نہیں اٹھا اس کیلئے افسوس اور غم و اندوہ کے سوا کچھ نہ رہا تھا۔

## حجر اور اسکے ساتھیوں کیلئے آخری حکم

ان چودہ افراد کو شہر دمشق سے بارہ میل کی دوری پر "مرج عذرا" نامی ایک جگہ پر پہنچا دیا گیا اور وہیں پر انہیں جیل میں ڈال دیا گیا، جب زیاد کا نمائندہ دمشق میں معاویہ سے ملنے جارہا تھا حجر بن عدی ---جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا--- اٹھا اور بولا: یہ ہمارا پیغام بھی معاویہ کو پہچانا کہ ہمارا خون بہانا مناسب اور جائز نہیں ہے کیونکہ معاویہ نے ہمارے ساتھ صلح کی ہے[۱]

معاویہ سے کہدو: ہمارا خون بہانے میں جلد بازی نہ کرے۔ اس بارے میں بیشتر غور و فکر اور دقت سے کام لے جب معاویہ کی مجلس میں ان چودہ افراد کی حالت بیان ہوئی، حضار میں سے چند افراد نے کئی افراد کی شفاعت کی اور معاویہ نے ان میں سے چہ افرا دکی آزادی کا حکم دیا اور باقی اٹھ افراد کے قتل کا حکم دیا۔

غروب کے وقت معاویہ کے مامور حکم کو نافذ کرنے کیلئے "مرج عذرا" پہنچے۔ حجر کے ساتھیوں میں سے خثعمی مامورین کا مشاہدہ کررہا تھا ان میں سے ایک کو دیکھا کہ ایک آنکھ سے کانا ہے خثعمی نے کہا: میں ایسا فال دیکھتا ہوں کہ ہم میں سے آدھے آزاد ہوں گے اور آدھے قتل کئے جائیں گے۔

اسیروں میں سے ایک اور شخص سعد بن عمران نے اس حالت میں کہا: پروردگارا!

مجھے ان لوگوں میں قرار دینا کہ جو ان کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہونے سے نجات پائیں گے یعنی انکے ہاتھوں شربت شہادت پلادے اس حالت میں کہ تم مجھ سے راضی ہو اس کے بعد کہا:

ایک طویل مدت سے اپنے آپ کو شہادت کیلئے پیش کرتا تھا لیکن آج تک خدا نہیں چاہتا تھا۔

حجر اور اس کے ساتھیوں کی آزادی کی شرط معاویہ کے مامورین نے حجر اور اس کے ساتھیوں سے کہا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو علی

---

۱۔ حجر کی مراد امام حسن اور اہل کوفہ کی معاویہ کے ساتھ صلح تھی۔

علیہ السلام سے بیزاری کا اعلان کرنے اور ان پر لعنت بھیجنے کی تجویز پیش کریں اگر اس پر عمل کرو گے تو تمہیں آزاد کردیں گے ورنہ تم لوگوں کو قتل کرڈالیں گے ۔

اس کے علاوہ اضافہ کیا کہ امیر المؤمنین ( معاویہ ) کہتا ہے آپ لوگوں کے ہم وطنوں کی شہادت اور گواہی پر آپ لوگوں کا خون بہانا حلال و جائز ہے اس کے باوجود وہ تمہیں عفو کرنے اور تمہیں قتل کرنے سے منصرف ہونے کیلئے آمادہ ہے اس شرط پر کہ اس شخص ( علی ابن ابیطالب ) سے بیزاری کا اعلان کرو گے تا کہ ہم تمہیں آزاد کردیں گے ۔

انہوں نے جواب میں کہا: خدا کی قسم ہم یہ کام ہرگز نہیں کریں گے ۔

## آخری حکم کا نفاذ اور المناک قتل

معاویہ کے جلادوں نے جب دیکھا کہ علی علیہ السلام کے عاشق ان کی محبت کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں اور ان کی محبت میں صادق اور پائیدار ہیں تو ان کیلئے قبر کھودنے کا حکم دیدیا ۔ قبریں آمادہ ہوئیں اور کفن حاضر کئے گئے۔ ان لوگوں نے وہ رات، صبح تک نماز و عبارت میں گزاری جب سورج چڑھا ، معاویہ کے جلادوں نے حجر اور اس کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا: ہم نے گزشتہ رات دیکھا کہ تم لوگوں نے نمازیں طولانی رکوع و سجود بجالائے اور صبح تک عبادت اور راز و نیاز میں مشغول رہے، بتاو ہم جاننا چاہتے ہیں کہ عثمان کے بارے میں تم لوگوں کا عقیدہ کیا ہے ؟

انہوں نے کہا: ہمارے عقیدہ کے مطابق عثمان پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں پر ظلم کا دروازہ کھولا اور باطل راہ پر چل کے بے انصافی کا مظاہرہ کیا ہے۔

جلادوں نے کہا: امیر المؤمنین ( معاویہ ) تمہیں اچھی طرح سے جانتا تھا ، اس لئے اس نے تم لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اس کے بعد اپنی گزشتہ بات کی تکرار کی کہ کیا علی علیہ السلام سے بیزاری کا اعلان کرتے ہو ۔

حجر اور اس کے ساتھیوں نے جواب دیا: ہم انہیں دوست رکھتے ہیں اور ان لوگوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں جو علی علیہ السلام سے بیزاری کرتے ہیں ، ہاں پر ماموروں نے ان افراد میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لیا تا کہ نہیں قتل کریں ۔ قبیصہ کے ہاتھ کو "ابو شریف بدّی" نے پکڑلیا تا کہ اسے قتل کرڈالے قبیصہ نے کہا: اے ابو شریف ! تیرے اور میرے قبیلہ کے درمیان کسی قسم کی سابقہ دشمنی و عداوت نہیں ہے بلکہ ان دو قبیلوں کے درمیاں ہمیشہ امن و مصالحت رہی اور ہم ایک دوسرے کے شر و گزند سے محفوظ تھے تمہیں میرا قاتل نہیں ہونا چاہئے اس ذمہ داری کو کسی دوسرے کے سپرد کردو تا کہ ان دو قبیلوں میں فتنہ پیدا نہ ہو ابو شریف

نے کہا: ''صلہ رحم تیرے نامہ اعمال میں ثبت ہو'' اس کے بعد قبیصہ کو چھوڑ کر خضری کو پکڑ لیا اور اسے قتل کرڈالا قبیصہ بھی ایک شخص قضاعی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

## حجر بن عدی کا قتل یا ایک بڑا تاریخی جرم!

جب حجر بن عدی کے قتل کی باری آئی تو انہوں نے کہا: مجھے اتنی فرصت دو تا کہ وضو کرلوں انہوں نے کہا: تم وضو کرنے میں آزاد ہو حجر نے وضو کرنے کے بعد کہا: اجازت دو گے کہ دو رکعت نماز پڑہ لوں؟ کیوں کہ خدا کی قسم میں نے زندگی بھر میں جب کبھی وضو کیا ہے اس کے بعد ضرور دو رکعت نماز پڑھی ہے انہوں نے کہا: نماز بھی پڑہ لو۔ حجر نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد کہا: خدا کی قسم میں نے زندگی بھر میں اس دو رکعت نماز سے مختصر کوئی نماز نہیں پڑھی ہے اگر یہ احتمال نہ دیتا کہ تم لوگ کہنے لگو گے کہ موت سے ڈر کر طولانی نماز پڑہ رہا ہے تو میں اس نماز کو طولانی تر بجالاتا۔ اسکے بعد آسمان کی طرف رخ کرکے بولے: پروردگارا! میں تیری بارگاہ میں اپنی ملت و امت و اہل کوفہ و شام کی شکایت کرلے آیا ہوں کہ کوفیوں نے ہمارے خلاف جھوٹی گواہی دی ہے اور شامی ہمیں قتل کررہے ہیں اس کے بعد مامورین کی طرف مخاطب ہوکر کہا: تم لوگ جو ہمیں اس نقطہ پر قتل کرنا چاہتے ہو خدا کی قسم میں پہلا مسلمان تھا جس نے اس نقطہ پر قدم رکھا اور میں پہلا مسلمان تھا (جس نے مشاہدہ کیا کہ) اس علاقہ کے مقامی کتوں نے اس پر بھونکا اور میں ہی تھا جس نے اس علاقہ کو تم مسلمانوں کے فائدہ میں فتح کرکے اسے عیسائیوں کے چنگل سے آزاد کیا تھا ۔

جب ''ھدبۃ بن فیاض'' معروف بہ '' اعور'' نیام سے کھینچی ہوئی تلوار ہاتھ میں لئے آگے بڑھے تو اس منظر کو دیکھ کو حجر لرزا ٹھے اعور نے کہا: تم فکر کرتے ہو کہ موت سے نہیں ڈرتے ہو؟ اگر موت سے نجات پانا چاہتے ہو اور آزاد ہونا چاہتے ہو تو ابھی ابھی علی علیہ السلام سے بیزاری کا اعلان کرو!

حجر نے جواب دیا کیوں ناراض نہ ہوں اور موت سے نہ ڈروں؟ کون ہے جو موت اور تلوار سے نہ ڈرے؟ اس وقت میں اپنے سامنے آمادہ قبر، کفن حاضر اور نیام سے کھینچی ہوئی تلوار دیکھ رہا ہوں اور لرز رہا ہوں لیکن خدا کی قسم ان سب ناراضگیوں اور خوف و لرزش کے باوجود اپنی آزادی اور نجات کیلئے ہرگز ایسا کوئی لفظ زبان پر جاری نہیں کروں گا جو خدا کو غضبناک بنادے۔

جب حجر کی بات یہاں تک پہنچی تو اعور نے اس کا سر قلم کردیا اور دوسرے مامورین میں سے ہر ایک نے حجر کے ساتھیوں میں سے ایک کو قتل کرڈالا اور مقتولین کی تعداد چھتک پہنچ گئی۔

حجر کے دو اور ساتھی عبد الرحمان بن حسان عنزی اور کریم بن عفیف خثعمی نے معاویہ کے مامورین سے درخواست کی کہ: "ہمیں معاویہ کے پاس بھیجنا تا کہ اس کے سامنے علی علیہ السلام کے بارے میں جو وہ چاہتے ہیں زبان سے بیان کریں۔"

مامورین نے ان دو افراد کے پیغام کو معاویہ کے پاس پہنچادیا معاویہ نے حکم دیا کہ ان دو افراد کو میرے پاس بھیجدو جب عبد الرحمان اور کریم بن عفیف معاویہ کے محل میں داخل ہوئے اور اسکے روبرو قرار پائے تو خثعمی نے کہا: معاویہ! خدا سے ڈرو کیونکہ تم بھی اس دار فانی سے ایک نہ ایک دن جاؤ گے اور ابدی دنیا میں منتقل ہوجاؤ گے اور عدالت الٰہی کی کچہری میں ہمارا بے گناہ خون بہانے کے جرم میں مسول ہوگے اور تمہار مؤاخذہ ہو گا!

معاویہ نے پوچھا: خثعمی! علی علیہ السلام کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا ہے؟

خثعمی نے جواب دیا: علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جس کے بارے میں تم اعتقاد رکھتے ہو۔

معاویہ نے کہا: کیا تم علی علیہ السلام کے دین و مذہب سے بیزاری کا اعلان کرتے ہو؟ خثعمی نے خاموشی اختیار کی اور اس کے جواب دینے سے اجتناب کیا یہاں پر خثعمی کے ایک چچیرا بھائی --- جو معاویہ کا صحابی تھا --- نے فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اٹھ کر معاویہ سے درخواست کی کہ خثعمی کو قتل کرنے سے معاف کرو معاویہ نے اس کی درخواست منظور کی اور خثعمی کو ایک مہینہ قید میں رکھنے کے بعد اس شرط پر اسے آزاد کیا کہ جب تک زندہ ہے شہر کوفہ میں قدم نہیں رکھے گا۔

اس کے بعد معاویہ نے عبد الرحمان عنزی کی طرف رخ کرکے کہا: خبردار اے قبیلہ ربیعہ کے بھائی! تم علی علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ عبد الرحمان نے جواب دیا: معاویہ! اس مطلب کو چھوڑدو، اگر اس بارے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھو تو تیرے فائدے میں ہے۔

معاویہ نے کہا: خدا کی قسم تجھے اُس وقت تک آزاد نہیں کروں گا جب تک کہ تم اس موضوع کے بارے میں اپنے عقیدہ کا اظہار نہیں کروگے۔

عبد الرحمان نے جواب دیا: عثمان وہ پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے دروازہ کھولا اور حق کے دروازہ ان پر بند کردیا۔

معاویہ نے کہا: عبد الرحمان! یہ کہہ کر تم نے اپنے آپ کو موت کے حوالے کردیا ہے۔

عبد الرحمان نے کہا؛ معاویہ! میں نے تجھے موت کے حوالہ کردیا ہے اس کے بعد اپنی قوم کو پکار کر کہا: کہاں ہو قبیلہ ربیعہ۔

معاویہ نے حکم دیا کہ عبد الرحمان کو کوفہ میں زیاد کے پاس لے جائیں اور زیاد کے نام اس مضمون کا ایک خط بھی لکھا: یہ شخص عنزی بدترین شخص ہے جسے تم نے میرے پاس بھیجا ہے تم اسے ایسی شدید سزا دینا جس کا وہ سزاوار ہے اور اسے عبرتناک حالت میں قتل کردینا۔

جب اسے کوفہ میں داخل کیا گیا زیاد نے اسے " قس ناطف " بھیج دیا اور وہاں پر اس کو زندہ در گور کردیا گیا [1]

طبری کہتا ہے: جب عنزی اور خثعمی کو معاویہ کے پاس لے جارہے تھے تو عنزی نے حجر سے مخاطب ہوکر کہا: اے حجر! خدا تجھے رحمت کرے، کیونکہ تم مسلمانوں کے بہترین بھائی اور اسلام کے بہترین یاور ہو۔

خثعمی نے بھی خدا حافظی کے وقت حجر کو یہ جملہ کہا: حجر! رحمت خدا سے تم دورو محروم نہیں رہ سکتے کیونکہ تم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہم فریضہ انجام دیا ہے۔

---

۱۔ جو کچھ ہم نے یہاں تک حجر اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں درج کیا ہے، طبری سے نقل کیا ہے اور اس کے مآخذ کو براہ راست ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد حجر نے اپنی نظروں سے ان دو ساتھیوں کو رخصت کرتے ہوئے کہا؛ یہ موت ہے جو دوستوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔

## حجر کے قتل کا دلوں پر عمیق اثر

یا معاویة ! اما خشیت الله فی قتل حجر و اصحابه ؟!

اے معاویہ! حجر اوران کے ساتھیوں کو قتل کرنے میں خدا سے نہیں ڈرے ؟!.عائشہ کتاب استیعاب میں حجر کی زندگی کے حالات پریوں روشنی ڈالی گئی ہے : "جب عائشہ، حجر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں زیاد کی سازشوں اور ان کے خلاف مقدمہ مرتب کرنے کے بارے میں مطلع ہوئیں تو عبدالرحمان حارث بن ھشام کے ذریعہ معاویہ کو یہ پیغام بھیجا:

معاویہ! حجر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں خدا سے ڈرنا!

عبدالرحمان جس وقت شام پہنچا حجر اور اسکے پانچ ساتھی قتل ہوچکے تھے عائشہ کے ایلچی، عبدالرحمان نے معاویہ سے کہا: معاویہ! تم نے حجر اوراس کے ساتھیوں کے کام میں ابوسفیان کے حلم و بردباری کوکیسے بھلادیا ؟ کیوں ان کو جیل میں نہ رکھا تاکہ اپنی طبیعی موت سے یا طاعون جیسی کسی بیماری سے مرجاتے، معاویہ نے کہا: جب تم جیسے لوگ میری قوم سے دور ہوگئے ! عبدالرحمان نے کہا: خدا کی قسم اس کے بعد عرب تجھے صبور نہیں جانیں گے۔ معاویہ نے کہا: میں کیا کروں ؟ زیاد نے ان کے بارے میں شدت اور سختی کی اور لکھا کہ اگر انہیں چھوڑ دوگے تو وہ فتنہ و فساد پھیلائیں گے اور ایک بھیانک اور ناقابل تلافی بغاوت و افراتفری پھیلادیں گے مزید روایت کی ہے کہ عائشہ اس بارے میں کہتی تھیں۔

اگر کوفہ کے لوگوں میں شجاع غیرتمند اور جان نثار افرادموجود ہوتے تو معاویہ اس قسم کی جرات نہیں کرسکتا تھاکہ حجر اور اسکے ساتھیوں کو کوفہ کے لوگوں کے سامنے گرفتار کراکے شام میں قتل کرڈالے لیکن جگر خوارماں کا بیٹا جانتاتھاکہ شجاع اور غیرت مند مرد چلے گئے ہیں اور ان کی جگہ پرکمزوردل اور بیکار لوگ بیٹھے ہیں۔

خدا کی قسم! حجر اور اس کے ساتھی شجاعت، اپنے عقیدہ کے تحفظ اور دانشمندی کے لحاظ سے عرب کے سردار تھے اس کے بعد عائشہ نے لبید کے دو شعر پڑھے، جن کا مضمون حسب ذیل ہے : وہ چلے گئے جن کی حمایت کے سایہ میں زندگی آرام بخش تھی اور میں ایسے پسماندگان کے درمیان رہی ہوں جو خارش والے بیماروں کی کھال کے مانندہیں ---کہ ان سے دوری اختیار کرنی چاہئے --- نہ انکا کوئی فائدہ ہے اور نہ ان سے کسی قسم کی خیر و نیکی کی امید ہے۔کہنے والے کی عیب جوئی کرتے ہیں اگرچہ اس نے ناروا بات بھی نہ کہی گئی ہو؟

طبری کہتا ہے: معاویہ سفر حج پر مدینہ میں داخل ہوا عائشہ سے اجازت چاہی تا کہ ان کے گھر میں آئے عائشہ نے اجازت دی ۔ جب معاویہ گھر میں داخل ہو کر بیٹھا، عائشہ نے کہا: معاویہ! کیا تم خود کو امان میں محسوس کرتے ہو؟ ! گمان نہیں کرتے ہو میں نے کسی کو مامور کیا ہوگا کہ میرے بھائی محمد ابن بی بکر کے خون کا انتقام میں تمہیں یہیں پر قتل کر دے ؟!

معاویہ نے کہا نہیں، ہرگز ایسا نہیں کرو گی کیوں کہ میں ایک ایسے گھر میں داخل ہوا ہوں کہ جو امن و امان کا گھر ہے ۔

اس کے بعد عائشہ نے کہا: معاویہ! کیا تم حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے میں خدا سے نہیں ڈرے ؟!

معاویہ نے جواب میں کہا: انہیں ان افراد نے قتل کیا جنہوں نے ان کے خلاف شہادت دی ہے.

مسند احمد حنبل میں آیا ہے کہ معاویہ نے عائشہ کے جواب میں کہا: ایسا نہیں کریں گی کیونکہ میں امن و امان کے گھر میں ہوں او ریں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: ایمان دہشت گردی کیلئے رکاوٹ ہے ۔ اس کے بعد کہا: عائشہ!

ان چیزوں کو چھوڑیں، مجھے اپنے مطالبات پورے کرنے میں کیسا پاتی ہیں ؟!

عائشہ: اچھے ہو ۔

معاویہ نے کہا: اس لحاظ سے مقتولین کے بارے میں ہمیں چھوڑ دیں تا کہ خدا کے پاس ان سے ملاقات کروں ۔

استیعاب میں کہتا ہے: ربیع بن زیاد حارثی جو ایک فاضل و جلیل القدر شخصیت اور خراسان میں معاویہ کا گورنر تھا نے جب حجر اور اس کے ساتھیوں کے قتل ہونے کی خبر سنائی تو وہ وہیں پر بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور کہا: خداوندا! اگر ربیع تیری بارگاہ میں کسی قسم کی خیر و نیکی کا سزاوار ہے تو فوری طور پر اسے اپنے پاس بلالے اس دعا کے بعد ربیع اس مجلس سے نہ اٹھا اور وہیں پر رحمت حق سے جاملا۔

معاویہ کی موت جب نزدیک آگئی تو وہ خفیف آواز میں اس جملہ کی تکرار کر رہا تھا: "

اے حجر! میرا مستقبل کا دن تیرے سبب سے طولانی ہوگا"

یہ تھی حجر ابن عدی اور اس کے ساتھیوں کی داستان، اور وہ تھی اسکے سبائی ہونے کی داستان، انشاء اللہ اگلی فصلوں میں اسسلسلے میں بیشتر وضاحت اور دقیق تر بحث و تحقیق کریں گے ۔

## حجر کی داستان کا خلاصہ

یومی منک یا حجر طویل

اے حجر! میرا آنے والا دن تیرے سبب طولانی ہوگا۔ معاویہ حجر اور اس کے ساتھی ---جن کی داستان گزشتہ فصلوں میں گزری --- امت اسلامیہ کے زاہد اور پرہیزگار افراد تھے۔ وہ اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور تابعین ا میں فاضل اور نیک اشخاص میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے مغیرۃ بن شعبہ اور زیاد بن ابیہ جیسے سرکش اور ظالم گورنروں کی طرف سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے خلاف منبر پر لعنت بھیجنے پر کھلم کھلا اعتراض کیا اس کے علاوہ ان کی نماز میں لاپروائی اور وقتِ نماز میں تاخیر پر اعتراض کرتے تھے اور امر بمعروف و نہی عن المنکر کرتے تھے، انہوں نے اپنی اس سرگرمی کو جاری رکھا، یہاں تک کہ وقت کے حاکم ان کے ساتھ نبرد آزما ہوئے، انہیں قیدی بنا کر ان کے خلاف کیس مرتب کیا گیا اور ان کے خلاف جھوٹی اور ناحق گواہی نامہ مرتب کیا گیا، اس پر دستخط لئے گئے اس کے بعد انہیں زنجیروں میں جکڑ کر شہر بہ شہر پھرا کر شام پہنچادیا گیا۔ وہاں پر ان کے بارے میں حکم جاری کیا گیا کہ امام المتقین علی علیہ السلام پر لعنت بھیجیں، اور ان سے بیزاری کا اعلان کریں اور ان کے خلاف بد گوئی کریں لیکن انہوں نے امام، وصی و برادر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولین مسلمان پر لعنت بھیجنے سے انکار کیا اور ان کے دین سے دوری اختیار کرنے سے اجتناب کیا کیونکہ ان کا دین وہی دین اسلام ہے اور ان کے دین سے دوری اختیار کرنا ارتداد کے مرتکب ہونے اور اسلام سے دوری اختیار کرنے کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی جب انہوں نے علی علیہ السلام سے بیزاری نہیں کی اور ان کے دین سے دوری اختیار نہیں کی تو ان کے سامنے ان کیلئے قبریں کھودی گئیں اور کفن حاضر کئے گئے۔

یہ گروہ صبح تک نماز و مناجات الٰہی میں مشغول رہا صبح ہونے پر دوبارہ انہیں تجویز پیش کی گئی کہ دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کریں، یا علی پر لعنت بھیجیں اور اس کے دین سے دوری اختیار کریں یا قتل ہونا گوارا کریں، لیکن انہوں نے ایک کے بعد ایک نے دل کھول کے موت کا استقبال کیا اور اس طرح ذلت بھری زندگی ---جس میں علی علیہ السلام پر لعنت بھیجنا اور ان سے دوری اختیار کرنا تھا ---پر قتل ہونے کو ترجیح دی۔

ان میں سے ایک شخص کا سر قلم کرکے اس کے کٹے ہوئے سر کو شہر شہر پھرا کر، اس کی بیوی کی آغوش میں ڈالدیا گیا جو ولائے علی علیہ السلام کے جرم میں زندان میں تھی، اس طرح اس بے پناہ عورت کو وحشت زدہ کرکے مرعوب کرنا چاہا ایک دوسرے شخص کو علی علیہ السلام کی محبت کے جرم میں زندہ دفن کیا گیا!!

مسلمانوں کے معزز اور بزرگ شخصیتوں کے بارے میں بنی امیہ کے مجرموں کے ظلم و جرائم اتنے وسیع اور زیادہ تھے کہ عائشہ بھی معاویہ کو پیغام بھیجنے پر مجبور ہوئی اور یہ پیغام اسے بھیجا:

معاویہ ! حجر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں خدا سے ڈرو! اس کے بعد عائشہ حجر کا یوں تعارف کراتی ہیں اور کہتی ہیں : خدا کی قسم ! حجر اور اس کے ساتھی عربوں کے سربرآوردہ سردار تھے اور عبید کے مندرجہ ذیل اشعار کو گواہی کے طور پر پیش کرتی ہیں :

ذهب الذين يعاش فی اکنافهم

وبقيت فی خلف كجلد الاجرب

وہ چلے گئے جن کی حمایت کے سایہ میں زندگی آرام بخش تھی اور میں ایسے پسماندگان کے درمیان رہی ہوں جو خارش والی .بیماروں کے کھال کے مانند ہیں جن سے دورری اختیار کرنی چاہئے ۔

وہ دوسرا عبداللہ ابن عمر ہے کہ جب اس دلخراش داستان کی خبر اسکے کے کانوں تک پہنچی ہے تو کھلے بازار میں ایک جگہ کھڑا ہو کر بے ساختہ چیختے ہوئے روتا ہے ادھر زیاد حارثی ، اور جلیل القدر ، صاحب فضیلت و شہرت شخص ،حجر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بنی امیہ کے جرائم کی خبر سنتے ہی موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہے اور خدا سے موت کی آرزو و درخواست کرتا ہے اور خداوند عالم بھی اس کی دعا کو مستجاب کرتا ہے اور اسے اس ذلت آمیز زندگی سے نجات دیتا ہے خود معاویہ بھی مرتے وقت اس کی آواز اس کے گلے میں پھنس جاتی ہے اور جان کنی کے عالم میں کہتا ہے:

" اے حجر! قیامت میں میرا دن تیرے سبب طولانی ہوگا"

یہی افراد جو راہ حق میں ظلم و ستم کو روکنے کیلئے جہاد کرتے ہوئے قتل ہوئے اور ان کے قتل نے تمام مسلمانوں ---دوست و دشمن ---کو متاثر کر کے رکھ دیا " سبئیۃ -" کہے جاتے ہیں ۔

تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ کسی حکومتی عہدہ دار کی طرف سے نام "

سبئی " مسلمانوں کے خلفیہ معاویہ کے نام زیاد بن ابیہ کے خط میں باقاعدہ طور پر لکھا گیا ہے وہ ایک سرکاری خط میں ان افراد کو " سبئیہ " کہتا ہے ورنہ لفظ " سبئیہ " سے اس کی مراد اہل یمن کے قبائل سبیئہ اور انکے ہم پیمان ہیں نہ صرف قبائل سبئی سے منسوب افراد۔

قابل غور بات ےہ ہے کہ زیاد بن ابیہ کا کونسا محرک تھا جس کی وجہ سے اُس نے اس اصطلاح کو ان کے بارے میں استعمال کیا ہے ؟! اور ان سب کا نام سبئیہ رکھا ہے جبکہ وہ سب قبائل سبئیہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے ۔

ہماری نظر میں زیاد بن ابیہ کے اس کام کا سرچشمہ ایک نفسیاتی اور داخلی عقیدہ ہے کہ اگلی فصل میں زیاد کے نسب پر بحث و تحقیق سے یہ حقیقت واضح ہوجائے گی۔

## لفظ سبئی میں زیاد کی تحریف کا محرک

دفعت عقدةُ النقص زياداً ان يعير القبال السبئية!

زیاد بن ابیہ کو احساس کم تری نے مجبور کیا تھا کہ لفظ سبئیہ کو علی کے دوستداروں کی سرزنش کے عنوان سے استعمال کرے۔

مؤلف

زیاد بن ابیہ کا شجرہ نسب زیاد کی ماں کا نام "سمیہ" تھا۔ سمیہ پہلے ایران کے دیہاتوں کے ایک کسان کی کنیز تھی اس نے اس کنیز کو حارث بن کلدہ ثقیفی کو بخش دیا۔ حارث --- جو عرب کا مشہور طبیب اور قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا تھا اور طائف میں سکونت کرتا تھا --- نے اپنی کنیز "سمیہ"

کی شادی "عبید" نامی اپنے غلام سے رچائی یہ غلام اہل روم تھا زیاد ان ہی دنوں عبید رومی کے گھر میں "سمیہ" سے پیدا ہوا اور اسے ابن عبید کہا جاتا تھا بعد میں جب زیاد بڑا ہوگیا اور اسے کہیں روزگار ملا تو اس نے اپنے ماں اور باپ کو خرید کر آزاد کیا۔

اس کے بعد ایک زمانہ گزر گیا اور ایک دور ختم ہوگیا اور وقت کے خلیفہ معاویہ کی سیاست نے تقاضا کیا کہ زیاد کو اپنے باپ ابوسفیان سے ملحق کرے اور اسے اپنا بھائی بنائے اس طرح کل کا زیاد بن عبید آج کا زیاد بن ابو سفیان ہوجائے لیکن عبید کا بیٹا کیسے ابوسفیان کا بیٹا اور معاویہ کا بھائی ہوگا اور ابوسفیان کے خاندان سے ملحق ہوگا؟

اس مشکل کو اس طرح حل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ: ابوسفیان نے دوران جاہلیت میں زیاد کی ماں، عبید رومی کی بیوی "سمیہ" سے زنا کیا تو زیاد اسی زنا اور خلاف شرع عمل کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے۔

ابو مریم سلولی، شراب فروش نے بھی معاویہ، زیاد اور قوم کے سرداروں کے سامنے اس موضوع کے بارے میں شہادت دی اور کہا ایک دن ابوسیفان میرے پاس آیا اور ایک فاحشہ عورت کا مجھ سے مطالبہ کیا میں نے کہا "سمیہ" کے علاوہ کوئی اور عورت فی الحال نہیں ہے ابو سفیان نے کہا چارہ نہیں ہے اسی کو لاؤ اگرچہ وہ ایک کثیف عورت ہے اور اس سے بدبو آتی ہے میں نے سمیہ کو ابوسفیان کے پاس پیش کیا انہوں نے خلوت کی اس کے بعد سمیہ ابو سفیان کے ہمراہ اسی حالت میں باہر آگئی کہ منی کے قطرات اس سے ٹپک رہے تھے!! جب ابو مریم کی بات یہاں تک پہنچی تو زیاد نے کہا: ابو مریم! مہلاً! خاموش ہوجاؤ تجھے گواہی دینے کیلئے بلایا گیا ہے نہ فحاشی اور بدگوئی کیلئے"۔

اس طرح معاویہ زیاد بن ابیہ کو اپنے شجرہ نسب سے ملا کر اسے قریش، قبیلہ بنی امیہ اور مسلمانوں کے خلیفہ خاندان سے تعارف کرانے میں کامیاب ہوا یہ روداد نیک مسلمانوں کیلئے انتہائی گراں گزری اور انہوں نے قبول نہیں کیا ہے کہ معاویہ کی اس سازش سے زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا قبول کریں اور انہوں نے کہا ہے: معاویہ نے اپنے اس عمل سے حکم اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے فرمان کو مسترد کرکے ان کے حکم کی نافرمانی کی ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا: "فرزند

اپنے باپ سے ہے اور زنا کرنے والے کو سنگسار کیا جاتا ہے "، "الولد للفراش و للعاهر الحجر ": "یعنی زنا کرنے والے کو سنگسار کرنا چاہئیے نتیجہ کے طور پر اسکے بعد مسلمانوں کا ایک گروہ زیاد کو " زیاد بن ابیہ "

کہنے لگا یعنی اپنے باپ کا بیٹا اور ایک دوسرا گروہ اسے "زیاد بن ابو سفیان " اور بعض لوگ گوشہ و کنار میں دربار خلافت کے آنکھ اور کان سے دور "زیاد بن عبید "کہتے تھے۔

بعض مسلمانوں نے معاویہ اور زیاد کے دور اقتدار میں خود ان سے اعتراض کرکے ان کے اس شرمناک عمل کی مذمت کی ہے بعض شعراء نے بھی اس بارے میں تند اور برے اشعار کہے ہیں اور اس عمل کا اپنے اشعار میں مذاق اڑایا ہے جیسے عبدالرحمان بن حکم نے اپنے شعر میں یوں کہا ہے:

پیغام پہنچادو حرب کے بیٹے معاویہ کو ایک حسب و نسب والے شخص کی طرف سے --- خود عبدالرحمان ہے ---کہ اگر تجھے کہا جائے کہ تیرا باپ عفت والا تھا تو تم غضبناک ہوتے ہو؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس نے سمیہ سے زنا کیا ہے تو خوشحال ہوتے ہو؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ زیاد سے تیری رشتہ داری ہاتھی کی گدھے کے بچے کے ساتھ قرابت کے مانند ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ سمیہ نے زیاد کو جنم دیا ہے جبکہ ابوسفیان نے سمیہ کو ننگے سر نہیں دیکھا ہے یہ اس بات کا کنایہ ہے کہ سمیہ ابوسفیان کی بیوی نہیں تھی تاکہ اپنے دوپٹے کو اس کے سامنے اٹھا لیتی ۔ (۱)

یہ خبر جب معاویہ کو پہنچی تو اس نے قسم کھائی کہ عبدالرحمان سے اس وقت تک راضی نہیں ہوگا جب تک کہ نہ یزید اس سے راضی ہوجائے عبدالرحمان نے زیاد کی طرف سفر کیا اس کی رضا مندی کو چند اشعار ذیل کے ذریعہ حاصل کیا ۔

تم " زیاد " ہو خاندان حرب میں محبوب ترین فرد ہو میرے پاس درمیانی انگلی کے مانند ہو میں اس کی قرابت پر خوشحال اور شاد ہوں کہ خدا نے اسے ہمارے لئے بھیجا ہے اور میں نے کہا وہ غم میں ہمارا بھائی ہے اور ہمارا قابل اعتماد ہے اس زمانہ میں خدا کی مدد سے ہمارے لئے چچا اور بھتیجا ہے زیاد نے معاویہ کو اس کے بارے میں رضایت نامہ لکھا معاویہ نے جب عبدالرحمان کے اشعار سنے ، عبدالرحمان سے کہا: تیرا دوسرا شعر پہلے سے بدتر ہے لیکن تم نے اسے فریب دیا ہے او وہ نہیں سمجھا (۲)

اس قسم کے اشعار ،بیانات اور لوگوں کے اعتراضات اور تنقیدیں اس امر کا سبب بنی ہیں کہ "زیاد بن ابیہ " کے ضمیر میں ایک خطرناک احساس کمتری پیدا ہوجائے اسی احساس کمتری کی وجہ سے وہ کبھی شعوری اور کبھی لا شعوری طور پر مجبور ہوکر اپنے آپ کو قریش کے خاندان بنی امیہ سے منسوب کرنے میں افراط کرتا تھا اس خاندان کا اور اسکے ساتھ منسوب اور ہم پیمانوں کے مقام کو بلند کرنے کیلیے مبالغہ اور افراط سے کام لیتا تھا تاکہ اس خاندان کے مخالفین یعنی قبائل قحطان--- جو بنام سبائیہ مشہور تھے ----اور ان قبائل کے ہم پیمانوں سے سخت مخالفت کرے ، اور ان سے مقابلہ کرنے اور انہیں نیچا دکھانے میں اپنے سے زیادہ قبائل قریش

کی خودنمائی کرے تاکہ اس طرح اس کا قریشی ہونا بھی ثابت ہو جائے ۔ اس زمانے میں قبائل کے ہم پیمان قبائل یمن ربیعہ تھے اور ان دو سلسلہ کی اس ہم پیمانی کا سبب تاریخ سے یوں معلوم ہوتا ہے ۔

---

۱۔ عبد الرحمان نے اپنے شعر میں توریہ سے کام لیا ہے توریہ علم بلاغت میں یہ ہے کہ لفظ کا ظاہر میں کچھ اور معنی ہوتا ہے اور باطن میں مراد کچھ اور ہوتی ہے کہ بدون توجہ و دقت یہ معنی معلوم نہیں ہوتا بولنے والے کا مقصد پوشیدہ معنی ہوتا ہے چنانچہ اس شعر میں "زیاد" بنی امیہ کا منہ بولا بیٹا ہے یہ معنی اس لفظ کا ظاہری معنی ہے لیکن شاعر نے یہاں پر توریہ کیا ہے اور زیاد سے خاندان ابوسفیان میں زیادہ ( اضافی ) ہونے کا معنی لیا ہے ۔

۲۔ اغانی میں عبد الرحمان کی تشریح ملاحظہ ہو (طبع بیروت ۱۳ / ۲۶۶)

دو قبیلوں کے اتحاد کے پیمان کا سبب قبائل ربیعہ کے افراد یمنی سبئی قبائل کی مانند علی علیہ السلام کے شیعوں اور ناصروں میں تھے ان دو قبیلوں نے جنگ جمل اور دوسری جنگوں میں علی علیہ السلام کی نصرت اور مدد میں اپنی شجاعتوں کا زیادہ سے زیادہ مظاہرہ کیا ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان دو قبیلوں کے درمیان درج ذیل عہد نامہ لکھ کر اتحاو و یکجہتی کے پیمان کی تاکید فرمائی ہے ۔

عہد نامہ درج ذیل پیمان پر قبائل یمن کے شہر نشین اور صحرا نشین اور قبائل ربیعہ کے شہر نشین اور صحرا نشین نے اجماع واتفاق کیا ہے کہ دونوں قبیلوں کے افراد کتاب خدا پر ایمان و اعتقاد رکھیں گے او رلوگوں کواس کی طرف دعوت دیں گے اور اس پر عمل کرنے کا حکم کریں گے اور ان کی بات کو قبول کریں گے جو انہیں قرآن پر عمل کرنے کی دعوت دیں گے کسی بھی قیمت پر قرآن مجید کو نہیں چھوڑدیں گے کسی بھی چیز کوقرآن مجید کی جگہ پر قبول نہیں کریں گے ان دو قبیلوں کے افراد پر ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی مدد و پشت پناہی کریں جو اس نظام العمل کی مخالفت کریں گے اور انہیں ترک کریں گے ان کے خلاف بھی متحد ہو کر ایک دوسرے کی نصرت کریں گے ۔

اس پیمان کو آپسی رنجش اور اختلاف نیز ایک دوسرے کو ذلیل کرنے کے بہانے اور سب و شتم کی بناء پر نہیں توڑیں گے دونوں گروہوں کے تمام افراد حاضر و غائب دانشور، عقلمند اور عام لوگ اس پیمان کے مطابق متعہد اور ملتزم ہیں اور اس عہد نامہ پر عمل کرنے کیلئے اپنے خدا سے محکم عہد وپیمان باندھا ہے اور خدا کے پیمان کے بارے میں جواب طلبی ہوگی (عہد نامہ کو لکھنے والے علی ابن ابیطالب علیہ السلام (امیر المؤمنین کے ہاتھوں تنظیم و مرتب ہوئے اس عہد نامہ کے بعد قبیلہ ربیعہ، قبائل سبائیہ یمن میں شمار ہوئے قبائل سبائیہ جو عراق اوراس سے وابستہ سرزمینوں میں زندگی گذارتے ہیں اور دونوں قبیلے ایک قبیلہ کی صورت میں تشکیل پائے اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں متحد ہوتے تھے اس پیمان کے بعد مختلف اور گوناگوں حوادث میں ربیعہ کا نام قبائل یمن کے ساتھ کہ عراق میں تھے، دکھائی دیتے ہیں اسی لئے تاریخ میں انہیں گاہی قبائل یمن کہتے ہیں اور اس لفظ سے قبائل سبائیہ اور ان کے ہم پیماں کو مراد لیتے ہیں اور کبھی دونوں قبیلوں کے نام ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں قبائل یمن اور ان کے ہم پیمان ربیعہ و غیر ربیعہ عقدے کھل جاتے ہیں زیاد بن ابیہ کی احساس کمتری اور اس کی قریش خاص کر خاندن امیہ کی بے حد و حساب حمایت اور ان کے مخالفوں سے عداوت کے محرک کی حقیت معلوم ہونے اور اسی طرح ربیعہ اور سبائیوں کے عہد وپیمان کے عیان ہونے کے بعد ہمارے لئے واضح ہوجاتا ہے کہ :

زیاد--- ابو سفیان کاناجائز فرزند اور خاندان امیہ سے وابستہ --- میں پائی جانے والی احساس کمتری اسے شعوری یا غیر شعوری طور پراس بات پر مجبور کرتی تھی کہ قبائل سبائیہ کی --

علی علیہ السلام سے ان کی خاص محبت اور عام طور سے قریش اور بالخصوص خاندن امیہ سے ان کی عداوت کی بناپر ---سرزنش اور عیب جوئی کرے اور اس زمانے کے سماج میں سبائیہ لقب کو مذمت و بدگوئی کے عنوان سے پیش کرے اور اسے ایک بتذل و شرم ناک لقب کے طور پرقبائل سبائیہ کے علاوہ ان کے ہم پیمان دوسرے قبائل پر بھی لگائے اس طرح تمام وہ افراد جو علی علیہ السلام کی طرفداری اور خانداں بنی امیہ کی مخالفت میں سبائیوں کے ساتھ تعاون اور ہم فکری رکھتے تھے ان سب پر سبئیہ کا لیبل لگادے اس کام کو عربی زبان میں "تغلیب "کہتے ہیں اوریہ عربی اصطلاحات میں کافی استعمال ہوتا ہے ، مثلاً" شمس و قمر" سے کبھی تغلیب کے طورپر " قمرین "یعنی دو چاند ، اور کبھی " شمسین "یعنی دو سورج تعبیر کرتے ہیں ۔ زیاد بن ابیہ نے بھی عربی الفاظ میں رائج اسی تغلیب کو لفظ " سبئیہ " میں استعمال کیا ہے اس کا اس لفظ " سبئیہ " میں تغلیب و تصرف سے اسکے علاوہ کوئی او رمقصد نہیں تھا کہ وہ اس لفظ کے معنی کو وسعت بخش کر یمنیوں کے مختلف قبائل اور دوسرے قبائل کے افراد جوان کے ساتھ ہم پیمان تھے اور اتحاد و یکجہتی رکھتے تھے کو ایک ناشائستہ مقصد رکھنے والی ملت و جماعت کے عنوان سے پہچنوائے اس کے ضمن میں اس کے نسب کی ایک اجتماعی سرزنش بھی انجام دے اور اپنے اندرپائی جانے والی احساس کم تری کی آگ جو غیر شعوری طورپر اس میں بھڑکی تھی کو بجھا دے ۔

ہماری اس بات کا گواہ وہی جھوٹ اور بے بنیاد شہادت نامہ ہے جو اس نے ان افرادکی دشمنی میں اور انہیں قتل و نابودکرنے کیلئے تنظیم و مرتب کیا اس طرح اس نے اپنے خیال میں بہت سے جرائم اور ناقابل عفو گناہوں کو اس شہادت نامہ میں انکی گردن پر ڈالدیا جہاں تک ممکن ہوسکا ہے ان کے خلاف برابھلا کہنے میں کوتاہی نہیں کی ہےیہاں تک کہ ان کے جرائم کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے اور ان کی جانوں کو خطرہ میں ڈالنے کیلئے معاویہ کو لکھا کہ: یہ افراد خلیفہ کے خلاف کھلم کھلا بدگوئی کرتے ہیں اور لوگوں کو اس سے جنگ کرنے کیلئے اکساتے ہیں (اظھرواشتم الخلیفة و دعوا الی حربه)

ان کے عقائد و افکاربیان کرتے ہوئے اس جملہ کو لکھا کہ:" یہ لوگ خلافت کو خاندان ابوطالب سے مخصوص جانتے ہیں ابو تراب کو (علی علیہ السلام ) عثمان کے خون میں معذور اور بے گناہ جانتے ہیں اور اس پر درود بھیجتے ہیں "چونکہ یہ شہادت نامہ اس کی انتقام جوئی اور احساس کم تری کی آرزو کوپورا نہیں کرتا تھا اسلئے ایک دوسرا شہادت نامہ مرتب کیااور اس میں ان افراد کے جرائم اس صورت میں بیان کئے تھے :" یہ لوگ خلیفہ کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں ،اس لحاظ سے مسلمانوں کی جماعت سے جداہوئے ہیں اور لوگوں کو خلیفہ سے جنگ کرنے پر اکساتے ہیں انہوں نے اسی مقصد سے کئی لوگوں کو اپنے گرد جمع کررکھا ہے اور اپنی بیعت کو توڑکر امیرالمؤمنین (معاویہ ) کو خلافت سے معزول کیا ہے"

بنی امیہ کے منہ بولے اس بیٹے کے عقیدہ کے مطابق یہ گواہ معاویہ کو خلافت سے معزول کرنے کی وجہ سے کفر وارتداد میں چلے گئے ہیں زیادبن ابیہ نے اس شہادت نامہ میں ان کے خلاف ہرطرح کی نسبت دینے میں کوئی کسرباقی نہیں رکھی ہے اور ان افراد کے عقیدہ میں انحراف ظاہر کرکے اسلام سے خارج ہوتے دکھایا ہے اس سلسلہ میں اسکی دلیل صرف یہ تھی کہ انہوں نے معاویہ کو خلافت سے معزول کیا ہے

## تحقیق کا نتیجہ

ان تاریخی حوادث :کی تحقیق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہی زیادبن ابیہ امیر المؤمنین کے زمانے میں ابتداء ہی سے ان کے شیعوں سے مکمل رابطہ رکھتا تھا حضرت کے بعد بھی کوفہ کے شیعوں کا حاکم بنا اور علی علیہ السلام کے تمام شیعوں کو بخوبی جانتا تھا اور ان کے عقائد و افکار سے مکمل آشنائی رکھتا تھا زیادبن ابیہ نے قسم کھائی کہ حجر ابن عدی سے انتقام لے کر اس کی زندگی کا خاتمہ کردے اس روداد کا زمانہ ۵۰ھ یا ۵۱ھ یعنی حکومت امیر المومنین کے دس سال بعد تھا زیادبن ابیہ ابتداء سے شیعوں سے قربت اور نزدیکی کے باوجود حاکم اور امیر بننے کے بعد ان کا جانی دشمن تھا۔

اگریہی زیادبن ابیہ جانتا کہ کوفہ میں علی علیہ السلام کے شیعوں میں بعض ایسے افراد موجود ہیں جو علی علیہ السلام کے بارے میں الوہیت اور خدائی کے قائل ہیں یا دوسرے ایسے عقائد کے قائل ہیں جن کا سیف کی روایتوں میں ذکر ہوا ہے اور ملل و نحل کے دانشوروں نے انہیں اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو وہ خود ان سے خبردار ہوتا اور حجر اور ان کے ساتھیوں کا خون بہانے کیلئے اس کے لئے بہترین بہانہ پیدا ہوجاتا جبکہ اس نے ان کے خلاف جرم ثابت کرنے میں انواع و اقسام کے جھوٹ اور تہمت لگانے میں کوئی کسرباقی نہیں رکھی تھی تو ان باطل عقائد اور خرافت پر مشتمل بیانات کے اس زمانہ کے معاشرہ میں موجود ہونے کا پورا پورا فائدہ اٹھاتا اور ان عقائد کو حجر اور اسکے ساتھیوں سے منسوب کرنے میں کوتاہی نہ کرتا بلکہ ان نسبتوں کو اپنے مقصد تک پہنچنے کی راہ میں بہترین وسیلہ قرار دیتا۔

اس کے علاوہ یہی عقائد اور باتیں خود معاویہ کیلئے بھی ان کی خونریزیوں کی توجیہ کیلئے بہترین وسیلہ قرار پاتیں اور ان تہمتوں سے اپنے اعمال پر بہترین صورت میں پردہ ڈال سکتا تھا اور ان افراد کا خون بہانے میں یوں بہانہ تراشی اور توجیہ کرتا :" چونکہ یہ لوگ سبئیہ تھے اور خلاف اسلام عقائد جیسے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی الوہیت کے قائل تھے لہذا ان کو قتل کرنا واجب ہے"

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خود معاویہ اور اس کے آلہ کار زیاد نے ان لوگوں کو اس عقیدہ کے بارے میں متہم نہیں کیا ہے اور اس قسم کی نسبت ان کو نہیں دی ہے۔

لہذا یہ تاریخی حقیقت اس بات کی دلیل ہے کہ اس زمانے میں یہ عقائد اور باتیں مسلمانوں میں بالکل وجود نہیں رکھتی تھیں اس زمانے میں اس قسم کے مذہبی گروہ کو ان خصوصیات و عقائد کے ساتھ کہ ملل و نحل کے علماء نے چند صدیوں کے بعد اپنی کتابوں

میں درج کیا ہے، کوئی نہیں جانتا تھا حقیقت میں اس زمانے میں اس قسم کے کسی مذہبی گروہ کا روئے زمین پر بالکل ہی وجود نہیں تھا بلکہ اس زمانے میں لفظ " سبائی " کا ایسا معنی و مفہوم ہی نہیں تھا اور پہلی بار جس شخص نے اس لفظ میں تحریف ایجاد کی اور اسے وسعت دیدی اور تمام دوستداران علی علیہ السلام کے بارے میں اسے استعمال کیا، وہ وہی زیاد بن ابیہ ہے جس نے حجر اوران کے ساتھیوں کے خلاف ترتیب دئے گئے شہادت نامہ میں اس لفظ کو پہلی بار تحریف کرکے درج کیا اس کے بعد دوسروں نے زیاد کے اس غلط اور سیاسی استعمال کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے جعل کئے گئے اور بے بنیاد مذاہب کے ماننے والوں کیلئے اس لفظ کا استعمال کیا ہے اس موضوع کے بارے میں اگلی فصل میں بیشتر وضاحت کی جائے گی۔

## لغت "سبئی" میں تحریف کا جائزہ

هذه النصوص تدل علی ان السبئية كانت نبزاً بالالقاب

تاریخ کی یہ صریح عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ لفظ " سبئیہ " تحریف ہونے کے بعدچند لوگوں کی سرزنش کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔

مؤلف اس سے قبل گزشتہ فصلوں میں ہم نے بیان کیا کہ لفظ 'سبائی" پہلے قبائل یمن کا نام تھا بعد میں سیاسی وجوہات کی بناء پر تحریف کرکے ایک دوسرے معنی میں بدل دیا گیا اور علی علیہ السلام کے شیعوں اور ان کے تمام دوستوں کی سرزنش اور ملامت کے طورپر استعمال کیا گیا یہ تحریف مندرجہ ذیل چند مراحل میں انجام پائی ہے۔

### ۱۔ زیاد کے دوران

لفظ " سبئی " میں پہلی تحریف زیاد کے دوران اسی کے توسط سے اس وقت انجام پائی جب اس نے حجر اور ان کے ساتھیوں کے خلاف شہادت نامہ لکھا ہم نے گزشتہ فصلوں میں اس روداد کی اس کے نفسیاتی اور سیاسی علل و محرکات کے پیش نظر تشریح کی۔

### ۲۔ مختار کے دوران

مختار نے ابراہیم بن اشتر ہمدانی سبائی کی سرکردگی میں قبائل سبئیہ کی مدد اور حمایت سے کوفہ پر قبضہ کیا اور حسین بن علی علیہ السلام کے بعض قاتلوں کو، جیسے: عمر بن سعد قرشی، شمر بن ذی الجوشن صبائی، حرملہ بن کاہل اسدی، منقذ بن مرہ عبدی اور کئی دیگر افراد، جو سب کے سب قبائل عدنان سے تھے کو کیفر کردار تک پہنچا کر قتل کردیا۔

مختار اور اس کا سرکردہ حامی ابراہیم یہ دونوں ہی ان افراد کے ساتھ اس عنوان و دلیل سے لڑتے تھے کہ وہ پیغمبر کے نواسے کے قاتل تھے اور اسی بات سے ان کے خلاف تبلیغ کرتے تھے اور لوگوں کو ان کے خلاف اکساتے تھے۔

لیکن اس دور کے بعد ایک دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے کہ اس دور میں مختار کے دشمن اس کے خلاف بغاوت کرکے تلوار، تبلیغ اور جھوٹی افواہوں کے ذریعہ اس کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور بے بنیاد مطالب کے ذریعہ اس پر تہمت لگاتے ہیں اور لوگوں کو اس کے خلاف شورش پر اکساتے ہیں اور اس کے طرفداروں کو نابود کرتے ہیں۔

مختار پر تہمت لگاتے ہیں کہ وہ مقام نبوت او نزول وحی کا مدعی ہے! اس کے ماننے والے اور ساتھیوں کو "سبئیہ" کہتے ہیں ان کا مقصود یہ تھا کہ مختار کے ساتھی اہل یمن اور قبائل سبا سے تھے جنہوں نے مختار اور اس کے طرز عمل پر ایمان لاکر اس کی جھوٹی دعوت اور دعویٰ کو قبول کیا ہے۔ طبری نے اس روداد کو اس طرح نقل کیا ہے۔

"شبث بن ربعی"[1] نے مختار کے لشکر کے ساتھ لڑتے ہوئے اس میں سپاہیوں کے دو سپاہی حسان بن یخدج، اور سعر بن ابی سعر حنفی اور خلید کہ جو آزاد کردہ حسان بن یخدج تھا، کو اسیر بنایا شبث نے خلید سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: حسان بن یخدج ذہلی کا آزاد کردہ خلید ہوں۔

شبث نے کہا: اے متکاء[2] کے بیٹے! کوفہ کے گھور پر نمک چھڑکی ہوئی مچھیاں بیچنے کو ترک کرکے باغیوں سے جا ملے ہو؟ کیا تجھے آزاد کرنے والوں کی جزا یہی تھی کہ تلوار اٹھا کر ان کے خلاف بغاوت کرو گے اور ان کے سرتن سے جدا کرو گے؟ اس کے بعد شبث نے حکم دیا کہ اس کی اپنی تلوار سے اس کا سر قلم کردیں اور راسی لمحہ اسے قتل کردیا گیا۔

پھر شبث نے سعد حنفی کے چہرہ پر نظر ڈالی اور اسے پہچان کر کہا: کیا تم خاندان حنفیہ سے ہو؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ شبث نے کہا: افسوس ہو تم پر! ان سبائیوں کی پیروی کرنے اور ان سے ملحق ہونے میں تیرا مقصد کیا تھا؟ بے شک کتنے تنگ نظر ہو تم اس کے بعد حکم دیا اور اسے آزاد کیا گیا۔

جیسا کہ ہم نے کہا کہ یہ گفتگو صراحت سے اس مطلب کو واضح کرتی ہے کہ تعبیر "سبئیہ" صرف قبائل "سبائیہ" کی متابعت و پیروی کرنے کے مفہوم میں استعمال ہوتا تھا اور اس تعبیر کے علاوہ کسی اور معنی و مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا تھا کیونکہ شبث بن ربیعہ قبیلہ تمیم کے خاندان یربوع سے تھا اور سعر بن ابی سعر بھی قبیلہ بکر کے خاندان حنفیہ بن لجیم سے تھا اور دونوں قبیلے عدنان سے منسوب تھے۔ شبث بن ربعی نے باوجود اس کے کہ سعر عدنانی ہے لیکن مختار کے پیرو یمنی سبائیوں کی پیروی کرنے کی وجہ سے ان کی سرزنش اور ملامت کرتا ہے اور اسے بھی سرزنش کے عنوان سے سبئیہ کہتا ہے:

مختار کی شکست کھانے کے بعد ان کے دشمنوں اور مخالفین --جو قبیلہ عدنان سے تھے--- نے حکومت کی باگ وڈور سنبھالی اور لوگوں پر مسلط ہوگئے عراق کے تمام شہروں میں سرگرم ہوئے اور اپنی حکومت اور تسلط کو مضبوط کردیا، لیکن اس کے باوجود

اپنے دشمنوں اور ان کی فکروں کو بالکل سے نابود نہیں کرسکے جو قبائل سبئیہ سے تھے وہ اکثر علی علیہ السلام کے شیعہ اور ان کے دوستدار تھے بلکہ انہوں نے کبھی سپاہ توابین کے نام پر سلیمان بن صرد خزاعی کی سرکردگی میں مختار سے پہلے بغاوت کی، اور کبھی علویوں کے پرچم تلے مختار کے بعد اپنے مخالفین سے جنگ کی ۔

---

۱۔ جب اس تمیمی عورت ، سجاح " نے نبوت کا دعوی کیا تو شبث اس پر فریفتہ ہوا اور اس کا ساتھی بنا بعض مورخین نے کہا ہے کہ شبث اسی سجاح کا مؤذن تھا اس کے بعد ابن زیاد کے لشکر سے جاملا جو حسین ابن ) علی علیہ السلام سے جنگ کررہے تھے اور انہیں قتل کیا(جمهرة انساب العرب: ۲۲۷

۲۔ متکاء: یعنی بڑے شکم والی عورت اور وہ عورت جو اپنے پیشاب پر کنٹرول نہ کرسکتی ہو ۔

ان مبارزوں کا سرچشمہ بیشتر اہل کوفہ تھے اور اس کے بعد قدرت کے مطابق اطراف میں پھیلتے تھے یہ نبرد آزمائی آشکار و پنہان صورت میں ان دو گروہوں میں دوسری صدی ہجری کے اوائل تک جاری رہی اس زمانہ میں تیسری بار لفظ "سبئیہ" ایک سرکاری سند میں درج ہوا ہے، اور اس سند کو طبری نے اپنی تاریخ میں یوں درج کیا ہے۔

## ۳۔ سفاح کے دوران

جب سب سے پہلے عباسی خلیفہ کے طور پر "ابو العباس سفاح" کی کوفہ میں خلافت کے عنوان سے بیعت کی گئی تو اس نے منبر پر چڑھ کر اپنی تقریر میں یوں کہا:

خداوند عالم نے ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قرابت اور رشتہ داری کی خصوصیت عطا کی ہے اور ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اجداد کے صلب سے پیدا کیا ہے اس کے بعد اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی چند روایات کی تلاوت کی پھر کہا: خداوند______عالم نے ہمارے خاندان کی بزرگی اور فضیلت کو لوگوں میں اعلان فرمایا ہے ہماری محبت، دوستی اور حقوق کو ان پر واجب قرار دیا ہے ہمارے احترام و عزت میں جنگی غنائم میں سے بیشتر حصہ کو ہمارے خاندان کیلئے مخصوص فرمایا ہے خداوند عالم فضل عظیم کا مالک ہے لیکن گمراہ سبائی گمان کرتے ہیں کہ ہمارے خاندان کے علاوہ کوئی اور خاندان ریاست و قیادت کیلئے سزاوار تر ہے ان کے چہرے کالے ہوں! کیوں اور کیسے دوسرے افراد اس مقام کیلئے ہم سے زیادہ سزاوار ہوسکتے ہیں؟ لوگو! کیا ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم نے ہمارے خاندان کے توسط سے اپنے بندوں کو ضلالت و گمراہی کی راہ سے سعادت وہدایت کی طرف رہبری کی ہے؟ اور ہمارے توسط سے ان کو جہالت اور ظلم سے نور و روشنی کی طرف لا کر ہلاکت و بدبختی سے نجات دی ہے؟ اور ہمارے خاندان کے ذریعہ ہی خداوند عالم نے حق کو ظاہر اور باطل کو نابود کیا ہے؟

## سفاح کی تقریر کی تحقیق

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "ابو العباس سفاح" کیوں اپنی پہلی تقریر کو اسکے بقول گروہ "سبائی" پر حملہ سے شروع کرتا ہے اور اپنے افتتاحی بیان کو ان پر یورش اور تنقید سے آغاز کرتا ہے؟!

ہم اس سوال کا جواب طبری کے بیان سے حاصل کرسکتے ہیں کہ وہ اپنی تاریخ میں ۱۳۲ھ کے حوادث کے ضمن میں ایک مطلب کو بیان کرتا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

جب ابو مسلم کے سپاہی عراق پہنچے اور بنی امیہ کے لشکر پر فتح پائی تو پھر کوفہ کی طرف رخ کیا اور ابو سلمہ حفص بن سلیمان -- - جو ان دنوں "وزیر آل محمد" کے عنوان سے معروف تھا اور ان کی سیاسی بغاوت کی رہبری کرتا تھا، کی بیعت کی۔ ابو سلمہ پہلے سفاح کے بڑے بھائی ابراہیم بن محمد کی طرف لوگوں کو دعوت کرتا تھا اور لوگوں سے اس کیلئے بیعت لیتا تھا جب ابراہیم مروان کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس کے مرنے کی خبر ابو سلمہ کو پہنچی تو وہ خلافت کو خاندان بنی عباس سے خاندان علی ابن ابیطالب کی

طرف لوٹانے لگا اس خاندان کے کسی فرد کیلئے بیعت لینا چاہتا تھا جبکہ ابراہیم بن محمد نے -جو مروان کے ہاتھوں قتل ہوا تھا --- اپنے بھائی ابو العباس سفاح کو وصیت کی تھی اور اسے اپنا جانشین اور خلیفہ قرار دیا تھا ۔ لہذا ابو العباس نے اپنے بھائی ابراہیم بن محمد کے قتل کے بعد بیعت لینے کیلئے اپنے خاندان کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوا لیکن ابو سلمہ اس کے کوفہ میں داخل ہونے میں رکاوٹ بن گیا اور وہ مجبور ہوا ابو سلمہ کے زیر نظر کوفہ سے باہر ٹھہرے اور اسی حالت میں چالیس دن گزر گئے اور ابو العباس اپنے خاندان کے ساتھ کوفہ سے باہر حبس اور زندان کی حالت میں گذارتا رہا اس مدت کے دوران ابو سلمہ اس کی حالت کو لشکر کے سرداروں سے مخفی رکھتا تھا جو ابراہیم کی وصیت کے مطابق اس کی بیعت کرنے کیلئے آمادہ تھے لشکر کا سردار ابو العباس کے بارے میں ابو سلمہ سے سوال کرتا تھا تو وہ جواب میں کہتا تھا : جلد بازی نہ کرنا کیونکہ ابھی شہر "واسط" فتح نہیں ہوا ہے اور وہ ابھی بنی امیہ کے طرفداروں کے قبضہ ہے اسی بہانہ سے ابو العباس کی حالت بتانے سے پہلو تہی کر رہا تھا یہاں تک آخر کار لشکر کے سرداروں نے ابوا لعباس کی رہائش گاہ کے بارے میں اطلاع حاصل کی اور ابو سلمہ کو مطلع کئے بغیر اسکے پاس گئے ۔ خلافت کے عنوان سے اس کی بیعت کی اور اسے جیل سے نکال کر باہر لائے اور سب سے پہلے اسے کوفہ کے دارالامارہ میں لے جایا گیا اس کے بعد اسے مسجد میں لایا گیا مسجد میں کوفہ کے مختلف طبقوں کے لوگوں نے اس کی بیعت کی ۔

ابو العباس نے بیعت کے مراسم مکمل ہونے کے بعد ایک تقریر کی (جسے ہم نے پہلے نقل کیا ہے) اس کی اس تقریر کا مقصد یہ تھا کہ اپنے مخالفین اور دشمنوں جو خلافت کو اس سے چھین کر اس کے چچیرے بھائیوں کو دینا چاہتے تھے کو دبادے اور انہیں حسادت کی تہمت لگا کر عوام کی نظروں میں پست اور حقیر نیز نادان بتائے۔ اسی لئے اس نے اپنی تقریر میں "سبئیۃ" کو گمراہ کی حیثیت سے پیش کیا پھر ان کے عقیدہ کی یوں تشریح کی : وہ گمان کرتے ہیں کہ دوسرے افراد ہم سے زیادہ لوگوں کی ریاست و قیادت کیلئے سزاوار ہیں اور خلافت کیلئے ہمارے خاندان سے لائق تر ہیں ۔

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابو العباس سفاح اپنے مخالفین کو دبانے اور انہیں متہم کرنے میں اس سے آگے نہیں بڑھ سکا ہے" وہ کسی دوسرے خاندان کو ہم سے لائق تر جانتے ہیں"

اگر سفاح اپنے مخالفوں کو دبانے کیلئے کوئی اور مطلب رکھتا قطعاً اس کے ذکر سے پرہیز نہیں کرتا اگر اپنے مخالفوں میں کوئی عیب او رمشکل پاتا تو اسے اظہار کرنے میں اپنا منہ بند نہیں کرتا ، مثلاً کہتا ہے : وہ گمراہ افراد ہیں جو دین اسلام سے خارج ہوئے ہیں اور ایک انسان کی الوہیت او رخدائی کے قائل ہوئے ہیں "کیونکہ جو سفاح ابو سلمہ کو حیلہ وبہانہ سے قتل کرنے میں دریغ نہیں کرتا ہے [۱] وہ اس پر ہر ممکن تہمت لگانے سے بھی گریز نہیں کرتا ۔

---

۱۔ طبری اور دوسرے مؤرخین نے تشریح کی ہے کہ سفاح نے کس طرح ابو سلمہ کو قتل کر ڈالا۔

## نتیجہ:

جو کچھ اس تحریر سے مجموعی طورپر معلوم ہوتا ہے اور لفظ سبئی کے مختلف مراحل میں استعمال ہونے سے استفادہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ در حقیقت یہ لفظ یمن کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کا نام تھا ، اس کے بعد مختلف ادوار میں وقت کی حکومتوں کے توسط سے ، وہ بھی کوفہ اور اسکے اطراف میں تحریف ہوا ہے اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے شیعوں اور ان کے چاہنے والے گروہ کی سرزنش و ملامت کے عنوان سے استعمال ہوا ہے یہ لفظ اس زمانے میں کسی بھی قسم کا مذہبی مفہوم اور دلالت نہیں رکھتا تھا ، جیسا کہ بعد کے ادوار میں اس قسم کا استدلال کیا گیا ہے بلکہ اس زمانے میں اصلاً کوئی اس نام کے کسی مذہبی فرقے کو نہیں جانتا تھا لیکن بعد میں اس لفظ میں ایک دوسری تحریف رونما ہوئی کہ اپنے اصلی اور پہلے معنی اور دوسرے معنی سے بھی ہٹ کر ایک تیسرے معنی میں تحریف ہوکر ایک نئے مذہبی گروہ کے بارے میں استعمال ہوا ہے اس قسم کے نئے مذہبی گروہ کا ان عقائد و افکار کے ساتھ اسلام میں کہیں وجود ہی نہیں تھا ہم اگلی فصل میں اسکے بارے میں مزید وضاحت سے روشنی ڈالیں گے۔

## سیف کے افسانہ میں "سبئیہ" کے معنی

ان السبئيين اتباع عبدالله ابن سبا

سبئی ایک گروہ ہے جنہوں نے عبداللہ بن سبا کے عقیدہ کی پیروی کی ہے.

سیف بن عمر

افسانہ سبئیہ لفظ "سبئیہ" کی حالت زیاد بن ابیہ کے دور سے لے کر دوسری صدی ہجری کے اوائل تک وہی تھی جسے ہم نے گزشتہ فصلوں میں بیان کیا ، یعنی یہ لفظ تنقید او سرزنش کے عنوان کے علاوہ کسی بھی دوسرے مذہبی و اعتقادی مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا تھا اور وہ بھی صرف کوفہ اور اسکے اطراف میں ،یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں کوفہ کا ایک باشندہ " سیف بن عمر، تمیمی" نامی خاندان عدنان کے ایک شخص نے " افسانہ سبئیہ " جعل کیا اسی نے اپنے اعلی افسانہ میں 'سبئیہ " کے مفہوم اوردلالت کو قبیلہ کے نام سے --- تحریف کرکے عبداللہ بن سباکی پیروی کرنے والے ایک مذہبی فرقہ سے منسوب کیا -

--عبداللہ بن سبا کو بھی ایک ایسے شخص کے قیافہ میں پیش کیا ہے کہ پہلےیہودی اور اہل یمن عثمان کی حکومت کے دوران اسلام قبول کیا ہے اور اس نے وصایت او ررجعت کا عقیدہ ایجاد کیا ہے۔

سیف نے اپنے جعل کئے گئے اس افسانہ میں کہا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے اس افسانوی عبداللہ بن سبا کی پیروی کی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعض خاص اصحاب جو علی ابن ابیطالب کے پیرو اور شیعہ تھے نے ، علی علیہ السلام کے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ اس کی روش اور طریقہ کارکو اپنایا، عبداللہ بن سبا کی پیروی کرنے کی وجہ سے یہ سب لوگ "سبئیہ " کہے جاتے ہیں۔

سیف کے کہنے کے مطابق، عثمان کو قتل کرنے والے اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی بیعت کرنے والے بھی وہی "سبائی " اور عبداللہ بن سبا کے پیرو تھے۔

بقول سیف یہی سبائی تھے جنہوں نے جنگ جمل میں طرفین کے درمیان انجام پانے والی صلح کو جنگ و آتش کے شعلوں میں بدل دیا اور علی علیہ السلام و عایشہ کے فوجیوں کو آپس میں ٹکرایا، ان تمام مطلب کو سیف نے اپنی کتاب " الجمل و مسیر علیؑ علیہ السلام و عائشۃ" میں ثبت و درج کیا ہے یہ افسانہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں سیف کے توسط سے جعل کیا گیا ہے چونکہ اس افسانہ کا نقل کرنے والاتنہا سیف تھا اسلئے اس نے اشاعت اور رواج پیدا نہیں کیا ،

یہاں تک کہ بزرگ مؤرخین جیسے طبری (وفات ۳۱۰ھ) نے اس افسانہ کو سیف کی کتاب سے نقل کرکے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے تو اس کو بے مثال اشاعت اور شہرت ملی ۔

## "سبئیہ "کی تاریخ پیدائش، شہرت اور جدید معنی:

عبداللہ بن سبا اور گروہ "سبئیہ "کے بارے میں سیف کے افسانہ کی شہرت اور رواج پانے سے پہلے یہ لفظ صرف قبائل سبئی پر دلالت کرتا تھا جیسا کہ ہم نے اس مطلب کو صحاح ششگانہ کے مؤلفین سے نقل کی گئی روایتوں میں مشاہدہ کیا۔

زیاد بن ابیہ، مختار اور ابو العباس سفاح کے زمانے میں یہ لفظ صرف کوفہ میں کبھی قبائل سبئیہ --جو علی علیہ السلام کے شیعہ تھے --- سرزنش کے القاب کے طور پر استعمال ہوا ہے لیکن سیف کے افسانہ کو اشاعت ملنے کے بعد یہ جملہ ایک نئے مذہبی گروہ سے منسوب ہوکر مشہور ہوا جس گروہ کا بانی عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ اس تاریخ کے بعد اس لفظ کا استعمال اپنے اصلی اور پہلے معنی جو قبائل سبائیہ سے منسوب تھا اور اسکے دوسرے معنی میں کہ حکومت کے مخالفین کی سرزنش میں استعمال ہوتا تھا رفتہ رفتہ متروک اور فراموش ہوا اور اسی جعلی مذہبی معنی میں مخصوص ہو ااور اس معنی میں شہرت پائی [1] اور سیف نے اس حکم کو پہلے اپنے افسانہ میں صرف ایک فرقہ کا نام رکھا تھا کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی وصایت اور خلافت بلا فصل کے قائل تھے لیکن بعد میں اپنے دوسرے افسانوں میں جنہیں اسی جعلی فرقہ اور گروہ کے بارے میں گڑھ لیا ہے ایک دوسرے معنی میں تبدیل کرکے اس گروہ کیلئے استعمال کیا ہے جو علی علیہ السلام کے بارے میں آپ کی الوهیت اور خدائی کے قائل ہیں۔

---

۱۔ اس تحقیق سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ 'سبئیہ "تین مرحلوں میں تین مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے اس اصلی معنی یمن کے ایک قبائل کا نام تھا اس کا دوسرا اور سیاسی معنی حکومت زیاد، ابن زیاد اور سفاح کے دوران صرف کوفہ میں رائج تھا اور اس کا مذہبی معنی کہ ایک جدید مذہبی گروہ کا نام ہے سیف کے افسانہ کے شائع ہونے کے بعد رائج ہوا اور اسی نام سے مشہور ہے

اس تبدیلی او رتغیر کی تشریح سیف بن عمرو دوسری صدی کے اوائل میں کوفہ میں ساکن تھا اس نے اپنے افسانوں کو اسی زمانہ میں جعل کیا ہے اس جھوٹ اور افسانہ سازی میں اس کا محرک درج ذیل دو چیزی تھیں :

۱۔ قبائل قحطانی یمنی سے س کا شدید تعصب کہ جو قبائل عدنانی کے مقابلہ میں تھا اور خود بھی قبائل قحطانی سے منسوب تھا۔

۲۔ زندیقی ، بے دینی اور اسلام سے عداوت رکھنے کی بنا پر تاریخ اسلام کو مشوش اور درہم برہم کرنا۔

## وضاحت :

علی ابن ابیطالب کے دوستدار او رشیعہ قبائل قحطانی یمنیوں پر مشتمل تھے ۔ یہ قبائل بھی وہی سبئیہ ہیں کہ عدنانیوں کے مقابلے میں قرار پائے تھے اور علی علیہ السلام کے زمانہ سے بنی امیہ کی حکومت کے زمانہ تک ہمیشہ وقت کی ظالم حکومتوں کے ساتھ کھلم کھلا مخالفت کرتے تھے ۔

خاص کر خاندان امیہ کی حکومت کی ---سیف ذاتی طور پر اس حکومت کا حامی تھا ---

عدنانیوں کے بالکل برعکس قبائل سبئی معتقد تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو اپنا وصی معین فرمایا ہے یہ تھی کلی طورپر عدنانی قبیلوں کے مقابلے میں قحطانی یاسبائی قبیلوں کی اعتقادی خصوصیات اور سیاسی موقعیت دوسری طرف سیف بن عمر اپنے شدید خاندانی تعصب و عداوت اور زندیقی ہونے کی وجہ سے قبائل سبئی قحطان کو لوگوں میں منحرف خود غرض مرموز اور نادان کے طورپر تعارف کراتا ہے اور ایسے مسائل و موضوعات میں ان کے عقیدہ کو بے اعتبار اور بے بنیاد دکھاتا ہے ۔

سیف نے اسی مقصد کے پیش نظر عبداللہ بن سبا کے افسانہ کو جعل کیا ہے اسے صنعا کا باشندہ بتایا ہے اور کہا ہے : علی علیہ السلام کی وصایت کا بانی اور سرچشمہ وہی عبدللہ بن سبا تھا نہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "سبئیہ" یہ وہی گروہ ہے جو اس عقیدہ میں عبداللہ بن سبا کی پیروی کرتے ہیں سیف نے افسانہ کو جعل کرنے کے بعد مسلمانوں کے ذہن میں انحراف و بدبینی ایجاد کی اوراپنے افسانہ میں اکثر بزرگ اصحاب جو علی علیہ السلام کے شیعہ تھے کو اپنے جعل کئے گئے تازہ مذہبی گروہ سے مربوط دکھایا اور ابوذر ، عمار یاسر، حجر بن عدی ، صعصعہ بن صوحان عبدی ، مالک اشتر، کمیل بن زیاد، عدی بن حاتم ، محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی حذیفہ اور دیگر مشہور و معروف افراد کو اس گروہ کے اعضاء اور سردار کے طور پر پیش کیا ہے۔

اگر خود سیف کے زمانہ میں کوفہ میں لفظ " سبئیہ "کا معنی و مفہوم علی علیہ السلام کی الوہیت اور خدائی ہوتا تو سیف ہرگز اسے نقل کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا اور اسے اس صورت میں ضرورت ہی نہیں تھی تا کہ ایک نیا افسانہ گڑھ کر علی علیہ السلام کے بارے

میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وصیت کے موضوع میں اپنے مد نظر افراد کی سرزنش کرنے کیلئے سبائیوں کے عقیدہ میں شامل کرتا ،کیونکہ علی علیہ السلام کی الوہیت کے عقیدہ کا مسئلہ تنقید اور سرزنش کے طور پر علی ابن ابیطالب کی خلافت و وصایت کے مسئلہ کے مقابلے میں بیشتر مؤثر اور کارگر ثابت ہوتا۔

یہاں پر یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ ہم نے تیسری صدی ہجری کے اواخر تک کسی کتاب میں لفظ سبئیہ کے بارے میں قبائل یمانی سے منسوب ہونے اور افسانہ عبداللہ بن سبا میں ذکر کئے گئے معنی ----یعنی سبئیہ ایک ایسا گروہ ہے جو علی علیہ السلام کی وصایت و خلاقت کے قائل ہیں ----کے علاوہ کوئی اور معنی نہیں پایا۔

لیکن تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی کے اوائل کے بعد علمائے ادیان و عقائد کی ملل و نحل کے عنواں سے لکھی گئی کتابوں اور تالیفات میں درج کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن سبا اور اس کے پیرو ---جو سبئیہ کے نام سے معروف ہیں ---معتقد ہیں کہ علی علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے ہیں بلکہ وہ کبھی نہیں مریں گے وہ خدا ہیں ۔ اور حضرت نے عبد اللہ بن سبا یا اس کے طرفداروں کو اسی عقیدہ کی وجہ سے آگ میں جلادیا ۔

پس جیسا کہ ملاحظہ فرمارہے ہیں سبئیہ کے مفہوم و معنی نے قبائل یمن سے تدریجا بعض افراد کیلئے سرزنش کے مفہوم میں تغیر دیا اور اس کے بعد ایک نئے مذہبی گروہ سے منسوب معنی میں تبدیل ہوا ہے کہ علی علیہ السلام کی وصایت و خلافت کے قائل ہیں پھر ایک دوسرے مذہبی گروہ کے مفہوم میں تبدیل ہوا کہ علی علیہ السلام کی الوہیت اور خدائی کے قائل ہیں اور اس کے بعد '' سبیئہ '' اور ''ابن سبا '' کے سلسلہ میں بہت سے افسانے پائے گئے ہیں ۔

## جعل کا محرک اور ترویج کا عامل

دیکھنا چاہئے یہ تغیر و تحول کیسے وجود میں آیا ہے ؟ یہ بے بنیاد مطالب کیوں گڑھ لئے گئے ہیں ؟ ! اور یہ مطالب مسلمانوں کی کتابوں میں کس طرح رواج پائے ہیں ؟!

ان مطالب کی وضاحت میں ہمیں کہنا چاہئے کہ : سیف بن عمر نے افسانہ '' سبئیہ ''

اور دوسرے افسانوں کو جعل کرکے یہ چاہا ہے کہ اپنے قبائل کے سرداروں اور بزرگوں ---عدنان جوہر دور میں صاحب اقتدارا ور حکومت تھے --خلفائے راشدین سے لے کر امویوں تک سب کی حمایت و دفاع کرے اور انہیں ان پر کئے گئے اعتراضات سے بری الذمہ قرار دے او اس کے مقابلے میں تمام برائیوں اور گناہوں کو قبائل قحطان سبئی کے افراد کے سر تھوپنے اور انہیں دبانے جو عدنانیوں اور وقت کی حکومتوں کا مخالف محاذ تشکیل دیتے تھے سیف نے اس طریقہ سے اپنے قبیلہ عدنان اور صاحبان اقتدار و سطوت کی توجہ اور تائید حاصل کی ہے اور انہیں اپنی افسانہ سازی کے ذریعہ راضی اور خوشحال کیا ہے اور اپنے افسانوں کے ذریعہ

صاحب اقتدار و حکومت اصحاب کو دفاع و بچاؤ کا لباس زیب تن کیا ہے اس کے علاوہ اپنے افسانوں کو اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرفداری کے زیور سے مزین کیا ہے اس طرح اسلام کی پہلی صدی کے مشاہیر اور صاحب قدرت اصحاب پر کی جانے والی تنقید اور اعتراضات کا دفاع کیا ہے لہذا اس روش کی وجہ سے اس کے افسانے ہر زمانے میں عام لوگوں میں قابل قبول پسندیدہ قرار پائے ہیں اور قدرتی طور پر عوام کی طرف سے اپنے افسانوں کے بارے میں طرفداری اور حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے سیف نے اس طرح اپنے افسانوں کی ترویج کی ضمانت فراہم کی ہے اور وقت کے گزرنے کے ساتھ جعلیات کی اشاعت کیلئے بنیادی تحفظ حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہوا ہے۔

یہی سبب ہے کہ سیف کی کتاب '' جمل '' جس میں افسانہ عبداللہ بن سبا ہے ،

شائع ہونے کے بعد ہاتھوں ہاتھ منتشر ہوئی اور اس کے افسانے وسیع پیمانے پر نقل ہوئے اور قلم بھی حرکت میں آئے اور ان افسانوں کو اس کی کتاب سے نقل کرکے دوسری کتابوں میں درج کیا گیا اور اس کے بعد جو کچھ افسانہ "سبئیہ" کے بارے میں طبری جیسے مورخین نے اپنی تاریخ کی کتابوں میں درج کیا تھا اسی کمی و بیشی کے بغیر اسی صورت میں باقی رہا اور بعد والی نسلوں تک منتقل ہوا۔

## افسانہ سبئیہ میں تغیرات

افسانہ عبداللہ بن سبا جس صورت میں لوگوں کی زبانوں پر رائج اور عام ہوا تھا وہ ایک عامیانہ صورت کا افسانہ تھا اس نے وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ رشد و پرورش پائی اور اپنے لئے ایک وسیع ترین دائرہ کا آغاز کیا اور اس میں کافی تبدیلیاں ہوگئیں یہاں تک کہ افسانہ ابن سبا دو افسانوں کی صورت اختیار کرگیا۔

پہلا: وہ افسانہ، جسے سیف نے جعل کیا تھا اور کتابوں میں درج ہوچکا تھا۔

دوسرا: وہ افسانہ جو سیف کے افسانہ میں تغیرات ایجاد ہونے کے بعد لوگوں کی زبانوں پر جاری تھا یہ اس زمانے سے مربوط ہے کہ ملل و نحل کے علماء نے لوگوں کے عقائد و مذاہب کے بارے میں کتابیں لکھنا شروع کی تھیں یہ علماء فرقوں اور مذہبی گروہوں کی تعداد بیان کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے اپنی کتابوں میں جو کچھ مذہبی فرقوں کے بارے میں لکھتے تھے ان کے مآخذ وہی ہوتے تھے جو ان کے زمانہ کے عام لوگ تصور کرتے تھے عقیدوں کے بارے میں جو کچھ یہ مصنفین لوگوں سے سنتے تھے ان گروہوں اور فرقوں کے حالات کی تشریح میں حقائق کی صورت میں ان ہی مطالب کو اپنی کتابوں میں درج کرتے تھے اور اس طرح مذہبی گروہوں اور عقائد اسلام میں تحریف و نقلیات کے بارے میں کسی قسم کی تحقیق اور

تجسس کئے بغیر اضافہ کرتے تھے اس کے بعد لغت کے مؤلفین ، جیسے: ابن قتیبہ ، ابن عبدربہ پیدا ہوئے اور ادب کی مختلف فنون اور تاریخ پر کتابیں لکھیں ۔

ان مؤلفین نے مذہبی فرقوں کے بارے میں عام لوگوں سے جمع کرکے ملل و نحل کی کتابوں میں درج کی گئی روایتوں کو نقل کرکے اپنی کتابوں میں ثبت کیا ہے اور ان کی سند و متن کے بارے میں کسی قسم کی کوئی تحقیق نہیں کی ہے ۔

ان کے بعد والے مؤلفیں ، جیسے ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ نے مذکورہ کتابوں سے ان مطالب کوکسی تحقیق و تصدیق کے بغیراپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اسی سلیقہ اور روش کے مطابق بعض مؤلفین نے سبیئہ کی داستان کو لوگوں کی زبانی سنی سنائی صورت میں حاصل کرکے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور اس طرح یہ افسانے لوگوں کی زبان سے کتابوں میں داخل ہوئے ہیں ا ور ایک کتاب سے دوسری کتا ب میں منتقل ہوئے ہیں اس طرح عبداللہ بن سبا کا افسانہ جو ایک افسانہ تھا رفتہ رفتہ دو افسانہ بن گیا:

پہلا: سیف کا افسانہ جو اپنی پہلی حالت میں باقی ہے ۔

دوسرا: وہ افسانہ جو عام لوگوں کی زبانوں پرتھا،وقت گزرنے کے ساتھ نقل و انتقال کی تکرار سے تغیرپیدا کرکے نشو نما پاچکا ہے اور افسانہ عبداللہ بن سبا میں اس تغیر و تحول کے نیتجہ میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ا س کے پیش نظر خود عبداللہ ابن سبا بھی دو شخصیتوں کے طورپر ابھر کرسامنے آیاہے اس طرح مؤلفین کے لئے غلط فہمی اور تشویش کا سبب بنا ہے انشاء اللہ ہم اگلی فصل میں اس پر روشنی ڈالیں گے۔

## عبداللہ ابن سبا کون ہے؟

ولم نجد فی کتاب نسب عبدالله بن سبا

ہم نے ہزاروں کتابیں چھان لیں لیکن عبداللہ بن سبا کے نسب کے بارے میں کوئی نام و نشان نہیں پایا۔

مؤلف

ہ م نے اپنے بیان کے آغاز میں کہاہے کہ کتاب کے اس حصہ میں تین لفظوں کے بارے میں تحقیق کریں گے:

## "سبئیہ"، "عبداللہ بن سبا' اور "ابن سودا"

ہم گذشتہ فصلوں میں " سبئیہ " کی حقیقت اور اس کلمہ کے معنی میں مختلف ادوار میں تغیر و تحول اور اس کے اصلی معنی سے سیاسی معنی میں اور سیاسی معنی سے مذہبی معنی میں اسکی تحریف سے آگاہ ہوئے اب ہم اس فصل میں عبداللہ بن سبا کی حقیقت پر تحقیق کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس افسانوی سورما کو اچھی طرح پہچان سکیں ۔

## عبداللہ بن سبا کا نسب ، پہلے مرحلہ کی کتابوں میں :

لفظ " عبداللہ بن سبا " چار لفظوں : " عبد " ، " اللہ " ، " ابن " ، و " سبا " پر مشتمل ہے ۔ یہ چاروں لفظ عربی زبان سے مخصوص ہیں ۔ یہ ایک مضبوط دلیل ہے کہ یہ باپ بیٹے یعنی ''

عبداللہ " و " سبا " دونوں عرب ہیں ۔ اس افسانہ کو جعل کرنے والا یعنی سیف بن عمر بھی عبداللہ بن سبا کو واضح طور پر اہل صنعا (یمن) ہی بتاتا ہے اور تمام مؤرخین اور مولفین نے ابن سبا کی سرگرمیوں اور نشاط کا دور عثمان بن عفان اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا زمانہ معین و محدود کیا ہے اس کیلئے جس سرگرمی اور فعالیت کے زمانے کا ذکر کیا گیا ہے وہ پہلی صدی ہجری کی چوتھی دہائی سے بیشتر نہیں ہے اور عبداللہ ابن سبا کے بارے میں جتنے بھی افسانے اور داستانیں ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کا معروف و مشہور شخص تھا ۔

ان تین تمہیدات کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک عرب اور ایک عرب کا بیٹا تھا اور پہلی صدی ہجری کی چوتھی دہائی کے دوران حضرت عثمان اور علی علیہ السلام کے زمانے میں جزیرۃ العرب میں زندگی گزارتا تھا اور مسلمانوں کے سیاسی اور دینی مسائل میں نمایاں سرگرمی انجام دیتا تھا ، اسی لئے وہ اس زمانے کا ایک معروف و مشہور شخص تھا ۔

یہاں پر ایک ناقابل حل مشکل پیش آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں اسلام کی پہلی صدی میں اموی خلافت کے زمانے تک کوئی ایسا عرب مرد تاریخ میں نہیں ملتا ہے کہ اس کا نام ، اس کے باپ کا نام اور رہائش کی جگہ کا نام اور اس کی سرگرمیاں معلوم ہوں ، معروف و مشہور اور لوگوں کا فکری قائد بھی ہو ، لیکن اس کے جد اور شجرہ نسب نامعلوم ہو !

کیونکہ عرب اپنے شجرہ نسب کے تحفظ میں اتنی غیر معمولی سرگرمی اور دلچسپی دکھاتے تھے کہ ان کی یہ سرگرمی غلو اور افراط کی حد تک بڑھ گئی تھی ، یہاں تک کہ نہ صرف افراد کے انساب کے بارے میں خود دسیوں کتابیں تالیف کرچکے ہیں بلکہ اپنے گھوڑوں کے انساب کے تحفظ کے سلسلے میں بھی خاص توجہ رکھتے تھے کہ یہاں تک بعض دانشوروں نے گھوڑوں کے شجرہ نسب کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں جیسے : ابن کلبی ( وفات ۲۰۴ ھ )

گھوڑوں کے نسب کے بارے میں اس کی کتاب "انساب الخیل" موجود ہے اس وقت اسلام کے اس زمانے کی تاریخ، تشریح ، انساب اورتمام فنون وادب کے بارے میں ہزاروں جلد قلمی اور مطبوع کتابیں ہمارے اختیار میں ہیں اور ان کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی عبداللہ بن سبا کے شجرہ نسب کے بارے میں کوئی نام و نشان نہیں ملتا ہے۔

پس عبداللہ بن سبا کون ہے ؟ اس کے جد کا نام کیا ہے ؟ اس کے آباء و اجداد کون ہیں ان کا شجرہ نسب کس سے ملتا ہے ؟ اور وہ کس قبیلہ اور خاندان سے تعلق رکھتا تھا؟

اتنے علماء اور دانشوروں اور مؤلفین نے عبداللہ بن سبا سے متعلق افسانوں اور داستانوں کو درج کرنے میں نمایاں اہتمام کیا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ اس کے باوجود مذکورہ موضوع کے بارے میں انہوں نے خاموشی اختیار کی ہے اور اس کے شجرہ نسب کے بارے میں کسی قسم کا اشارہ تک نہیں کیا ہے اور نہ اس کے بارے میں کوئی مطلب لکھا ہے ؟!

ہم جو دسیوں سال سے مختلف اسلامی موضوعات کے بارے میں مدارک و مآخذ کے سلسلہ میں تحقیق و تفتیش کررہے ہیں، تا بہ حال اس سوال کا جواب کہیں نہیں پایا اور عبد اللہ بن سبا کا اس موضوع کے بارے میں کہیں کوئی نام و نشان نہیں ملا ہے۔

## عبداللہ بن سبا کون تھا؟

ابن قتیبہ ( وفات ۲۷۶ ھ) کی کتاب 'الامامۃ و السیاسۃ" میں آیا ہے:

فقام حجر بن عدی و عمر بن الحمق الخزاعی و عبداللہ بن وھب الراسبی علی علی فاسئلوہ عن ابی بکر و عمر "[1]

اور ثقفی -(وفات ۲۷۳ ھ) اپنی کتاب " الغارات" میں لکھتا ہے :

---

۱۔ الامامۃ و السیاسۃ ج ۱ / ۱۴۲

دخل عمرو بن الحمق و حبة العرنی و الحارث بن الاعور و عبدالله بن سبا علی امیر المؤمنین بعدما افتتحت مصر و هو مغموم حزین فقالوا له: بین لنا ما قولک فی ابی بکر و عمر " ۲

ان دو کتابں میں آیا ہے کہ امیر المؤمنین کے چند اصحاب حضرت کے پاس گئے اور حضرت ابوبکرو عمر کے بارے میں سوال کیا ،کتاب الامامۃ و السیاسۃ میں ان افراد میں عبداللہ وھب راسبی کا ذکر کیا ہے اور ثقفی کی کتاب " غارات " میں عبداللہ بن سبا کا نام لیا گیا ہے کہ ظاہر میں آپس میں اختلاف رکھتے ہیں اور اس اختلاف کو بلاذری (وفات ۲۷۹ھ) نے انساب الاشراف میں جعل کیا ہے اس نے داستان کویوں نقل کیا ہے:

حجر بن عدی الکندی و عمرو بن الحمق الخزاعی و حبة بن جوین الجبلی ثم العرنی وعبدالله بن وهب الهمدانی و هوابن سبا فاسئلوه عن بی ابی بکر و عمر " [۱]

بلاذری اسی داستان کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: اور عبداللہ بن وھب وہی ابن سبا ہے اس بنا پر عبداللہ بن سبا، عبداللہ بن وھب ہے۔

سعد بن عبداللہ اشعث (وفات ۳۰۰ھ یا ۳۰۱ھ) نے اپنی کتاب " المقالات و الفرق "

میں یہی بات بیان کی ہے جہاں پر غالی اورانتہا پسند گروہوں کے بارے میں کہتا ہے: " غلو کرنے والوں میں پہلا گروہ جس نے افراط اور انتہا پسندی کا راستہ اختیار کیا اسے سبئیہ کہتے ہیں وہ عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں کہ جو عبداللہ بن وھب راسبی ہے"

مزید کہتا ہے: مذکورہ غالی گروہوں میں سے ایک " سبیئہ " ہے اوروہ عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں ابن ماکولا (وفات ۴۷۵ھ) اپنی کتاب " الاکمال " میں لفظ " سبئی " کے ضمن میں سبائیوں کی تعداد کے بارے میں لکھتا ہے کہ: "سبائیوں " میں سے ایک عبداللہ بن وھب سبئی ، رئیس خوارج ہے " ذھبی (وفات ۷۴۸ ئہ اپنی کتاب "المشتبہ " میں لفظ سبئی کے ضمن میں کہتا ہے: " عبداللہ بن وھب سبئی خوارج کا رئیس اور سرپرستھا " ذہبی اپنی دوسری کتاب " العبر " میں جہاں پر ۳۸ھ کے حوادث بیان کرتا ہے کہتا ہے: "اس سال علی علیہ السلام اور خوارج کے درمیان جنگ نہروان چھڑ گئی اور اسی جنگ میں خوارج کا رئیس و سردار عبداللہ بن وھب سبائی قتل ہوا۔

ابن حجر (وفات ۸۵۲ھ) اپنی کتاب 'تبصیر المتنبہ " میں کہتا ہے: " سبائی ایک گروہ ہے ان میں عبداللہ بن وھب سبائی سرداراور سرپرست خوارج ہے"

---

)۳۰۲ / ۲۔ الغارات ، ثقفی ، انتشارات انجمن آثار ملی نمبر ۱۱۴ (ج ۱

۲۸۳) طبع مؤسسہ اعلمی بیروت ۱۳۹۴ ئہ۔ / ۱۔ انساب الاشراف ج ۲

مقریزی (وفات ۸۴۸ ۃ) اپنی کتاب " الخطط" میں کہتا ہے :"علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے زمانے میں " عبداللہ بن وھب بن سبا" معروف بہ " ابن السوداء سبئی " نے بغاوت کی اور اس عقیدہ کو وجود میں لایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے بعد علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو وصی وجانشین مقرر کیا اور انہیں امامت کیلئے معین فرمایا ہے اور پھر اس عبداللہ بن سبا نے پیغمبر اور علی علیہ السلام کی رجعت کا عقیدہ بھی مسلمانوں میں ایجاد کرکے یوں کہا: علی ابن ابیطالب علیہ السلام زندہ ہیں اور خدا کا ایک جزء ان میں حلول کرگیا ہے اور اسی " ابن سبا" سے غالی ، انتہا پسند اور رافضیوں کے مختلف گروہ وجود میں آئے "۔

## عبداللہ بن سبا وہی عبداللہ بن وھب ہے:

گزشتہ صفحات میں بیان کئے گئے مطالب کے پیش نظریہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخریہ عبداللہ کون ہے ؟ اس کا شجرہ نسب کہاں اور کس شخص تک پہنچتا ہے ؟ اور اس کی داستان کیا تھی ؟

جو کچھ تحقیق اور جانچ پڑتال کے بعد ان سوالوں کے جواب میں کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ:

وہ عبداللہ بن وھب بن راسب بن مالک بن میدعان بن مالک بن نصر الازدبن غوث بن بنت مالک بن زید بن کہلان بن سبا ہے ۔چونکہ اس کا نسب راسب ، ازد اور سبا تک پہنچتا ہے اسے سبائی و ازدی و راسبی کہا جاتا ہے:

عربی زبان میں خاندان کی طرف نسبت دینا باپ سے نسبت دینے سے مترادف ہے کہتے ہیں : بنیہاشم و بنی امیہ ہاشم کے بیٹے اور امیہ کے بیٹے یہاں ہر قبیلہ کے تمام افراد کو خاندان سے نسبت دی گئی ہے کبھی ایک نامور شخص کو خاندان سے نسبت دیتے ہیں جیسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو کہتے ہیں " ابن ہاشم " بجائے اسکے کہ کہیں ابن عبداللہ اور آنحضرت کو اپنے باپ سے نسبت دیتے ۔

اسی قاعدہ کے مطابق عبداللہ بن وھب سبائی کو اپنے خاندان سے نسبت دیکر ابن سبا کہا ہے علمائے نسب شناس کا مقصود ابن سبا بھی یہی ہے کہ عبداللہ بن وھب کے بارے میں ذکر کیا ہے اب ہم تحقیق کریں گے کہ یہ عبداللہ بن وھب راسبی سبائی جسے ابن سبا کہا گیا ہے کون تھا ؟

یہ عبداللہ سبائی " ذی الثفنات "یعنی گھٹے دار کا لقب پایا ہے کیونکہ کثرت سجود کی وجہ سے اس کے ہاتھ اور زانو پر اونٹوں کے زانوں پر گھٹوں کے مانند گھٹے پڑ گئے تھے ۔

یہ عبداللہ سبائی علی ابن ابیطالب کی جنگوں میں حضرت علیہ السلام کی رکاب میں تھا جب جنگ صفین میں حکمیت کی رودا دپیش آئی اور خوارج کے بعض افراد نے علی علیہ السلام سے مخالفت کی اور ان کے مقابلہ میں محاذ آرائی کی ، عبداللہ بھی ان کے ساتھ تھا اس شخص کے دل میں علی علیہ السلام کے خلاف اس قدر بغض و عداوت تھی کہ حضرت کو منکر خدا جانتا تھا ، اور خوارج کے

دوسرے افراد نے اس کے گھر میں اجتماع کیا اور اس نے ان میں ایک تقریر کی اور انہیں پرہیزگاری اور ترک دنیا کی حوصلہ افزائی کی اور آخرت کیلئے تلاش کرنے کیلئے ترغیب دیتے ہوئے کہا: بھائیوں ! جتنا جلد ممکن ہوسکے اس وادی، سے جہاں ظالم رہتے ہیں چلے جائیں اور دیہات اور کوہستانوں یا دوسرے شہروں میں زندگی کریں ان گمراہ کنندہ بدعتوں سے انکار کریں تو بہتر ہے [(۱)] ان لوگوں نے ۳۷ھ میں اسی عبداللہ کی بیعت کی اور اسے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلیفہ کے طورپر اپنا قائد و سرپرست منتخب کیا اور اس کے بعد ایک ایک کرکے چوری چھپے کوفہ سے باہر نکلے امام نے جب حالات کو یوں پایا تو اپنے سپاہیوں کے ہمراہ ان کا پیچھا کیا اور دریائے نہروان سے پہلے ہی ان تک پہنچے اور ان سے جنگ کی، اس جنگ میں عبدللہ بن وھب سبائی راسبی، ہانی بن زیاد خصفی اور زیادبن خصفہ کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔

تمام افراد جو عبداللہ بن وھب کے ساتھ تھے قتل ہوئے صرف معدودچند افراد جن کی تعداد دس افراد سے زیادہ نہ تھی اس معرکہ سے زندہ بچ نکلے۔

یہ تھا وہ عبداللہ سبا جو عصر امام میں تھا، صحیح تاریخ نے اس زمانے میں اس کے علاوہ کسی اور کو اس نام و نشان سے نہیں جاناہے اورنہی کوئی نشان دہی کی ہے [(۲)]

## آخری نتیجہ

جو کچھ عبداللہ بن سبا کے تعارف اور شناخت میں کہا گیا ہے جو بھی روایت حادثہ یا داستان عبداللہ کے نام سے نقل ہوئی ہے اگر اس عبداللہ بن وھب سبائی سے تطبیق کرتی ہے تو اس کے وقوع اور صحیح ہونے کا امکان ہے اور اگر اسکی تاریخ اور زندگی سے تطبیق نہ کرے تو اس قسم کی روایت اور داستان کا وجود نہیں ہے بلکہغلط اور جعلی ہے اوراس کی حقیقت ایک افسانہ سے زیادہ نہیں ہوسکتی کیونکہ اس زمانے میں عبداللہ بن وھب کے علاوہ کوئی دوسرا عبداللہ بن سبا وجود نہیں رکھتا تھا اور یہ عبداللہ وھب سبئی بھی امام علی علیہ السلام کی وصایت اور امامت کے عقیدہ کا بانی نہیں تھا اورنہ اس کا موجد تھا اور نہ علی علیہ السلام کی الوہیت اور خدائی کا بانی تھا، بلکہ وہ صرف خوارج کا سرپرست و سردار تھا جس نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کی۔

اس لحاظ سے نہ تو جو سیف نے اس کے بارے میں مطالب لکھے ہیں اور مؤرخین نے انہیں

---

۱۔ ابن حزم کہتا ہے: عبداللہ بن وھب المعروف "ذو الثفنات "پہلا شخص تھا جس نے جنگ نہروان میں خوارج کی باگ ڈور سنبھالی اور اسی جنگ میں قتل ہو اجبکہ اس سے قبل نیک تابعین میں شمار ہوتا تھا، بدانجامی سے) خدا کی پناہ (جمہرۃ الانساب ۳۸۶

۲۔ وہی عبداللہ ابن وہ ب سبئی ہے کہ لفظ "وھب "کے حذف کرنے اور "سبئی "کی یا کے الف میں تغیرپیدا کرنے سے عبداللہ بن سبا میں تحریف ہوگیا ہے ورنہ کوئی بھی "عبداللہ بن سبا "جیسا تاریخ و عقائد کی کتابوں میں وجود نہیں رکھتا ہے اس تحریف کی کیفیت اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس سے نقل کیا ہے صحیح اور درست ہے اور نہ توملل و نحل کی کتابیں لکھنے والوں نے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے کوئی بنیاد اور حقیقت رکھتا ہے جی ہاں اس درمیان میں جو بعض روایتیں اور اس عبداللہ کے بارے میں شیعہ کتابوں میں ذکر ہوئی ہیں صحیح ہو سکتی ہیں،

جیسے یہ روایت کہ: ابن سبا نے دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے پر امیر المؤمنین علیہ السلام سے اعتراض کیا اور اس موضوع کو روح توحید اوریکتاپرستی کے مخالف جانا"

ایک اوردوسری روایت کہ جس میں کہتا ہے: ابن سبا کو---اس سے سنے گئے بیان کے سلسلے میں---امام کے پاس لایا گیا حضرت نے اس کی بات کی تائید وتصدیق کی اور پھر اسے آزادکردیا"

یہ تھا اس کا خلاصہ جو عبداللہ بن سبا اور اسکے بارے میں نقل کی گئی داستانوں کی تحقیق اور حوادث و وقائع کے موازنہ سے حاصل ہوا ہے اب دیکھنا چاہئے کہ " ابن السوداء "کون ہے اور کیا معنی رکھتا ہے ؟

## ابن سودا کون ہے اور کیا معنی رکھتا ہے ؟

و لاتنابزوا بالالقاب

برے القاب سے ایک دوسرے کی سرزنش نہ کرو قرآن کریم ہم نے کہاکہ اس حصہ میں تین الفاظ :" سبیئہ "، "عبداللہ بن سبا "اور " ابن السوداء "

پربحث کریں گے ۔گزشتہ دو فصلوں میں ہم نے"" عبداللہ بن سبا " اور "سبئہ "پر تحقیق کی،اب ہم اس فصل میں " ابن اسودا " کے بارے میں بحث کریں گے --

لفظ "ابن سوداء " علم اورکسی خاص شخص کا نام نہیں ہے بلکہ یہ لفظ سرزنش ،کے عنوان سے لقب اورعیب جوئی کی تعبیر میں ہے جس کسی کی ماں سیاہ فام کنیزہوتی تھی اسے سرزنش کے موقع پر " ابن السوداء "یعنی سیاہ فام عورت کا بیٹا، کہتے تھے اور اس لفظ کے استعمال سے ملامت اور عیب جوئی ہوتی تھی، چنانچہ :

ابن حبیب (وفات ۲۴۵ھ) نے اپنی کتاب " المحبر "میں (حبشی عورتوں کے بیٹے ) کے باب میں ۵۹ (انسٹھ) ایسے افراکا نام ذکرکیا ہے، جن کی مائیں حبشی تھیں، من جملہ خلیفہ

دوم کے والد " خطاب " کو بھی انہیں میں شمار کیا ہے اور اس کے بارے میں کہتا ہے: خطاب بن نفیل کی والدہ '' حیۃ " جابر بن حبیب فہمی کی کنیز تھی اور کہا گیا ہے کہ ایک دن ثابت بن قیس شماس انصاری نے مذاق اور عیب جوئی کے طور پر عمر بن خطاب سے کہا: " یا ابن السوداء "یعنی اے سیاہ فام عورت کے بیٹے! یہاں پر خداوند عالم نے اس آیت کو نازل فرمایا:

<ولا تلمزوا انفسکم و لا تنابزوابالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان>

آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ہی برے القاب سے یاد کرو اس لئے کہ ایمان کے بعد فسقبرا نام ہے ۔

قدیم عربی لغت کی تاریخ میں لفظ " ابن السوداء " کا مفہوم و مدلول یہی معنی تھا کہ جو بیان ہوا ۔ خود سیف نے بھی اپنے افسانہ کے سورما یعنی عبداللہ بن سبا کو " ابن السودا "

نام دیا ہے ، اس کا مقصود بھی سرزنش اور برے القاب کے علاوہ کچھ نہیں تھا، مثلاً لوگوں کا عثمان کو قتل کرنے کیلئے جانے کی روداد بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

عبداللہ بن سبا یہودی مذہب اہل صنعا کا ایک شخص تھا اس کی ماں ایک سیاہ فام کنیز تھی اس نے عثمان کے زمانہ میں اسلام قبول کیِ بعض روایتوں میں اسے " عبداللہ بن السوداء " اور بعض دوسری روایتوں میں " ابن السوداء " سے توصیف اور تعارف کراتا ہے لیکن زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس افسانہ میں تغیرات پیدا ہوئے ہیں یہاں تک کہ پانچویں صدی ہجری کے اوائل کا زمانہ آپہنچا اس زمانہ تک عبدالقاہر بغدادی ابن سبا اور ابن سوداء کو دو شخص تصور کرتا تھا اور ان میں سے ہر ایک کیلئے خاص سرگرمیوں اور تحریکوں کا ذکر کیا ہے پھر اس نے کہا ہے: " یہ دو شخص بعض اوقات ایک دوسرے کا تعاون بھی کرتے تھے " جی ہاں ابن سبا کی داستان اور افسانہ نے زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس درجہ نشو ونما پایا کہ اسکی شخصیت بھی دوگنا ہوگئی اس کی مزید وضاحت اور گزشتہ بحثوں کی تکمیل کے لئے ان بحثوں کے خلاصہ کو ہم ضروری اضافات کے ساتھ اگلی فصل میں بیان کریں گے ۔

## تیسرے حصہ کے منابع و مآخذ

ایک: سبئی کی سبا بن یشعب سے نسبت:

۲۸۲ لفظ سبی کے ضمن میں ۔ / ۱۔ انساب سمعانی : صفحہ : ۲

۵۳۲ ۔ / ۲۔ الاکمال ، تالیف ابن ماکولا: ۴

۳۔ تبصیر المتنبہ ، ابن حجر: ۷۱۵

۳۲۹- ۴۔ جمہرۃ انساب العرب ، ابن حزم : ص ۳۳۰

۱۰ و ۱۵ ـ / ۲ ، ۸۷۱ ، ۷۰ ، ۱۸ / ۵ـ تاریخ ابن خلدون : ۱

دو: سبئی راویوں کے حالات کی تشریح ۱ ـ انساب سمعانی : لفظ " سبئی " کے ضمن میں ـ

۲ ـ الاکما ، ابن ماکولا : لفظ " سبئی " کے ضمن میں ـ

۱۹۴ و / ۳ـ ابوھبیرہ کی زندگی کے حالات کی تشریح : کتاب جرح و تعدیل : ۲

۴۵۸ و تفسیر المتنبہ : ۷۱۵ / تقریب التہذیب : ۱

۲۱ ، اسد الغابہ : / ۵۰ و استیعاب ، حاشیہ الاصابہ ۳ / ۴ـ شرح عمارہ ، تقریب : ۲

۵۰۸ / ۵۱ ، الاصابہ : ۲ / ۴

۲۰۵ / ۵ـ شرح حال حنش ، التقریب : ۱

۱۱۱ / ۶ـ شرح حال سعد سبئی : الاصابہ : ۱

تین:ـ : حجر اور گواہوں کی داستان کے بارے میں زیاد کا خط ۱۳۱ ـ ۱۳۶ / ۱ـ تاریخ طبری : ۲

۴۰۳ ـ ۴۰۴ ـ / ۲ـ تاریخ ابن اثیر : ۳

چار:ـ حجر بن عدی کے حالات کی تشریح ان کتابوں میں ہے:

۱۵۱ ـ ۱۵۶ پیغمبر کے اصحاب میں علی ابن ابیطالب (ع) / ۱ـ طبقات ، ابن سعد ؛ ۶

کے راویوں کے بارے میں ۴۶۸ / ۲ـ مستدرک حاکم : ۳

۱۳۴ ـ ۱۳۵ شرح حال نمبر : ۵۴۸ / ۳ـ استیعاب ، طبع حیدر آباد : ۱

۳۸۵ ـ ۳۸۶ / ۴ـ اسد الغابہ : ۱

۳۰۵ ـ ۳۰۸ ، شرح حال نمبر : ۳۱۴ ـ / ۵ـ سیر النبلاء ، ذہبی : ۳

۲۷۶ / ۶ـ تاریخ الاسلام ، ذہبی : ۲

۵۰ / ۷ـ تاریخ ابن اثیر : ۸

۳۱۵ / ۸ـ اصابہ : ۱

پ انچ:ـ حجر کی بغاوت کی داستان ۱۱۱ ـ ۱۴۹ / ۱ـ تاریخ طبری : ۲

۴۰۳ ـ ۴۰۴ / ۲ـ تاریخ ابن اثیر : ۳

چہ: عمرو بن حمق کے حالات ۴۴۰ ـ شرح حال نمبر : ۱۹۲۳ / ۱ـ استیعاب : ۲

۱۰۰ ـ ۱۰۱ / ۲ـ اسد الغابہ : ۴

۵۲۶ ـ شرح حال نمبر: ۵۸۳۰ / ۳ـ اصابہ: ۲

۱۵ ـ / ۴ـ طبقات ، ابن سعد: ۶

سات: دوران مختار میں سبئیہ ، طبری میں شبث اور سعر کی گفتگو اٹھ: سبئہ: دوران خلفائے عباسی اور سفاح کی تقریر ۲۹ ـ ۳۰ /

۱ ـ طبری: ۳

۳۱۲ ـ ۳۱۶ / ۲ـ ابن اثیر: ۵

نو: سیف کا افسانہ اسی کتاب کی جلد اوں کے حصہپر عبداللہ بن سبا کے افسانہ کا سرچشمہ دس: عبداللہ سبا وہی عبداللہ بن وھب سبئی ہے ـ

۱ ـ مقالات اشعری: ص ۲۰

۲ ـ اکمال ابن ماکولا، لفظ سبئی کے ضمن میں ۳ـ انصاب سمعانی ، لفظ سبئی کے ضمن میں ۴ـ المشتبہ ، ذہبی: ص ۳۴۶

۱۸۳ / ۵ـ العبر، ذہبی: ۲

۶ـ تفسیر المتنبہ ، ابن حجر: ۷۱۵ـ

۱۸۲ ـ / ۷ـ خطط ، مقریزی ۴

۸ـ انساب ابن حزم میں عبداللہ بن سبا کا نسب ، ص ۳۸۶

۹ـ عبداللہ بن سبا کا " ذی الثفنات " لقب پانا:

۳۸۵ / ۳۳۸۲ ،جمہرہ ابن حزم: ۳ / طبری: ۱

۹۱ شرح ہال نمبر: / ۱۰ ـ عبداللہ بن وھب کے سجدوں کی کثرت، اصابہ: ۳

۶۳۶۱

۲۸۹ / ۱۱ ـ عبداللہ بن وھب کا خوارج سے تعاون کی داستان: تاریخ ابن کثیر ۷

۱۲ ـ عبداللہ بن وھب کی علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے عداوت:

۲۸۶ / ۳۳۸۲ ، ابن اثیر: ۳ / طبری: ۱

۱۳ ـ خوارجکے درمیان عبداللہ بن وھب کی خلافت کی روداد:

جمہرۃ الانساب ، ابن حزم / ۳۸۶بنی میدعان کے انساب کے بیان میں ؟

۱۹۱ / ۱۴ ـ عبداللہ بن وھب کے قاتل: تاریخ ابن اثیر، ۳

۱۵ ـ نہروان میں خوارج کے مقتولیں کی تعداد:

۲۹۱ ، اور دیگر تاریخ کی کتابوں میں ۔ / تاریخ یعقوبی : ۲

گیارہ: عبداللہ ابن سوداء کے بارے میں مطالب ۱۔ عبداللہ بن سودا ایک حبشی سیاہ فام عورت کا بیٹا تھا:

کتاب المحبر، ابن حبیب : ص ۳۰۶

۲۔ ابن سوداء کے بارے میں سیف کی روایات ۲۹۴۲ / تاریخ طبری : ۱

۳۔ سیف کی روایتوں میں عبداللہ ابن سودا کا نام:

۲۹۴۴ / تاریخ طبری : ۱

۴۔ سیف کی روایتوں میں ابن سودا کا نام :

۲۹۵۴، ۳۸۵۸ ۔ و ۱۸۵۹ ۔ ۲۹۲۲ ، و ۲۹۲۸ / تاریخ طبری : ۱

۳۰۲۷، ۳۱۶۳، ۳۱۶۵،

## چوتھی فصل

چند افسانوں کی حقیقت علی" علیہ السلام" بادلوں میں ہیں کا افسانہ۔

علی" علیہ السلام' بادلوں میں ہیں نیز دوسرے افسانوں کی تحقیق۔

علی" علیہ السلام' بادلوں میں ہیں کی حقیقت ۔

اس حصہ کے ماخذ۔

## افسانہ علی علیہ السلام بادلوں میں ہیں !

قالت السبئية انَّ علياً لم يمت و انه فی السحاب

سبئیہ کہتے ہیں : علی نہیں مرے ہیں بلکہ وہ بادلوں میں ہیں ۔

علماء ادیان و عقائد اس کتاب کی گزشتہ بحثوں میں ہم نے اس بے حساب نا قابل تعداد جھوٹ کی نشاندہی کی جسے گزشتہ کئی صدیوں کے دوران علماء اور مؤرخین نے مسلمانوں میں پھیلانے کے سلسلے میں کوشش کی ہے ۔ ہم نے خدا کی مدد سے ان جھوٹ کے ضعیف اور بے بنیادہونے کو واضح کیا اور اس کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے جیسے : ارتداد کی جنگوں میں قتل عام ، فتوحات اسلامی میں نقل ہوئے تعجب آور جھوٹ ، مسخرہ آمیز خرافات ، شعر ،

معجزے ، شہروں کے نام ، راوی اور دیگر مطالب اور بے بنیا د روایتوں کو اسی کتاب کی پہلی اور دوسری جلد میں ذکر کرکے ان پر ایک ایک کرکے بحث کی اور اس سلسلہ میں اپنی تحقیق اور نظریات کو محققین کی خدمت میں پیش کیا ۔

اب ہم کتا ب کے اس حصہ میں بھی چند ایسے جھوٹ پر بحث و تحقیق کریں گے جو عقائد ، نظریات (ملل و نحل )اور دیگر کتابوں میں " جاء علی فی السحاب "یعنی علی "علیہ السلام" بادل میں آئے کے عنوان سے تحقیق درج ہوئی ہے ۔ انشاء اللہ جو کچھ اس سلسلہ میں لکھا گیا ہے ہم اسے ضعیف اور بے بنیاد ثابت کرکے اس کی حقیقت کو واضح اور روشن کریں گے اور اسی موضوع کے ساتھ اس کتاب کے مباحث کو خاتمہ بخشیں گے اور اگلی فصل میں اس قسم کے اکاذب پر مشتمل روایتوں کو بیان کریں گے اور ان پر بحث و تحقیق کو اگلی فصلوں میں بیان کریں گے ۔

## " جاء علی فی السحاب کے بارے میں اخبار اور روایتیں "

مسلم نیشاپوری ( وفات ۲۶۱ ھ ) اپنی کتاب صحیح میں ایک روایت کے ضمن میں نقل کرتے ہیں : رافضی عقیدہ رکھتے ہیں کہ علی "علیہ السلام" بادلوں میں ہیں اورکہتے ہیں کہ ہم دنیا کی اصلاح کرنے کیلئے ظہور کرنے والے آپ کے فرزند سے اس وقت تک نہیں ملیں گے جب تک کہ خود علی ابن ابیطالب علیہ السلام آسمان اور بادلوں سے آواز نہیں دیں گے اور ہمیں ان کی نصرت کیلئے بلائیں اور ان کی رکاب میں انقلاب برپا کرنے کا حکم نہیں دیدیں گے "

اشعری -( وفات ۳۰۱ ) اپنی کتاب المقالات میں لکھتا ہے " ایک گروہ کے لوگ اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ علی بادلوں کے بیچ ہیں "

ابو الحسن اشعری (وفات ۳۳۰ھ) بھی اپنی کتاب ''مقالات الاسلامیین'' میں سبئیہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے اور یہ یعنی '' سبئیہ '' رعد کی آواز سنتے وقت کہتے ہیں :

السلام علیک یا امیر المؤمنین ابو الحسن ملطی (وفات ۳۳۷ھ) کہتا ہے : سبئیوں کا دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ علی علیہ السلام نہیں مرے ہیں اور وہ بادلوں کے بیچ میں ہیں جب بادلوں کا ایک سفید، شفاف اور نورانی ٹکڑا آسمان پر نمودار ہوتا ہے اور رعد و برق ایجاد کرتا ہے تو اس گروہ کے لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور دعا و مناجات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ : وہ علی علیہ السلام تھے جنہوں نے ہمارے سروں کے اوپر سے عبور کیا ہے''

بغدادی (وفات ۴۱۹ھ) اپنی کتاب '' الفرق بین الفرق '' میں کہتا ہے : بعض '' سبئیہ ''

خیال کرتے ہیں کہ علی علیہ السلام بادلوں کے بیچ میں ہیں اور رعد اس کی آواز اور تازیانہ ہے اگر اس گروہ کا کوئی ایک فرد رعد کی آواز سنتا ہے تو وہ کہتا ہے السلام علیک یا امیر المؤمنین اور ایک شاعر سے نقل کیا ہے کہ اس گروہ سے دوری اختیار کرنے کے بارے میں یہ شعر کہا ہے:

و من قوم اذا ذکروا علیاً

یردون السّلام علی السحاب

یعنی : میں اس فرقہ سے بیزاری اور دوری چاہتا ہو جو علی علیہ السلام کو یاد کرکے بادلوں کو سلام کرتے ہیں ''

ابن حزم (وفات ۴۵۶ھ) کتاب '' الفصل '' میں کہتا ہے : سبئیہ جو عبداللہ بن سبا حمیری یہودی کے پیرو ہیں، علی علیہ السلام کے بارے میں معتقد ہیں کہ وہ بادلوں کے بیچ میں ہے''

البدا و التاریخ کا مؤلف کہتا ہے: ''سبئیہ '' جنہیں طیارہ بھی کہتے ہیں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ نہیں مریں گے ان کا مرنا اس طرح سے ہے کہ ان کی روح کا رات کی تاریکی میں پرواز کرنا ، اور یہ گروہ یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ علی نہیں مرے ہیں اور وہ بادلوں کے بیچ میں ہیں اس لئے جب یہ لوگ رعد کی آواز سنتے ہیں تو کہتے ہیں علی غضبناک ہوگئے ہیں ''

اسفرائینی (وفات ۴۷۱ھ) '' سبئیہ '' کے بارے میں کہتا ہے اور اس گروہ کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام بادلوں میں رہیں رعد ان کی آواز اور برق ان کا تازیانہ ہے جب یہ لوگ رعد کو سنتے ہیں تو کہتے ہیں '' السلام علیک یا امیر لمؤمنین '' اس کے بعد اسفرائینی نے وہی شعر ذکر کیا ہے جو پہلے بیان ہوا۔

عثمان بن عبداللہ عراقی حنفی (وفات تقریباً ۵۰۰ھ) کتاب ''الفرق المتفرقہ '' میں کہتا ہے : ''سحابیہ '' ایک گروہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ علی علیہ السلام ہر بادل کے ساتھ ہوتے ہیں ان کی گواہی سے عقدے بند ہوتے ہیں یہاں تک کہتا ہے : وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ علی نہیں مرے ہیں، وہ جلدی ہی واپس لوٹنے والے ہیں اور اپنے دشمنوں سے انتقام لیں گے''

سبائیہ کی تعریف میں کہتا ہے: سبائیہ ایک گروہ ہے جو عبداللہ بن سبا سے منسوب ہے وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ علی علیہ السلام زندہ ہیں اور نہیں مرے ہیں وہ ہر بادل کے ساتھ چکر لگاتے رہتے ہیں، رعد ان کی آواز ہے، جلدی ہی واپس لوٹ کر اپنے دشمنوں سے انتقام لیں گے"

اسی طرح عثمان حنفی نے مذکورہ کتاب میں مذہبی فرقوں میں فرقہ سحابیہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔

شہرستانی (وفات ۵۴۸ھ) سبئیہ اور غلو کرنے والے گروہ کے بارے میں کہتا ہے وہ عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ علی زندہ ہیں اور خدا کا ایک جزء ان میں حلول کرگیا ہے لہذا انہیں موت نہیں آسکتی ہے اور وہ بادلوں میں آتے ہیں رعد ان کی آواز

ہے اور برق ان کی مسکراہٹ ہے وہ مستقبل میں زمین پر اتریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھردیں گے جبکہ ظلم و ستم سے لبریز ہوگی۔

سمعانی (وفات ۵۶۲ھ) اپنی کتاب "الانساب" میں سبائی کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے: یہ عبداللہ بن سبا وہی ہے جس نے علی علیہ السلام سے کہا تم خدا ہو یہاں تک کہ علی نے اسے مدائن جلا وطن کردیا عبداللہ بن سبا کے پیرو خیال کرتے ہیں کہ علی (علیہ السلام) بادلوں کے بیچ میں رہیں رعد ان کی آواز اور برق ان کا تازیانہ ہے اس لئے شاعر کہتا ہے:

ومن قوم اذا ذکروا علیا یصلون الصلاۃ علی السحاب

یعنی: میں اس گروہ سے بیزاری اور دوری چاہتا ہوں جو علی علیہ السلام کو یاد کرتے وقت بادلوں پر صلوات بھیجتا ہے"

ابن ابی الحدید (وفات ۶۵۵ھ) نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۲۷ کی تشریح میں تفصیل سے گفتگو کرنے کے بعد کہتا ہے: وہ کہتے ہی کہ علی علیہ السلام نہیں مرے ہیں اور آسمان میں رہتے ہیں رعد ان کی آواز اور برق ان کا تازیانہ ہے جب وہ رعد کی آواز سنتے ہیں تو کہتے ہیں: السلام علیک یا امیر المؤمنین۔

مقریزی (وفات ۸۴۵ھ) "خطط" میں روافض کے بیان میں کہتا ہے: "روافض کا پانچواں گروہ یہی سبائی ہے کہ عبداللہ بن سبا کا پیرو ہے ابن سبا وہی شخص ہے کہ جس نے علی بن ابیطالب علیہ السلام کے سامنے کہا: تم خدا ہو اس کا اعتقاد یہ تھا کہ علی علیہ السلام قتل نہیں ہوئے ہیں بلکہ زندہ ہیں اور بادلوں کے بیچ میں رہتے ہیں، رعد ان کی آواز اور برق ان کا تازیانہ ہے یہ وہی ہے جو مستقبل میں زمین پر اتریں گے ابن سبا کو خدا رسوا کرے!

مقریزی نے ان ہی مطالب کو "ذکر الحال فی عقائد اہل الاسلام' میں بھی تکرار کیا ہے۔

بعد والے مؤلفین اور مصنفین نے ان کے لکھے گئے مطالب اور نوشتوں کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جیسے: فرید وجدی (وفات ۱۳۷۳ ھ) نے دائرۃ المعارف میں لفظ عبداللہ بن سبا کے ضمن میں بغدادی کے الفاظ و بیان کو کتاب " الفرق بین الفرق " میں من و عن درج کیا ہے۔

اس طرح بستانی (وفات ۱۳۰۰ ھ) اپنی دائرۃ المعارف میں بعض گزشتہ مؤلفین ---جن کا گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا ہے--- کے مطالب کو نقل کرتا ہے۔

یہ تھا بعض علماء و مؤرخین کا افسانہ " علی ابر کے بیچ میں ہے " کے بارے میں بیان انشاء اللہ اگلی فصل میں آئے گا اور ہم اس کی تحقیق کریں گے۔

## "علی بادلوں میں رہیں" کے افسانہ کی تحقیق

کانت للنبی عمامة تسمی بالسحاب عممها علیا

پیغمبر اکرم کا ایک سحاب نامی عمامہ تھا اسے علی علیہ السلام کے سر پر رکھا۔ علمائے حدیث.

گزشتہ فصل میں ہم نے داستان " علی بادل میں ہیں " کے بارے میں بعض روایتوں کو نقل کیا، اب ہم اس فصل میں ان روایتوں پر بحث و تحقیق کرتے ہیں:

پہلے ہمیں ان بزرگ اور نامور علماء اور مؤلفین سے پوچھنا چاہئے کہ اپنی کتابوں میں درج کی گئی ان ضد و نقیض روایتوں کو نقل کرتے وقت کیا انہوں نے اپنی فکر و عقل کا استعمال نہیں کیا؟!

کیا وہ اس نکتہ کی طرف متوجہ نہیں ہیں کہ سبئیہ کے عقیدہ کے مطابق امام کائنات کا خدا ہے جیسا کہ سعد اشعری نے نقل کیا ہے جرجانی و مقریزی کے نقل کے مطابق بقول ابن سبا علی در حققیت خدا ہے ابن ابی الحدید کے بیان کے مطابق ابن سبا خود امام سے کہتا تھا: تم خدا ہو اور ابن سبا کے پیرو اس عقیدہ پر اصرار کرتے تھے یہاں تک خود امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان تمام افراد کو یا ان میں سے بعض کو متعدد روایتوں کی نقل کے مطابق جلا دیا ہے۔

اگر امام علی علیہ السلام کے بارے میں ابن سبا کے پیرؤں کا عقیدہ یہی تھا تو وہ کسی طرح اسے بادلوں میں ڈھونڈتے ہوئے " السلام علیک یا امیر المؤمنین " کہہ کر درود بھیجتے اور امیر المؤمنین کہہ کر خطاب کرتے تھے؟!

کیا ان کے عقیدہ کے مطابق علی علیہ السلام کائنات کا خدا ہے یا امیر المومنین؟! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ان دانشوروں اور محققین نے کیوں اپنے بیان میں موجود اس واضح و روشن تناقض کی طرف توجہ نہیں کی ہے اور ان کذب بیانیوں کی تصدیق و تائید کی ہے؟! یہاں تک کہ بعض محققین نے ان عقائد کی تردید بھی کی ہے اور اس مطلب کے نص میں استدلال پیش کیا ہے کہ یہ

عقیدہ بنیادی طور پر جھوٹ ہے ۔ جیسے بغدادی اپنی ' الفرق بین الفرق " میں کہتا ہے: ہم اس عقیدہ کے طرفداروں سے کہتے ہیں کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ رعد علی کی آواز اور برق ان کا تازیانہ ہے کیسے درست اور صحیح ہو سکتا ہے؟! جبکہ اسلام اور علی علیہ السلام کی پیدائش سے قبل اسی رعد کی آواز کو لوگ سنتے تھے اور وہی بجلی آسمان پر دکھائی دیتی تھی اس کے علاوہ اسلام سے پہلے والے فلاسفروں نے اپنی کتابوں میں رعد و برق کے بارے میں بحث کی ہے اور ان کے علل و عوامل پر اختلاف نظر کیا ہے ابن حزم اس گروہ کی تردید میں اپنی کتاب ' الفصل " میں کہتا ہے: کاش میں جانتا کہ وہ ان بادلوں میں سے کس بادل میں ہے جبکہ بادل کے ٹکڑے زمین و آسمان کے درمیان کثیر تعداد میں موجود ہیں !! ان بزرگ علماء نے اس جھوٹ اور خرافات کو اپنی کتابوں میں لکھ کر ان کی تائید کی ہے۔

یہ جھوٹ اور توہمات پر مشتمل افسانے کبھی صرف جعل کئے گئے ہیں اور کبھی ایک تاریخی حقیقت میں مسخ، تحریف یا ناجائز تفسیر کرکے وجود میں لائے گئے ہیں ۔

## افسانہ "علی بادلوں میں ایا" کی حقیقت

اتاکم علیّ فی السحاب

اب علی علیہ السلام عمامہ سحاب سر پر رکھ کر آپ کی طرف آئیں گے۔ رسول خدا گزشتہ فصلوں میں ہم نے افسانہ "علی بادلوں میں "کو بیان کیا اور اس پر بحث و تحقیق کی اور خلاصہ کے طور پر کہا: کہ اگرچہ یہ افسانہ جس صورت میں ادیان و عقائد کی کتابوں میں آیا ہے واقعی نہیں ہے لیکن افسانہ ایک تاریخی حقیقت سے سرچشمہ لے کر تحریف ہوا ہے اور وہ یہ کہ:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں غالباً وسائل زندگی کے نام رکھے جاتے تھے ، اور یہ روش پیغمبر کی زندگی میں زیادہ مشاہدہ ہوتی تھی کنزل العمال میں آیا ہے کہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عادت یہ تھی : آپ جنگ میں اپنا اسلحہ ،سواری ، اشیاء اور دوسری چیزوں کی نام گزاری فرماتے تھے ۔ (۱)

---

۱- ۷۲ - ۷۳ / ۱ ۔ کنزل العمال طبع دوم ۔ حیدر آباد ( ج ۷

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی کتابوں میں آیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دلدل نام کا ایک خچر تھا اور عفیریا یعفور نام کا ایک گدھا تھا، قصوا، جدعا و عضباء نام کے چند اونٹ تھے، بتار، مخدوم و رسوب و ذوالفقار نامی چند تلواریں تھی عقاب نامی ایک سیاہ علم تھا اور سحاب نامی ایک عمامہ تھا کہ جس کو مخصوص مواقع پر سر پر رکھتے تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ سر پر رکھ کر مکہ میں داخل ہوئے (۱)

اس سحاب نامی عمامہ کو کبھی علی علیہ السلام کے سر پر رکھتے تھے غدیر کے دن اس عمامہ کو تاج گزاری کے طور پر علی علیہ السلام کے سر پر رکھا گیا تھا علی علیہ السلام اسی عمامہ کے ساتھ آتے تھے اور پیغمبر فرماتے تھے: "جاءَکم علی فی السحاب" یعنی علی علیہ السلام سحاب عمامہ میں دے۔ چونکہ سحاب کے معنی بادل رہیں اس لئے اس خرافات پر مشتمل افسانہ کا سرچشمہ یہیں سے لیا گیا ہے اب ہم اس پر بحث و تحقیق کرتے ہیں۔

## اہل سنت کی روایتوں میں سحاب

ابن اثیر کی "نہایۃ" میں لفظ سحاب کی تشریح میں ایا ہے: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہ کے نام سحاب تھا۔

"لسان العرب" اور "تاج العروس" میں ذکر ہوا کہ: حدیث میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہ کو سحاب کہتے تھے، چونکہ سفیدی میں وہ ایک. سفید بادل سے شباہت رکھتا تھا (۲)

ذہبی کی "تاریخ الاسلام"، قسطلانی کی "المواهب لدنیہ" اور نبہانی کی "انوار محمدیہ" میں آیا ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سحاب نامی ایک عمامہ تھا اسے "لاطی" یعنی سر سے چپکی ہوئی ایک ٹوپی کے اوپر باندھتے تھے۔

تاریخ یعقوبی میں آیا ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سحاب نامی ایک سیاہ عمامہ تھا۔

سنن ابن ماجہ کے باب "العمامۃ السوداء" سنن نسائی کے باب "لبس العمائم السوداء" سنن ابی داؤد کے باب "العمائم" ابن سعد کی طبقات، مسند احمد حنبل، بلاذری کی "انساب الاشراف" ذہبی کی "تاریخ الاسلام" اور تاریخ ابن کثیر میں جابر سے نقل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ سر پر رکھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔

---

۱۔ طبقات ابن سعد، طبع بیروت ج ۱ / ۴۹۲ - ۴۵ اور سیرت کی دوسری کتابیں۔

۲۔ ان دو دانشمندوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سحاب نامی عمامہ کی نام گزاری کے سبب کے بارے میں غلطی کی ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ سیاہ بادل سے شباہت رکھتا تھا نہ سفید بادل سے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے "سحاب "نامی عمامہ کو علی بن ابیطالب علیہ السلام کے سرپر رکھا، چنانچہ ابن قیم جوزی اپنی کتاب " زاد المعاد" میں اس سے متعلق کہتا ہے : " رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سحاب نامی ایک عمامہ تھا اس عمامہ کو علی ابن ابیطالب کے سرپر رکھا وہ اس عمامہ کو ایک ٹوپی کے اوپر سے سرپر باندھتے تھے۔

کنز العمال میں ابن عباس سے نقل کرتا ہے " جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے سحاب نامی عمامہ کو علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے سرپر رکھا تو فرمایا: اے علی! عمامہ عربوں کے نزدیک تاج کے مانند ہے ،یعنی : یہ تاج ہے جسے میں نے تیرے سرپر رکھا ہے " اور اس سلسلہ میں جو روایت نقل کی گئی ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علی علیہ السلام کے سرپر اپنے عمامہ باندھنے کی روداد غدیر کے دن واقع ہوئی ہے اسی دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو بلا کر ان کے سرپر ایک عمامہ رکھا اور اس کا ایک سرا ان کی پشت پر لٹکا دیا۔

حموی ( وفات ۷۲۲ھ) نے ' فرائد السمطین " میں نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے سحاب نامی عمامہ کو علی ابن ابیطالب علیہ اسلام کے سرپر رکھا اور اس کے دونوں سرے کو آگے اور پیچھے کی طرف لٹکادیا اس کے بعد فرمایا: اے علی !

میری طرف آجاؤ۔ علی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف بڑھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: پیچھے کی طرف پلٹ جاؤعلی علیہ السلام پلٹ گئے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو آگے اور پیچھے سے دقت کے ساتھ مشاہدہ کرلیا تو فرمایا ملائکہ اسی شکل و صورت میں میرے پاس آتے ہیں "

ابن حجر ( وفات ۸۵۲ ئہ) اپنی کتاب " الاصابہ " میں علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غدیر خم کے دن میرے سرپر ایک سیاہ عمامہ باندھا، اسکا ایک گوشہ میرے شانہ پر لٹکا ہوا تھا ،کنزل العمال میں علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ : " رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غدیر کے دن میرے سرپر ایک عمامہ باندھا اور اس کے ایک گوشہ کو میری پشت پر آویزاں کردیا "۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا: " رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس عمامہ کے دو کناروں کو میرے دو شانوں پر آویزاں کیا اس کے بعد فرمایا: خداوند عالم نے جنگ بدر و حنین میں جب فرشتوں کو میری مدد کیلئے بھیجا تو وہ اسی طرح سر پر عمامہ رکھے ہوئے تھے۔

کنزل العمال میں نقل ہوئی ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے : رسول خدا صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے عمامہ کو علی علیہ اسلام کے سرپر رکھا اور عمامہ کے دو گوشوں کو سر کے پیچھے اور آگے لٹکا دیا اس کے بعد فرمایا: پیچھے مڑو تو علی علیہ السلام پیچھے مڑ گئے ۔ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اصحاب کی طرف رخ کرکے کہا: فرشتوں کے تاج بھی ایسے ہی ہوتے ہیں ۔ علی علیہ السلام ،رسول خدا صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم کے سحاب نامی عمامہ کو سرپر رکھ کر لوگوں میں آتے تھے اور لوگ کہتے تھے : " جاء علی فی السحاب " علی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سحاب نامی مخصوص عمامہ کے ساتھ آگئے ہیں ۔

غزالی ( وفا ۵۲۰ ھ ) کہتا ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سحاب نامی ایک عمامہ تھا اسے آپ نے علی علیہ السلام کو بخش دیا ، بعض اوقات ؛علی اسی عمامہ میں تشریف لاتے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے :" اتاکم علی فی السحاب "

صفدی ( وفات ۷۶۴ ہ ) کہتا ہے: رسول خدا کی ایک کالی عبا اور سحاب نامی ایک عمامہ تھا آپ نے اسے علی کو بخش دیا جب کبھی آپ علی کو وہ عمامہ سرپر رکھے ہوئے دیکھتے تھے تو فرماتے تھے : "اتاکم علی فی السحاب " علی عمامہ سحاب سرپر رکھ کرآئے ہیں "

علی ابن برہان الدین شافعی حلبی ( وفات ۱۰۴۲ ہ ) "سیرہ حلبیہ " میں کہتا ہے :

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سحاب نامی ایک عمامہ تھا آپ نے اسے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے سرپر رکھا ، جب کبھی علی اس عمامہ کو سرپر رکھے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے: " اتاکم علی فی السحاب "یعنی علی میرے مخصوص عمامہ سحاب کو سرپر رکھے ہوئے آرہے ہیں ۔

نبہانی اپنی کتاب " وسائل الوصول الی شمائل الرسول " میں کہتا ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سحاب نامی ایک عمامہ تھا ، اسے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو بخش دیا ، تھا جب کبھی علی اس عمامہ کے ساتھ باہر آتے تھے تورسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے :" اتاکم علی فی السحاب "

یہ ان روایتوں کا ایک نمونہ تھا جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے علی علیہ السلام کو اپنا عمامہ بخشنے اور علی فی السحاب کے صحیح معنی کے بارے میں اہل سنت کی حدیث ، سیرت اور لغت کی کتابوں میں ائی ہیں ۔ اسی قسم کی احادیث شیعوں کی کتابوں میں بھی نقل ہوئی ہیں ان کے چند نمونے بھی یہاں پر پیش کرتے ہیں :

## شیعہ روایتوں میں سحاب

اسماعیل ا ابن امام موسی بن جعفر علیہ السلام ، کتاب " جعفریات " میں اپنے آبا و اجداد امیر المؤمنین سے نقل کرتے ہیں کہ: حضرت فرماتے تھے : رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سحاب نامی ایک عمامہ تھا ان ہی روایتوں کو مرحوم نوری ( وفات ۱۳۲۰ ھ) نے اپنی کتاب المستدرک کی کتاب صلاۃ باب "استحباب التعمم و کیفیتہ " میں نقل کیا ہے ۔

کلینی (وفات ۳۲۹ ئہ) نے اپنی کتاب کافی "کتاب المزی و التجمیل باب القلانس" میں امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یمنی سفید، اور مضری ٹوپیاں استعمال فرماتے تھے اور سحاب نامی ایک عمامہ بھی رکھتے تھے۔

ان روایتوں کو مرحوم فیض (وفات ۱۰۹۱ ھء) نے اپنی کتاب "وافی، باب " القلانس" میں اور مرحوم محمد حسن حر عاملی (وفات ۱۱۰۴ ئہ) نے کتاب وسائل کی "کتاب الصلاۃ، باب ما یحتسب من القلانس" میں درج کیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جنگ خندق میں اپنا سحاب نامی عمامہ کو علی کے سر پر باندھا مرحوم فضل بن حسن طبری (وفات ۵۴۸ ھء) مجمع البیان میں تفسیر سورہ احزاب میں جنگ احزاب کی بحث کے دوران کہتے ہیں: جنگ خندق میں جب امیر المؤمنین علیہ السلام عمرو ابن عبدود سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہونا چاہتے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے "ذات الفصول" نامی اپنی ذرہ انہیں پہنادی "ذو الفقار" نامی اپنی تلوار انکے ہاتھ میں دیدی اور "سحاب" نامی اپنا عمامہ ان کے سے سر پر باندھا اور اسی روایت کو مرحوم مجلسی (وفات ۱۱۱۱ ھء) نے بحار الانوار کی چھٹی جلد میں، نوری نے مستدرک الوسائل "استحباب التعمم اور ابواب احکام الملابس فی غیر الصلاۃ" میں اور مرحوم قمی (وفات ۱۳۵۹ ھء) نے سفینۃ البحار میں مادہ عم کے ذیل میں طبرسی سے نقل کیا ہے حسن بن فضل طبرسی نے بھی اپنی کتاب ' مکارم الاخلاق " کے باب "مکارم اخلاق النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم " میں نقل کیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک مخصوص عمامہ تھا اسے "سحاب" کہتے تھے کبھی آپ اسے اپنے سر پر باندھتے تھے اور کبھی اسی عمامہ کو علی علیہ السلام کے سر پر رکھتے اور جب بھی علی اس عمامہ کے ساتھ باہر آتے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے: " اتاکم علی فی السحاب " اس وقت علی ' سحاب " میں تمہاری طرف آرہے ہیں آپ کا مقصود اس تاریخی جملہ میں "سحاب" سے وہی مخصوص عمامہ تھا جسے آپ نے خود علی کو بخش دیا تھا۔

اس روایت کو مجلسی نے بحار کی چھٹی جلد میں اور قمی نے سفینۃ البحار میں مادہ "سحاب" کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

مرحوم کلینی نے اپنی کتاب "کافی" کے " باب عمائم " میں امام صادق علیہ السلام سے یوں نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے سر پر ایک عمامہ رکھا عمامہ کے ایک طرف کو سامنے اور دوسرے طرف کو چار انگلیوں کی لمبائی میں سے کم تر پیچھے کی جانب لٹکا دیا، اس کے بعد فرمایا: اے علی علیہ السلام:

---

۱۔ اسماعیل امام سوسی بن جعفر علیہ السلام کی فرزند ہیں نجاشی اپنی رجال میں اور شیخ طوسی اپنی فہرست میں ۳۴ - ۳۳ پر کہتے ہیں: اسماعیل مصر میں سکونتپذیر تھے اور بہت سی کتاب کے مؤلف ہیں ان کی روایتوں کو کلی طور پر اپنے آباو اجداد طاہرین سے نقل کی ہے ان میں سے متن میں ذکر ہوئی دو روایتیں بھی ہیں نجاشی اور طوسی کا مقصود اسماعیل کی وہی کتابیں ہیں جسے علمائے حدیث ان کو " جعفریات "

اور کبھی "اشعثیات "کا نام دیا ہے ان روایتوں کے راوی کے طورپر ابو علی محمد بن اشعث کو نسبت دیتے ہیں ۲۹۱ ) اور صاحب الذریعہ نے / اسماعیل کے حالات پر مرحوم نوری نے اپنی مستدرک کے خاتمہ پر فائدہ دوم (۳

۱۰۹ ۔ ۱۱۱ میں درج کیا ہے ۔ / اپنی کتاب ۲

پیچھے مڑو! علی علیہ السلام پیچھے مڑ گئے، اس کے بعد فرمایا: اے علی! سامنے کی طرف مڑو پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے آگے اور پیچھے سے علی علیہ السلام کے قیافہ او رہیکل پر ایک نظر ڈالی، پھر فرمایا: فرشتوں کے تاج بھی ایسے ہی ہیں۔

دوسری روایت کو مرحوم فیض نے اپنی کتاب " وافی " کے باب العمائم میں اور حر عاملی نے اپنی کتاب " وسائل " کے باب استحباب العمامة " میں اور مجلسی نے بھی بحار الانوار کی نویں جلد میں درج کیا ہے۔

ان روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اس عمل کو علی علیہ السلام کے بارے میں کئی بار انجام دیا ہے ایک بار جنگ خندق میں جیسا کہ اس کی روایت بیان کی گئی، دوسری با غدیر خم کے دن جیسا کہ علی بن طاؤس (وفات ۶۶۴ ئہ) کتاب " امان الاخطار " میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے صحابی عبداللہ بن بشر ا سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے غدیر خم کے دن علی علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر ایک عمامہ رکھا اس عمامہ کا ایک سرا ان کے شانہ پر لٹکا دیا، اس کے بعد فرمایا: خداوند عالم نے جنگ حنین میں میری مدد کیلئے کئی فرشتے کہ جن کے سر پر علی علیہ السلام کے عمامہ کے مانند عمامے تھے اور وہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان (دیوار) کے مانند حائل ہو گئے اس طرح مشرکین کے سپاہیوں کیلئے رکاوٹ بنے۔

بحرانی (وفات ۱۱۹۷ھ) نے کتاب " غایۃ المراد " کے سولہویں باب میں حموینی کی ۷۴ روایتوں کو اہل سنت کی روایتوں کے ضمن میں درج کیا ہے۔

کلینی اپنی کتاب "کافی "کتاب "کتاب ن 5 7 5 1 u الحجۃ باب ما عندالائمۃ من سلاح الرسول و متاعہ " میں یوں نقل کرتے ہیں کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے مرض الموت میں اپنی ذرہ، علم، لباس، ذو الفقار، ڈھال اور سحاب علی کو بخش دیا۔ علل الشرائع میں بھی اسی مضمون کی ایک روایت ذکر ہوئی ہے۔

## خلاصہ اور نتیجہ:

ان روایتوں سے جو سنی اور شیعہ کتابوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں " سحاب "
اور جاء علی فی السحاب کے معنی مکمل طور پر واضح اور روشن ہوجاتے ہیں کہ " سحاب سے۔

---

۱۔ عبداللہ بن بشر اہل حمس میں سے ہے بغوی " معجم الصحابہ " میں عبداللہ کا نام ذکر کرکے کہتا ہے یحیی بن حمزہ نے عبیدہ حمسی سے اور اس نے عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے علی علیہ السلام کے سر پر ایک سیاہ عمامہ رکھا اس کے ایک طرف کو سامنے یا سر کے پیچھے آویزان کیا پھر سے وہ علی علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے غدیر ۲۴۷ ۔ / کے دن اپنے ہاتھ سے ایک سیاہ عمامہ میرے سر پر رکھا " شرح حال نمبر ۴۵۶۶ اصابہ: ۲

مراد بادل نہیں ہے بلکہ اس سے مراد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک خصوصی عمامہ ہے جس کا نام سحاب تھا اور آپ نے اسے علی بن ابیطالب علیہ السلام کو بخش دیا تھا ۔ علی علیہ السلام بھی کبھی اسے اپنے سر پر باندھتے تھے جملہ "جاء علی فی السحاب " سے مقصود بھی یہی حقیقت ہے کہ علی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مخصوص عمامہ کو سر پر رکھ کر آتے تھے لیکن تحریف کرنے والے اور انتقام جو افراد، خاص کر شیعوں کے دشمنوں نے اس حقیقت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس میں شعوری یا غیر شعوری طور پر تحریف کی ہے اور سحاب کو بادل کے معنی میں استعمال کرکے اس تاریخی جملہ: جاء علی علیہ السلام فی السحاب کو علی بادل میں ہیں کے معنی سے تشریح کی ہے ۔ اس طرح مضحکہ خیز اور خرافات پر مشتمل " افسانہ علی ابر میں "کو وجود میں لایا ہے اور کئی افراد کو اس افسانہ کے ذریعہ مورد الزام قرار دیا ہے جس کی وضاحت گزشتہ فصل اور اگلی فصل میں ہم اہل ملل و نحل کی افسانہ پردازی کے ایک اور نمونہ کے ضمن میں تحقیق کریں گے ۔

## افسانہ '' خدا کے ایک جزء نے علی علیہ السلام میں حلول کیا ہے''

شہرستانی نے کتاب " ملل و نحل " میں فرقہ سبائیہ اور عبد اللہ بن سبا کے اس اعتقاد کے بارے میں کہا علی (علیہ السلام) نہیں مرے ہیں کیونکہ ان میں خدا کا ایک جزء حلول کرگیا ہے : اور اس پر کچھ نہیں ہوتا ہے ! کو بیان کرتے ہوئے سبائیوں کے بارے میں کہتا ہے:

وہ معتقد ہیں کہ خدا کا ایک جزء علی (علیہ السلام) کے بعد ائمہ کے اندر حلول کر گیا ہے اور یہ ایسا مطلب ہے جسے اصحاب جانتے تھے اگرچہ وہ ابن سبا کے مقصود کے خلاف کہتے تھے ، یہ عمر ابن خطاب تھا کہ جس نے علی علیہ السلام کے بارے میں کہا --- جب علی علیہ السلام نے ایک شخص کو حرم میں ایک آنکھ کا کانا کردیا تو اس کے بعد اس کے پاس شکایت لے گئے تو --- میں کیا کہہ سکتا ہوں خدا کے اس ہاتھ کے بارے میں جس نے خدا کے حرم میں کسی کی آنکھ نکال لی ہو؟ عمر نے اس پر خدا کا نام دیا ہے اس بنا پر کہ جو کچھ وہ ان کے بارے میں جانتا تھا [1]

ابن ابی الحدید (وفات ۶۵۵ء) یا ۶۵۶ ئہ) نے اس مطلب کو یوں بیان کیا ہے " بعض افراد نے ایک کمزور شبہہ کو دستاویز بنادیا ہے جیسے عمر کی اس بات پر جب علی علیہ السلام نے کسی کو حرم میں بے

---

۱۔عبداللہ بن سبا کے عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

زعم ان علیا یمت ، ففیه الجزء الالهی ، ولا یجوز ان یستولی علیه انما اظهر عبدالله بن سبا هذه المقالة بعد انتقال علی علیه السلام و اجتمعت علیه جماعة و هم اول فرقة قالت بالتوقف ، والغیبة و الرجعة و قالت بتناسخ الجزء الالهی فی الائمه بعد علی علیه السلام و هذا المعنی ممّا کان یعرفه اصحابه و ان کانوا علی خلاف مراد هذا عمر بن الخطاب کان یقول فیه حین فقا عین واحد فی الرحم و رفعت القصة الیه : ما ذا اقول فی ید الله فقائت عینا فی حرم الله فاطلق عمر اسم الالهیة علیه لما عرف منه

۲) فصل تعریف فرقۃ سبائیہ کے حاشیہ کی طرف رجوع کیا جائے ۔( / ذالک کتاب " ملل و نحل " ج ۱۱

احترامی اور بے دینی کرنے کے جرم میں اس کو ایک آنکھ سے کانا کردیا تھا ، تو عمر نے کہا تھا: میں خدا کے اس ہاتھ کے بارے میں کیا کہوں جس نے خدا کے حرم میں کسی کی آنکھ نکال لی ہو؟[1]

ابن ابی الحدید نے اپنا مآخذ ذکر نہیں کیا ہے شاید اسی شہرستان کی ملل ونحل سے نقل کیا ہوگا ۔ وہ تو ایک افسانہ ہے جسے نقل کیا گیا ہے اور اس افسانہ کی حقیقت وہی ہے جسے محب الدین طبری نے الریاض النضرۃ میں یوں درج کیا ہے : عمر طواف کعبہ میں مشغول تھے اور علی علیہ السلام بھی ان کے آگے آگے طواف میں مشغول تھے اچانک ایک شخص نے عمر سے شکایت کی ، یا امیر المؤمنین ! علی "علیہ السلام" اور میرے سلسلے میں انصاف کرو!

عمر نے کہا؛ علی "علیہ السلام" نے کیا کیا ہے ؟

اس نے کہا : اس نے میری آنکھ پر ایک تھپڑ مارا ہے ۔

عمر وہیں پر ٹھہر گئے یہاں تک کہ علی "علیہ السلام" بھی طواف کرتے ہوئے وہاں پہنچے ان سے پوچھا اے ابو الحسن کیا اس شخص کی آنکھ پر تم نے تھپڑ مارا ہے ؟!

علی نے کہا: جی ہاں ، یا امیر المؤمنین ۔

عمر نے کہا: کیوں ؟

علی "علیہ السلام" نے کہا: اسلئے کہ میں نے اسے دیکھا کہ طواف کی حالت میں مؤمنین کی عورتوں پر بری نگاہ سے دیکھ رہا تھا ۔

عمر نے کہا: احسنت یا ابا الحسن ! یہ تھی اس داستان کی حقیقت ، کتاب ملل و نحل میں اس قسم کی اشتباہات اور خطائیں بہت زیادہ ہیں لیکن ہم اس کتاب میں حقائق کی تحریف کو دکھانے کیلئے ان ہی چند افسانوں کی تحقیق پر اکتفا کرتے ہیں اس کے بعد گزشتہ بحثوں کا ایک خلاصہ پیش کریں گے ۔

---

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید (ج ۱ / ۴۲۶)

## چوتھے حصہ کے ماخذ و منابع

الف: افسانہ "علی ابر میں ہے" کے مآخذ ۱۔ المقالات و الفرق تالیف سعد بن عبد اللہ اشعری، ص ۲۷

۸۵ / ۲۔ مقالات الاسلامیین ابو الحسن اشعری ۱

۳۔ التنبہ و الراد ابو الحسن ملطی، ص ۲۵

۴۔ الفرق بین الفرق بغدادی، تحقیق محمد محی الدین مدنی، طبع قاہرہ،

ص ۲۳۳

۱۸۶ / ۵۔ الفصل ابن حزم، طبع اول، : ۴

۱۲۹ / ۶۔ البداء و التاریخ : ۵

۷۔ التفسیر فی الدین: اسفرائینی : ص ۱۰۸

۸۔ الملل و النحل، شہرستانی : تحقیق عبد العزیز طبع دار الاتحاد مصر ۱۳۸۷ ئہ :

۱ / ۱۷۴

۹۔ الانساب، سمعانی : ل غت سبئی کے ذیل میں۔

۱۰۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، خطبہ ۲۷ کی شرح میں ۱۱۔ التعریفات، جرجانی : ص ۱۰۳

۱۲۔ مقدمہ ابن خلدون : ص ۱۹۸

۱۷۵ و ۱۷۲ ۔ / ۱۳ ۔ خطط، مقریزی، طبع نیل مصر : ۱۳۲۴ ھ : ۶

۱۴۔ دائرۃ المعارف، فرید وجدی، لغت "سبئیہ" کے ذیل میں ۱۵۔ دائرۃ المعارف، بستانی، لغت عبد اللہ بن سبا میں ب :

سحاب' پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عمامہ کا نام ہے:

اہل سنت کی کتابوں سے اس روایت کے مآخذ:

۱۔ نہایۃ ابن اثیر، لغت سحاب میں۔

۲۔ لسان العرب، ابن منظور، لغت سحاب میں ۳۔ تاج العروس، زبیدی، لغت سحاب میں ۴۲۸ ۔ ۴۲۷ / ۴۔ مواھب الدنیہ، قسطلانی : ۱

۵۔ انوار المحمدیہ، نبہانی : ص ۲۵۱

ج: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عمامہ "سحاب" علی علیہ السلام کے سر پر باندھا۔

۶۰ / ۱۔ کنزا لعمال: متقی ھندی: ۴

۲ / ۲۔ الریاض النضرۃ، محب الدین طبری، طبع دار التالیف مصر: ۱۳۷۲ھ، ۲۹۸:

د: اس خبر کے مآخذ کہ کبھی علی علیہ السلام اسی عمامہ کے ساتھ نکلتے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے: " علی سحاب میں آئے ہیں "

۱۔ وسائل الوصول الی شمائل الرسول: نبہانی: ۷۰

۲۔ السیرۃ النبی " صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم "، برہان الدین حلبی، پریس ۳۷۹ / مصطفی محمد، قاہرہ: ۳

ہ: سحاب کے بارے میں شیعوں کی کتابوں کے مآخذ:

سحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عمامہ کا نام ہے:

۲۱۳ ۔ / ۱۔ مستدرک الوسائل، نوری: ۱

۴۶۱ ۔ ۴۶۲ / ۲۔ فروع کافی، کلینی، ۶

۳۔ وافی، فیض کاشانی جلد ۱۱ : ص ۱۰۱

۲۸۵ / ۴۔ وسائل الشعیہ، شیخ حر عاملی: ۱

و: جنگ خندق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عمامہ "سحاب" کو علی علیہ السلام کے سر پر باندھا:

۳۴۳ / ۱۔ مجمع البیان، طبرسی، طبع صیدا، ۷

۵۲۹ / ۲۔ بحار الانوار، مجلسی: ۶

۲۱۳ / ۳۔ مستدرک، نوری: ۱

۲۷۹ لفظ "عم" میں / ۴۔ سفینۃ البحار، قمی، ۲

ز: کبھی علی علیہ السلام عمامہ "سحاب" کو سر پر رکھتے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے، علی علیہ السلام عمامہ سحاب کے ساتھ تمہاری طرف آگئے۔

۱۔ مکارم الاخلاق طبرسی: ۲۱

۱۵۵ / ۲۔ بحار الانوار، مجلسی، ۶

۶۰۴ لغت سحاب کے ذیل میں / ۳۔ سفینۃ البحار، قمی: ۱

ح: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عمامہ ''سحاب" کو ایک خاص کیفیت کے ساتھ علی علیہ السلام کے سر پر رکھا:

۱۔ کتاب ''کافی ''، کلینی،

۲۔ کتاب وافی فیض کاشانی باب العمائم میں ۳۔ وسائل، حر عاملی : اباب استجباب التعمم ۶۱۵ / ۴۔ بحارالانوار، مجلسی : ۹

۲۷۹ / ۵۔ سفینۃ البحار، قمی : ۲

ط: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عمامہ '' سحاب '' سے کئی بار علی علیہ السلام کی تاج پوشی کی ہے:

۱۔ امان الاخطار، علی بن طاؤس ۲۔ وسائل، شیخ حر عاملی، باب التعلم ی : رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عمامہ '' سحاب '' کو اپنے مرض الموت میں علی علیہ السلام کو ہبہ کیا:

۲۳۶ / ۱۔ کافی، کلینی، ۱

۲۔ غایۃ المرام، سیدہاشم بحرانی، ص ۸۷

۳۔ مقدمۃ ابن خلدون، تیسرا اڈیشن بیروت، ۱۹۰۰ ء، ص ۱۹۸

## پانچواں حصہ

خلاصہ اور خاتمہ سبئیہ، دوران جاہلیت سے بنی امیہ تک۔

سبئیہ، بنی امیہ کے دوران۔

سبئیہ، سیف بن عمر کے دوران۔

تاریخ، ادیان اور عقائد کی کتابوں میں عبد اللہ سبا و سبئیہ ا

عبد اللہ بن سبائی کی عبد اللہ بن سبا سے تحریف۔

جعل و تحریف کے محرکات۔

گزشتہ مباحث کا خلاصہ۔

اس حصہ کے ماآخذ۔

## سبئیۃ دوران جاہلیت سے بنی امیہ تک

ان السبئية مرادفة للقحطانية و اليمانية

سبئیہ ، قحطانیہ اوریمانیہ کے ہم معنی تھا اور قبیلہ پر دلالت کرتا تھا

. مؤلف

## سبئیہ اسلام سے پہلے

سبئیہ ، کافی پرانا اور سابقہ دار لفظ ہے، جو قبل از اسلام دوران جاہلیت میں عربوں کی زبان پر رائج تھا اور قبیلہ کی نسبت پر دلالت کرتاتھا، یہ لفظ قحطانیہ کا مترادف اور ہم معنی تھا یہ دونوں لفظ سبئیہ و قحطانیہ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطا ان کی نسبت پر دلالت کرتے تھے، چونکہ ان کے باپ کا نام سبا تھا اس لئے انہیں سبائیہ یا سبئیہ کہتے ہیں اور چونکہ ان کے جد کا نام قحطان تھا اس لئے انہیں قحطانیہ کہتے ہیں چونکہ ان کا اصلی وطن یمن تھا اسلئے انہیں یمانی یا یمنیہ بھی کہتے تھے ۔ نتیجہ کے طور پر تینوں لفظ ایک ہی قسم کے قبائل پر دلالت کرتے ہیں انکے مقابلہ میں عدنانیہ ، نزاریہ، و مضریہ تھے مضر بن نزار بن عدنان کے قبائل سے منسوب تھے اسماعیل ابن ابراہیم کی اولاد میں سے تھے--- اور اسی پر دلالت کرتے ہیں ۔

ان دونوں قبیلے دوسرے قبائل سے بھی عہد و پیمان قائم کرتے تھے اور انہیں وہ اپنا ہم پیمان کہتے تھے اس طرح سبئیہ ، قحطانیہ اوریمانیہ ،کا نام نہ صرف سبا بن یشجب پر بلکہ ان کے ہم پیمان قبائل جیسے قبیلہ ربیعہ پر بھی استعمال ہوتا تھا ، اسی طرح " عدنانیہ مضریہ اور نزاریہ بھی مضر بن نزار قبائل اور ان کے ہم پیمانوں کے لئے استعمال ہوتا تھا ۔

## سبئیہ ، اسلام کے بعد

اسلام کی پیدائش کے بعد ان دونوں قبیلوں کا، ایک ایک خاندان مدینہ میں جمع ہوگیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی قیادت و زعامت میں پہلا اسلامی معاشرہ تشکیل پایا ۔ سبائی یا قحطانی جو پہلے سے یمن سے آکر مدینہ میں ساکن ہوئے تھے ، انہیں انصار کہا جاتا تھا ۔ عدنانی بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے مدینہ ہجرت کے بعد مکہ اور دوسرے علاقوں سے مدینہ آئے تھے اور انہیں " مہاجر " کہا جاتا تھا ، بعض اوقات ان دو گروہوں کے درمیان اختلافات اور جھگڑے بھی واقع ہوتے تھے ۔

پہلا جھگڑا اور اختلاف جو اسلام میں ان دو گروہوں یعنی قحطانی کہ جو قبائل سبائیہ سے تھے اور عدنانی ، یا دوسرے لفظوں میں مہاجر و انصار کے درمیان واقع ہوا جنگ بنی المصطلق میں " مریسیع " کے پانی پر تھا ۔ مہاجرین اور انصار کے ایک ایک کارگذار کے مابینپانی کھینچنے پر اختلاف اور جھگڑا ہوگیا تو مہاجرین کے کارگزار نے بلند آواز میں کہا: یا للمهاجرين ! اے گروہ مہاجر مدد کرو ! اور

انصار کے کارگذار نے بھی آواز بلند کی : یا للانصار ! اے گروہ انصار! میری نصرت کرو ! اس طرح انصار اور مہاجر کے دو گروہ آپ میں نبرد آزما ہوئے اور نزدیک تھا کہ ایک بڑا فتنہ کھڑا ہو جائے اس موقع پر منافقین کے سردار عبداللہ بن ابیہ اس فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے اختلافات کو ہوا دینے اور لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف اکساتے ہوئے بولا : اگر ہم مدینہ لوٹیں گے تو صاحبان اقتدار یعنی " انصار " ذلیلوں یعنی مہاجرین کو ذلت و خواری کے ساتھ مدینہ سے نکال باہر کریں گے ۱ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس موقع پر کوچ کرنے کا حکم دیا ۔ اور سب کو آگے بڑھادیایہاں تک کہ نمازکا وقت آگیا نماز

پڑھنے کے بعد بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے روانہ ہونے کا حکم دیا رات کے آخری حصہ تک چلتے رہے ۔ اس کے بعد جب پڑاؤ ڈالا تو تھکاوٹ کی وجہ سے سب سو گئے صبح ہونے پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے روانہ ہونے کا حکم دیا ۔ اسی طرح چلتے رہے لہذا آنحضرت نے انہیں اس فتنہ کو پھر سے زندہ کرنے کی ہرگز فرصت نہیں دی یہاں تک یہ لوگ مدینہ پہنچ گئے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حکمت عملی سے یہ فتنہ ختم ہوگیا۔

ان دو گروہوں کا دوسرا تصادم سقیفہ بنی ساعدہ میں واقع ہوا جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے رحلت فرمائی انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تا کہ سعد بن عبادہ انصاری سبائی کو پیغمبر کے خلیفہ اور مسلمانوں کے قائد کے طور پر منتخب کریں مہاجرین نے بھی اپنے آپ کو سقیفہ پہنچادیا اور ان کے مقابلہ میں محاذ آرائی کی اور ابوبکر کی خلافت کو پیش کیا ، وہ اس نبرد اور جھگڑے میں ان پر غالب ہوئے اور ابوبکر کو مسند

---

۱ ۔ یہ داستان سورہ منافقین یوں آئی ہے :

)۸/ >یقولون لئن رجعنا الی المدینه لیخرجن الاعز منها الاذل>۔ سورہ منافقین ۶۳

خلافت پر بٹھادیا اور خلافت کو قریش میں ثابت کردیا اور۔ اس طرح ایک قریشی حکومت کی داغ بیل ڈال دی اس تاریخ کے بعد انصار کو حکومت اور تمام سیاسی و اجتماعی امور سے محروم کرکے یا بہت کم اور استثنائی مواقع کے علاوہ نہ انہیں جنگوں میں سپہ سالاری کے عہدہ پر فائز کرتے تھے اور نہ کسی صوبے کا گورنر حتی کسی شہر کے ڈپٹی کمشنر کا عہدہ بھی انہیں نہیں سونپتے تھے (۱)

## خلافت عثمان کے دوران

مسلمانوں کے حالات میں اسی طرح حوادث پیدا ہوتے گئے اور زمانہ اسی طرح آگے بڑھتا گیا ،یہاں تک کہ عثمان کا زمانہ آگیا۔ اس زمانہ میں کام اور حکومت کے حالات بالکل دگرگوں ہوگئے قریش کی حکومت اور اقتدار بدل کر خاندان بنی امیہ میں منحصر ہوگئی ۔ اموی خاندان کے اراکین اور ان کے ہم پیمان قبائل نے تمام کلیدی عہدوں پر قبضہ جمالیا۔ یہ لوگ مصر،شام ، کوفہ ، بصرہ ، مکہ ، مدینہ اوریمن کے علاوہ اسلامی ممالک کے وسیع علاقوں کے گورنر اور حکمراں بن گئے اور اس طرح ان شہروں اور اسلامی مراکز میں مطلق العنان اور غیر مشروط حکمرانی اور فرمانروائی پر فائز ہوئے ۔خاندان اموی کی طرف سے مسلمانوں کے حالات پر مسلط ہونے کے بعد اذیت و آزار اور ظلم و بربریت کا آغاز ہوا اور اسلامی شہروں اور تمام نقاط میں قساوت بے رحمی کا برتاؤ کرنے لگے ۔ مسلمانوں کے مال و جان پر حد سے زیادہ تجاوز ہونے لگا ۔ ظلم و خیانت اور غنڈہ گردی انتہا کو پہنچ گئی یہاں تک کہ بنی امیہ کے خود سر اور ظالم گورنروں اور فرمانرواؤں کے ظلم و ستم نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر دیا اس موقع پر قریش کی نامور شخصیتوں ، جیسے ام المؤمنین عائشہ ، طلحہ ، زبیر ، عمرو عاص اور دوسرے لوگوں نے عوام کی رہبری اور قیادت کی باگ ڈور سنبھالی اور بنی امیہ کے خلاف بغاوت کی ،اور تمام اطراف سے مدینہ کی طرف لوگ آنے لگے آخرکار اموی خلیفہ عثمان کو مدینہ میں ان کے گھر میں قتل کردیا گیا عثمان کے قتل ہونے کے نتیجہ میں ، بنی امیہ کے درمیان ---جوکہ خود قریش تھے -- قریش کے دوسرے خاندانوں کے ساتھ سخت اختلافات پیدا ہوگیا ، اس طرح مسلمانوں پر قریش کا تسلط کم ہوا ، پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی وفات کے بعد پہلی بار مسلمان اپنے اختیارات کے مالک بنے اور حکومت کی باگ ڈور قریش سے چھیننے میں کامیاب ہوئے ۔ یہ وہ وقت تھا کہ مسلمانوں نے کسی رکاوٹ کے بغیر ایک دل اور ایک زبان ہوکر علی علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور پوری دلچسپی اور محبت سے انہیں مسلمانوں پر حکومت کرنے کیلئے منتخب کیا۔ انتہائی اصرار کے ساتھ متفقہ طور پر ان کی بیعت کی اور حکومت کی باگ ڈورا نکے لائق اور باصلاحیت ہاتھوں میں سونپ دی۔

علی علیہ السلام نے اپنی حکومت کو اسلامی قوانین کی بنیادوں پر استوار کیا۔ عام مسلمانوں میں برادری نیز مساوات اوربرابری کے منشور کا اعلان ہوا، ان پر عدل و انصاف کی حکومت کی، بیت المال کو ان کے درمیان یکسان اور مساوی طورپر تقسیم کیا۔ انصار کے لائق اور شائستہ افراد کو -- جنہیں گزشتہ حکومتوں میں محروم کیا گیا تھا---

۱۔ چنانچہ ابوبکر، عمر اور عثمان کے دوران امراء اور سپہ سالاروں کے بارے میں تحقیق کرنے سے یہ حقیقت واضح اور روشن ہوتی ہے۔

اہم عہدوں پر فائز کیا اور انہیں مختلف شہروں اور اسلامی مراکز میں گورنروں اور حکمرانوں کے طور پر منصوب کیا ۔ مثلا : عثمان بن حنیف کو بصرہ میں ، اس کے بھائی سہل کو مدینہ میں ،

قیس بن سعد بن عبادہ کو مصر میں ، شام کی طرف مسافرت کے دوران کوفہ میں اپنی جگہ پر ابو مسعود انصاری کو اور مالک اشتر سبئی کو جزیرة اور اس کے اطراف میں بعنوان حکمراں اور گورنر منتخب فرمایا [۱]

حکومت کی اس روش سے "علی علیہ السلام" نے قریش کی گزشتہ حکومتوں کی تمام اجارہ داری کو منسوخ کرکے رکھ دیا۔

یہی وجہ تھی کہ قریش نے علی علیہ السلام کی سیاست کو پسند نہیں کیا اور ان کے خلاف ایک وسیع پیمانہ پر بغاوت کا سلسلہ شروع کردیا یہاں تک کہ جنگِ جمل و صفین کو برپا کیا ، اسی لئے علی علیہ السلام ہمیشہ قریش سے شکایت کرتے تھے اور ان کے بارے میں ان کا دل شکوہ شکایتوں سے بھرا ہوا تھا حضرت کبھی قریش کے بارے میں شکوؤں کو زبان پر جاری فرماتے تھے اور ان کی عادلانہ روش کے مقابلہ میں قریش کے سخت رد عمل پر صراحت کے ساتھ بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتے تھے :

ایک ایسا درد مند ،جس کے زبان کھولنے سے در و دیوار ماتم کریں نہج البلاغہ میں آیا ہے کہ علی علیہ السلام قریش کی شکایت کرتے ہوئے فرماتے تھے:

" خداوندا! میں قریش اور اُن کے شریک جرم افراد کے خلاف تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں کیوں کہ انہوں نے قطع رحم کیا ہے اور ہماری بزرگی اور مقام و منزلت کو حقیر بنایا ہے حکومت کے معاملہ میں جو مجھ سے مخصوص تھی میرے خلاف بغاوت کی اور بالاتفاق ہمیں اُس سے محروم کیا اور مجھ سے کہا کہ ہوشیا رہوجاؤ ! حق یہ ہے کہ اسے لے لو اور حق یہ ہے کہ اسے چھوڑدو ۔ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ میرے حق کے حدود کو معین کریں ۔ تجھے قریش سے کیا کام؟ خدا کی قسم جس طرح میں ان کے کفر کے دوران ان سے لڑتا تھا آج بھی --چونکہ انہوں نے فتنہ و فساد کو اپنایا ہے-- ان سے جنگ کروں گا اس دن میں ہی تھا جس نے ان سے جنگ کی اور آج بھی میں ہی ہوں جو ان سے جنگ کر رہا ہوں ۔

اپنے بھائی عقیل کے نام ایک خط کے ضمن میں لکھا ہے :

قریش کو ، ان کے حملوں اور گمراہی کی راہ میں اور وادی شقاوت و سرکشی میں ان کے نمود و نام کو چھوڑدو ،انہیں حیرت وپریشانی کی وادی میں چھوڑدو ! قریش نے میرے خلاف جنگ

---

۱۔ابن اثیر اپنی تاریخ میں جلد ۳ صفحہ نمبر ۳۳۴ امیر المؤمنین کے گورنر کے عنوان کے ذیل میں کہتا ہے: مدینہ میں علی(ع) کا گورنر ابوایوب انصاری اور بعض مورخین کے عقیدہ کے مطابق سہل بن حنیف تھا۔

کرنے میں اتفاق کیا ہے اسی طرح کہ اس سے پہلے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے میں شریک جرم ہوئے تھے ۔ قریش مجھ پر کئے ظلم جس کی سزا وہ ضرور پائیں گے قریش نے ہمارے ساتھ قطع رحم کیا ہے حکومت کے میرے پیدائشی حق کو مجھ سے چھین لیا ہے ۔

## سبئیہ علی کے دوران علی

علیہ السلام کے زمانے کی تاریخ سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے--- جس کا ایک اجمالی خاکہ ان صفحات میں پیش کیا گیا --- وہ یہ ہے کہ : عدنانی قریش نے پیغمبر صلی اللہعلیہ و آلہ وسلم کے بعد علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے دشمنی اور مخالفت مول لی اور ان کے خلاف متحد ہوکر اسلامی حکومت سے انہیں الگ کردیا جب حضرت لوگوں کی حمایت سے خلافت پرپہنچے تو اس وقت بھی وہی قریش تھے جنہوں نے ان کے خلاف فتنے اور بغاوتیں کیں لیکن تمام حساس اور نازک مواقع پر قبائل سبئیہ --- کہ وہی قحطانی قبائل ہیں -- کے تمام دوست و مجاہدین ان کی رکاب میں تھے۔ خاص کر قبائل سبائی کے سرکردہ اشخاص ، جیسے : مالک اشتر ہمدانی سبئی [1] عبد اللہ بدیل خزاعی سبئی ، حجر بن عدی کندی سبئی ، قیس بن سعد بن عبادہ سبئی انصاری اور قبائل سبئیہ کے بعض دیگر سردار جو علی علیہ السلام کے یار و غمخوار تھے، ان کے محکم اور ثابت قدم طرفداروں کے گروہ کو تشکیل دیتے تھے [2] لیکن جنگ صفین اور حکمیت اشعری کی روداد کے بعد اہل کوفہ و بصرہ کے عربوں نے جنگی اکثریت علی کے ماننے والوں کی تھی ، علی علیہ السلام کو حکمیت کے نتیجہ کو قبول کرنے پر کافر سے تعبیر کیا اور اس سبب سے اپنے آپ کو بھی کافرجانا اور کہا: ہم نے توبہ کیا اور کفر سے پھر اسلام کی طرف لوٹے ، اس کے بعد انہوں نے تمام مسلمانوں حتی خود علی علیہ السلام کی بھی تکفیر کی انکے اور تمام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرکے ان پر تلوار کھینچی ۔اس طرح اسلام میں ایک گروہ کی ریاست و قیادت کی "عبداللہ بن وھب سبائی " نے ذمّہ داری لی تھی انہوں نے نہروان میں امام سے جنگ کی ،عبداللہ بن وھب سبائی اس جنگ میں قتل کیا گیا ، اس کے بعد انہیں خوارج میں سے ایک شخص کے ہاتھوں امیر المؤمنین علیہ السلام محراب عبادت میں شہید ہوئے، علی "علیہ السلام" کی شہادت کے بعد تاریخ کا صفحہ پلٹ گیا اور قبائل سبئیہ میں ایک دوسری حالت پیدا ہوگئ جس کی اگلی فصل میں وضاحت کی جائے گی ۔

---

۱ ۔ ابن خلدوں اپنی تاریخ ۲/ ۲۶ میں لکھتا ہے :جس دن اسلام کاظہور ہوا قبیلہ ہمدان کے افراد اسلامی ممالک میں پھیل گئے اور ان میں ایک گروہ یمن میں رہا صحابہ کے درمیان اختلاف اور کشمکش پیدا ہونے کے بعد قبیلہ ہمدان شیعہ اور علی علیہ السلام کے دوستدار تھے یہاں تک علی علیہا لسلام نے ان کے بارے میں یہ شعر کہا ہے : ولو کنت بوا باًلاابواب جنۃ لقلت لہمدانی ادخلی بسلام .. یعنی اگر میں بہشت کا چوکیدار ہوں گا تو قبیلہ ہمدانی کے افراد سے کہوں گا کہ سلامت کے ساتھ بہشت میں داخل ہوجاؤ۔)

۲۔ معاویہ شام میں سکونت کرنے والے قبائل سبئیہ کے بعض گروہ کو عثمان کی خونخواہی کے بہانہ سے باقی قبائل سبئیہ سے جدا کرنے میں کامیاب ہوا اور خاص کر انہیں اپنی طرف مائل کردیا یہ گروہ اس زمانہ سے خلفائے بنی مروان تک وقت کے حکام کے پاس خاص حیثیت کے مالک ہوا کرتے تھے لیکن اس دوران کے بعد قبائل قحطانی و عدنانیوں کے درمیان عمومی سطح پر شدید اختلافات رونما ہوا جس کے نتیجہ میں مروانی ، اموی حکومت گر گئی اور بنی عباسیوں نے حکومت کی باگ ڈور پر قبضہ کیا کتاب صفین تالیف نصر بن مزاحم ، مقدمہ سوم کتاب " ۱۵۰

جعلی اصحاب " ملاحظہ ہوں

## "سبئیہ"، بنی امیہ کے دوران

اشتدت الخصومة بینها فی اخریات العهد الاموی

بنی امیہ کی حکومت کے اواخر میں قبائل عدنان کی، قبائل سبائی سے خصومت انتہا کو پہنچی تھی ۔ مولف امیر المومنین کی شہادت کے بعد قریش نے گزشتہ کی نسبت زیادہ چوکس انداز میں اسلامی ممالک اور مسلمانوں کی رہبری کی باگ ڈور دوبارہ اپنے ہاتھ میں لی انصار اور سبئیوں کو تمام امور سے بے دخل کیا ان کے ساتھ بے رحمانہ اور انتہائی سنگدلی سے برتاو کیا بنی امیہ کے منہ بولے بیٹے یعنی زیاد بن ابیہ ، اس کے بعد اسکے بیٹے ابن زیاد کے ذریعہ شہر کوفہ کے تمام علاقے اور اطراف میں قبائل سبئیہ کے بزرگان ، ہر شیعہ علی علیہ السلام کہ جو غالباً سبئیہ سے تھے کو پکڑپکڑ کر انتہائی بے دردی سے قتل کیا جاتا تھا ، پھانسی پر لٹکایا جاتا تھا زندہ دفنایا جاتا تھا ، اور ان کے گھروں کو ویران کیا جاتا تھا ! اور ان مظلوم اور ستم دیدہ مسلمانوں نے حسین ابن علی علیہ السلام کے یہاں پناہ لی !

ان سے مدد طلب کی اور بنی امیہ عدنانی ظالمانہ حکومت کے پنجوں سے اسلام و مسلمانوں کو نجات دلانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اس حالت میں ابن زیاد--- خاندان امیہ کے منہ بولے بیٹے کا فرزند ---فریب کاری اور دھوکہ سے کوفہ میں داخل ہوا اور حالات پر کنٹرول حاصل کیا ۔ امام حسین علیہ السلام کے نمائندہ اور سفیر مسلم ابن عقیل کو گرفتار کرکے قبائل سبئیہ کے سردار ہانی بن عروہ کے ہمراہ قتل کر دیا اس کے بعد قبائل عدنان کے سرداروں او بزرگوں جیسے عمر سعد قرشی ، شبث بن ربعی تمیمی ، شمر بن ذی الجوشن اور دیگر عدنانی ظالموں کو اپنے گرد جمع کیا اور ایک بڑی فوج تشکیل دی ۔ کوفہ کے تمام جنگجوؤں کو مختلف راہوں سے قرشی خلافت کی فوج سے ملحق کیا وہ بھی اس طرح سے کہ کسی میں ان کی نصرت کی جرات نہ ہو سکے اور تاب مقاومت باقی نہ رہے تا کہ زیاد بن ابیہ کی علنی طور پر مخالفت نہ کر سکے اور امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کو تقویت بخشنے کیلئے کوشش و فعالیت نہ کر سکے نتیجہ کے طور پر قرشی خلافت نے خاندان پیغمبر" صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم "کو کربلا میں اپنے اصحاب سمیت خون میں غلطان کرکے ان کے بے سر اجساد کو میدان میں برہنہ چھوڑنے میں کامیاب ہوئے ۔

یہاں پر قبائل عدنان کی قبائل قحطان سبئی پر کامیابی عروج کو پہنچی ۔

## سبئیہ قیام مختار میں

کربلا کے جانکاہ حادثہ اوریزید بن معاویہ کی ہلاکت کے بعد کوفیوں کے دل بیدار ہوئے چونکہ امام حسین علیہ السلام کی نصرت کرنے میں انہوں نے سخت کوتاہی کرکے کنارہ کشی کی تھی ، اس لئے انہوں نے ذہنی طور پر احساس ندامت و پشیمانی محسوس کی اور ان میں سے ''توابین ''نام کی ایک فوج تشکیل پائی اس فوج نے ابن زیاد کی فوج سے جنگ کی یہاں تک سب شہید کئے گئے اس کے بعد

سبائی قبائل مختار ثقفی کے گرد جمع ہوئے اور حسین ابن علی علیہ السلام کی خونخواہی کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ان کی کمانڈ ابراہیم بن اشتر سبئی کررہے تھے ایک عظیم اور نسبتاًقوی فوج وجود میں آگئی ابتداء میں انہوں نے عمر بن سعد عدنانی، شمر بن ذی الجوشن ضبابی اور قبائل عدنان کے بہت سے دوسرے افراد جن کا امام حسین علیہ السلام کے قتل میں مؤثر اقدام تھا کو قتل کیا، ان کے مقابلہ میں قبائل عدنان کے افراد مصعب بن زبیر عدنانی کے گرد جمع ہوئے اور قبائل سبئی اور حسین علیہ السلام کے خونخواہوں سے مقابلہ کیلئے آمادہ ہوگئے ان سے ایک سخت جنگ کی اور ان پر غالب آگئے اور امام حسین علیہ السلام کے خونخواہوں کی رہبری کرنے والے مختار کو قتل کیا۔

ان تمام کشمکش اور نزاعی مدت میں کوفہ و بصرہ پر زیاد بن ابیہ کی حکومت جس میں ایران بھی ان کی حکومت کے زیر اثر تھا تمام مشرقی اسلامی ممالک سے خلفائے بنی امیہ کی آخر (۱۳۲ ھء ہے) تک خلافت قرشی عدنانی اپنے مخالفوں سے ---جو خاندان پیغمبر صلی اللھعلیہ و آلہ وسلم کے دوستداران و شیعہ تھے--- دو اسلحہ سے جنگ لڑتے تھے جیساکہ تمام جنگوں میں یہ رسم ہے کہ گرم اسلحہ کے علاوہ سرد اسلحہ یعنی پروپیگنڈا اور افترا پردازی سے بھی استفادہ کرتے تھے اس نفسیاتی جنگ میں دربارِ خلافت سے وابستہ تمام شعراء، مقررین، قلم کار، محدثین، اور دانشور تمام شیعوں، بالخصوص سبائیہ قبائل کے خلاف منظم ہوگئے تھے دربار سے وابستہ یہ لوگ اس نفسیاتی جنگ میں مختار کے خلاف کہتے تھے: "مختار" نے وحی اور نبوت کا دعویٰ کیا ہے' اس پروپیگنڈا پر اتنا زور لگایا گیا کہ یہ افتراء اس درجہ مشہور ہوا کہ نسل در نسل نقل ہوتا رہا اور رواج پا گیا یہاں تک کہ بات زبان سے گزر کر سرکاری کتابوں اور دیگر اسناد میں درج ہو گئی اور مختار کے خلاف اس نفسیاتی جنگ نے اس کے حامیوں اور طرفداروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا، جو اکثر سبئی تھے (۱)

## سبئیہ بنی امیہ کے آخری ایام میں

عدنانی اور سبئی قبائل کے درمیان یہ کشمکش اور ٹکراؤ شروع شروع میں مدینہ اور کوفہ تک محدود تھا، بعد میں یہ وسیع پیمانے پر پھیل کر تمام جگہوں تک پہنچ گیا، یہاں تک تمام شہروں اور علاقوں میں ان دو قبیلوں کے درمیان اختلاف اور کشمکش پیدا ہوگئی اس راہ میں کافی خون بہائے گئے انسان مارے گئے موافقین کے حق میں اور مخالفین کی مذمت میں شعر و قصیدے کہے گئے یہ عداوت و دشمنی اور نفرت و بیزاری بنی امیہ کی حکومت کے آخری ایام میں شدید صورت اختیار کر کے عروج تک پہنچ گئی تھی۔

---

۱۔ چنانچہ گزشتہ فصل میں شبث بن ربعی کی سعد بن حنفی کے ساتھ روایت میں بیان ہوا کہ مختار سے پہلے لفظ "سبئہ" سرزنش اور قبائل کی تعبیر میں استعمال ہوتا تھا اس عنوان سے کہ وہ علی کے شیعہ تھے جیساکہ داستان حجر میں اسکی وضاحت کی گئی لیکن مختار کی بغاوت کے بعد دشمن کی زبان پر "سبئیہ" قبائل یمانیہ کے ان افراد کو کہتے تھے جو

قبائل عدنانی سے جنگ و پیکار کرتے تھے اور مختار ثقفی پر ایمان رکھتے تھے اس نام گزاری میں بھی اشارہ اس کی طرف تھا کہ مختار نے نبوت کا دعوی کیا ہے اور ان افرد نے اس کی دعوت کو قبول کیا ہے اور اس پر ایمان لایا ہے لیکن مختار اور اس کے پیرؤں کے بارے میں یہ بات بھی افتراء اور بہتان کے علاوہ کچھ نہیں تھی ۔(

## "سبئیہ"، سیف بن عمر کے دوران

حرّف سیف کلمة السبئية

جب سیف کا زمانہ آیا تو لفظ " سبئیہ " کو تحریف کرکے اس کے اصلی معنی سے ایک دوسرے معنی میں تبدیل کردیا ۔ مؤلف بنی امیہ کے دورکے آخری ایام میں عدنانیوں اور قحطانیوں کے اختلافات عروج پر پہنچ چکے تھے۔ دونوں طرف کے ادیب اور شعراء اپنے قبائل کی مدح میں اور دشمنی کی مذمت وسرزنش میں شعر و قصیدہ لکھتے تھے اسی زمانے میں کوفہ میں سیف بن عمر تمیمی پیدا ہوا ۔ اس نے تاریخ اسلام میں دو بڑی کتابیں " المرد و الفتوح " اور " الجمل و مسیر علی و عائشہ " لکھیں ۔ اس نے ان دونوں کتابوں کو گوناگوں تحریفات ، جعلیات ، توہمات پر مشتمل روایتوں سے بھر دیا ۔ اس نے دسیوں بلکہ سیکڑوں شعراء احادیث، پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے راوی ، پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب ، تابعین اسلامی جنگوں ، کے سورما اور فاتح اور بہت سے دیگر افراد کو اپنے ذہن سے جعل کیا جن کا دنیا میں در حقیقت کہیں وجود ہی نہیں تھا ۔ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک کی نام گزاری کرکے خاص عنوان دیا ، ان کے نام پر داستانیں ، تاریخی وقائع ، کثیر روایتیں ، اشعاراور احادیث جعل کیں ۔ ان تمام چیزوں کو اسنے جعل کئے ہوئے نام و نشان اور خصوصیات کے ساتھ اپنی مذکورہ دو کتابو ں میں درج کیا ۔

دوسرا خطرناک کام جو سیف نے ان دو کتابوں میں انجام دیا وہ یہ تھا کہ اس نے تمام خوبیوں فضائل ، مجاہدتوں اور نیکیوں کو قبائل عدنان کے نام پر درج کیا اور تمام عیوب ، نواقص ، برائیاں ، اور مفاسد کو قبائل قحطان و سبئی سے نسبت دیدی انکے بارے میں جتنا ممکن ہوسکا دوسروں کی عیوب و نواقص کو بھی جعل کیا اہم ترین مطلب جو اس نے ان کی مذمت او رسرزنش میں جعل کیاوہی ' 'افسانہ سبئیہ " تھا کہ اس افسانہ میں " سبئیہ " کو ایک یہودی اور سیاہ فام کنیز کے بیٹے عبداللہ بن سبا کے پیرو کے طور پر پہچنوایا ہے اسی طرح اس نے لفظ "سبئیہ " کو اپنے اصلی مفہوم ---کہ قبیلہ کی نسبت کے طو پر قبائل سبائی اور ان کے ہم پیمانوں کی سرزنش کے عنوان سے استعمال ہوتا تھا ---سے تحریف کرکے ایک مذہبی مفہوم میں تبدیل کیا اور کہا: سبئیہ ایک منحرف مذہبی گروہ ہے جوگمنام اور منحرف یمانی الاصل یہودی عبداللہ بن سبا کے پیرو و معتقدہیں ، اس کے بعد عصر عثمان اور امیر المؤمنین کے دور کے تمام جرم و جنایات کو ان کے سر پر تھونپ کر کہتا ہے کہ:اسی فرقہ سبئیہ کے افراد تھے ۔جو ہمیشہ حکومتوں سے عداوت اور مخالفت کرتے تھے ۔

ان کے بارے میں طعنہ زنی اور عیب جوئی کرتے تھے لوگوں کوان کے خلاف اکساتے تھے ،یہاں تک ان پر یہ تہمت بھی لگائی ہے کہ انہوں نے متحد ہوکر مسلمانوں کے خلیفہ عثمان کو مدینہ میں قتل کیا اور عبدللہ بن سبا سے منسوب اسی سبیئہ گروہ کو جنگ جمل کے شعلے بھڑکانے کا بھی ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔

سیف نے اپنے اس بیان سے قبائل عدنان کے بزرگوں اور سرداروں جن میں سے خود بھی ایک تھا کو ہر جرم، خطا اور لغزش سے پاک و منزہ قرار دیا ہے اور سبئیہ کو جنگ جمل اور اس میں ہوئی برادر کشی کا ذمہ دار قرار دیا ہے سیف نے اپنی باتوں سے ان تمام فتنوں کو ایجاد کرنے والے، جیسے: مروان، سعید، ولید، معاویہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، طلحہ، زبیر، عائشہ اور قبائل عدنان کے دسیوں دیگر افراد کو بے گناہ ثابت کیا ہے، جنہوں نے علی علیہ السلام کی عدل و انصاف پر مبنی اور تفریق سے عاری حکومت کے خلاف جنگ جمل بھڑکائی۔ اس طرح تمام جرائم و گناہ و ظلم و بربریت کو گروہ سبئیہ کے سر تھونپا ہے۔ سیف نے اپنے کام میں اپنے وقت کے تمام ادیبوں اور مؤلفین خواہ وہ عدنانی ہوں یا قحطانی، پر سبقت حاصل کی ہے کیونکہ ان میں ہر ایک ادیب یا شاعر تھا جس نے اپنے قبیلہ کی مدح میں یا اپنے مد مقابل قبیلہ کی مذمت میں کچھ لکھا یا کہا ہوگا لیکن سیف نے دسیوں شاعر اور ادیب جعل کئے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے قبیلہ کی مدح اور اپنے مد مقابل کی مذمت میں سخن آفرینی کی ہے۔

ان سب چیزوں سے اہم تر یہ کہ سیف اپنے افسانوں کو حقیقی رنگ و روپ دینے میں کامیاب ہوا، اس نے اپنے جعل کئے ہوئے شاعروں کے نام پر کہے اشعار اور اپنے جعل کئے ہوئے جعلی اصحاب کے نام فتح و معجزہ اور حدیث گڑھ کر ان کو تاریخی حوادث اور اشخاص کی صورت میں پیش کیا ہے، اور اس طرح اپنے تمام افسانوں کو دوسری صدی ہجری سے آج تک مسلمانوں میں تاریخ لکھنے کے نام پر بے مثال رواج دیا اس نے اپنے تمام چھوٹے بڑے افسانوں کیلئے روایتوں کے مانند سند مآخذ جعل کر کے اپنے جعلی راویوں سے روایت نقل کی ہے۔

سیف کی سبقت حاصل کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ لفظ سبئیہ کو قبیلہ کی نسبت اور قبائل یمانی اور ان کے ہم پیمانوں کی سرزنش کے معنی و مفہوم سے ایک نئے مذہبی معنی میں تحریف کرنا اور خوارج کے سردار عبداللہ بن وہب سبائی و عبداللہ بن سبا یہودی میں تبدیل کرکے اسے سبائیوں کے نئے مذہبی فرقہ "سبئیہ" کا بانی بتانے میں کامیاب ہوا ہے!!

حقیقت میں سیف نے افسانہ "سبئیہ' کو تاریخ کے عنوان سے جعل کیا ہے، ایک موذی شخص کو اس افسانہ کا ہیرو بنایا ہے اور اس کا نام عبداللہ بن سبا رکھا ہے اس کے بعد اس کو چالاکی او رخاص مہارت سے تاریخ کے بازار میں پیش کیا ہے پھر یہ افسانہ تاریخ لکھنے والوں کے مزاج کے مطابق قابل قبول قرار پایا ہے اس وجہ سے "افسانہ سبئیہ" نے خلاف توقع اشاعت اور شہرت پائی اس افسانہ کے خیالی ہیرو عبداللہ سبا نے بھی کافی شہرت حاصل کی جس کے نتیجہ میں عبداللہ بن وھب فراموشی کا شکار ہوگیا جبکہ علی علیہ السلام کے دوران لفظ سبئی اسی عبداللہ بن وھب سبائی سے منسوب تھا کہ جو فرقہ خوارج کا رئیس تھا سیف کے افسانہ کو اشاعت ملنے کے بعد یہ لفظ اپنے اصلی معنی سے تحریف ہوکر ایک تازہ پیدا شدہ مذہبی فرقہ میں استعمال ہوا ہے جس کا بانی بقول سیف عبداللہ سبا نامی ایک یہودی تھا، اس جدید معنی میں اس لفظ نے شہرت پائی، اور عبداللہ بن وھب سبائی بھی عبداللہ سبائی یہودی میں تبدیل ہوگیا اس تاریخ کے بعد رفتہ رفتہ لفظ "سبئیہ" کا قبیلہ سے نسبت کے طور پر استعمال ہونا متروک ہوگیا، خاص طور پر

عراق کے شہروں اور عراق کے گرد و نواح شہروں اور افسانہ عبداللہ بن سبا اور فرقہ سبائیہ کی پیدائش کی جگہمیں اس کا اصلی معنی میں استعمال مکمل طورپر فراموشی کی نظرہوگیایہاں تک کہ ہم نے اپنے مطالعات میں اس کے بعد کسی کو نہیں دیکھا جو ان شہروں میں سبا بن یشجب سبئی سے منسوب ہوا ہو لیکن یمن، مصر اور اندلس میں دوسری اور تیسری صدی ہجری میں کبھی یہ لفظ اسی اصلی معنی میں استعمال ہوتا تھا ،بعض افراد جو فرقہ " سبئیہ "' کے بانی عبداللہ بن سبا سے اصلا کوئی ربط نہیں رکھتے تھے سبا بن یشجب اور قبیلہ قحطان سے منسوب ہونے کے سبب سبئیہ کہے جاتے تھے صحاح کی کتابوں کے مولفین نے بھی حدیث میں ان سبئی افراد کوبعنوان حدیث کے قابل اعتماد راویوں کے طورپر ذکر کیا ہے لیکن بعد میں ان شہروں میں بھی زمانہ کے گزرنے کے ساتھ سبئیہ کا استعمال بعنوان قبیلہ بالکل نابود ہوگیا اور اس طرح اس لفظ نے تمام شہروں اور اقطاع عالم میں ایک مذہبی فرقہکے نام سے شہرت پائی ہم اگلی فصل میں اسی کی وضاحت کریں گے ۔

## تاریخ ، ادیان اور عقائد کی کتابوں میں عبداللہ بن سبا

هم الذين يقولون ان عليّاً فى السحاب وان الرعد صوته و البرق سوطه

گروہ سبائیہ معتقد ہیں کہ علی" علیہ السلام "بادلوں میں ہیں اور رعد ان کی آواز اوربرق ان کا تازیانہ ہے. علمائے ادیان و عقائد.

## تاریخ میں عبداللہ سبا کی متضاد تصویریں

سیف نے افسانہ عبداللہ سبا و سبئیہ کو جعل کرکے اپنی کتابوں میں تاریخی حوادث کے طورپر ثبت کیا ہے ، اس کے بعد طبری اور دوسرے مورخین نے اس کی دو کتابوں سے اس افسانہ اور سیف کے دوسرے افسانوں کو نقل کرکے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے خاص کر افسانہ سبئیہ کو مسلمانوں میں پہلے سے زیادہ منتشر کیا اس افسانہ کے منتشر ہونے کے بعد لفظ " سبئیہ "تمام نقاط میں اور تمام لوگوں کی زبانوں پر عبداللہ بن سبا کے ماننے والوں کیلئے استعمال ہوا اور اس معنی میں خصوصیت پیدا کرگیا اس کے بعد اس کا اپنے اصلی معنی میں ---کہ قبیلہ قحطان اور سبا بن یشجب سے منسوب ہونا --- استعمال متروک ہوگیا ہے۔

لیکن بعد میں سبئی کا مفہوم اس معنی سے بھی تغیر پیدا کرگیا اور اس میں ایک تبدیلی آگئی اور یہ لفظ مختلف صورتیں اختیار کرگیا اس کا جعل کرنے والا بھی متعدد قیافوں اور عنوانوں سے ظاہر ہوا ، مثلاً : دوسری صدی ہجری کے اوائل میں سیف کی نظر میں " سبئی "

اس کو کہا جاتا تھا جو علی علیہ السلام کی وصایت کا معتقد ہو لیکن تیسری صدی کے اواخر میں ' سبئی " اس کو کہتے تھے جو علی علیہ السلام کی الوہیت کا معتقد ہو اسی طرح عبداللہ بن سبا سیف کی نظر اور اسکے زمانے میں وہی ابن سودا تھا لیکن پانچویں صدی ہجری

کے اوائل میں عبداللہ بن سبا، ابن سودا کے علاوہ کسی اور شخصیت کی حیثیت سے پہچانا گیا بلکہ یہ الگ الگ دو افراد پہچانے گئے کہ ہر ایک اپنی خاص شخصیت کا مالک تھا اور وہ افکار و عقائد بھی ایک دوسرے سے جدا رکھتے تھے کلی طور پر جو مطالب پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں عبداللہ سبا کے بارے میں ذکر ہوئے ہیں ان سے یوں استفادہ کیا جاسکتا ہے عبداللہ سبا چند اشخاص تھے، اور ہر ایک کے لئے اپنی مخصوص داستان تھی:

اول: عبداللہ بن وھب سبائی جو علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے زمانے میں زندگی کرتا تھا وہ خوارج گروہ کا سردار تھا لیکن علماء کی ایک مخصوص تعداد کے علاوہ اسے کوئی نہیں جانتا۔

دوم: وہ عبداللہ بن سبا جو ابن سودا کے نام سے مشہور تھا سیف کے کہنے کے مطابق یہ عبد اللہ سبا فرقہ "سبائیہ" کا بانی کہ جو علی علیہ السلام کی رجعت اور وصایت کا معتقد تھا اس نے اکثر اسلامی ممالک اور شہروں میں فتنے اور بغاوتیں برپا کی ہیں، لوگوں کو گورنروں اور حکمرانوں کے خلاف اکساتا تھا نتیجہ کے طور پر سبائی مختلف شہروں سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پر جمع ہونے کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ عثمان کو قتل کرڈالا یہ وہی تھے جنھوں نے جنگ جمل کی آگ بھڑکائی اور مسلمانوں میں ایک زبردست قتل عام کرایا۔

سوم: عبداللہ سبائی، غالی، انتہا پسند تیسرا عبداللہ سبا ہے وہ فرقہ سبئیہ کا بانی تھا جو علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کرکے انکی الوہیت کا قائل ہوا تھا۔

پہلا عبداللہ سبائی حقیقت میں وجود رکھتا تھا اور علی ابن ابیطالب کے زمانہ میں زندگی بسر کرتا تھا اپنے حقیقی روپ میں کم و بیش تاریخ کی کتابوں میں درج ہوا ہے دوسرا عبدللہ بن سبا وہ ہے جسے بنی امیہ کی حکومت کے اواخر میں سیف کے طاقتور ہاتھوں سے جعل کیا گیا ہے اس کی زندگی کے بارے میں روایتیں اسی صورت میں تاریخ کی کتابوں میں ہیں جیسے سیف نے اسے جعل کیا ہے۔

لیکن تیسرا عبداللہ بن سبا، جو تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوا ہے اس کے بارے میں روایتیں دن بہ دن وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی ہیں اور اسکے بارے میں مختلف داستانیں و مطالب مفصل طور پر نقل کئے گئے ہیں کہ تاریخ، رجال اور مخصوصاً ادیان و عقائد کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔

ایک مختصر بحث و تحقیق کے پیش نظر شاید اس روداد کی علت اور راز یہ ہو کہ عبداللہ بن وھب سبائی یا پہلا عبداللہ چونکہ حقیقت میں وجود رکھتا تھا اس کے بارے میں سرگزشت اور روایتیں جس طرح موجود تھیں اسی طرح تاریخ میں آگئی ہیں اور اسی مقدار کے ساتھ اختتام کو پہنچی ہیں لیکن دوسرا عبداللہ بن سبا، چونکہ اس کو خلق کرنے والا سیف بن عمر ہے اس لئے اس نے اس افسانہ کو حسب پسند اپنے خیال میں تجسم کرکے جعل کیا ہے اس کے بعد اسے اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور بعد والے مؤرخین

نے بھی اسی جعل کردہ افسانہ کو اس سے نقل کرکے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اس لحاظ سے ان دو عبد اللہ بن سبا کے بارے میں اخبار رو روایتوں میں زمانہ اور صدیاں گزرنے کے باوجود کوئی خاص فرق نہیں آیا ہے ۔

لیکن ، تیسرا عبداللہ سبا چونکہ مؤرخین اور ادیان و عقائد کے علماء نے اس کے بارے میں روایتوں اور داستانوں کو عام لوگوں اور گلی کوچوں سے لیا ہے اور عام لوگوں کی جعلیات میں بھی ہر زمانے میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ۔ اس لئے تیسرے عبداللہ بن سبا کے افسانہ میں زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ وسعت پیدا ہوکر تغیرات آگئے ہیں تیسری صدی ہجری کے آواخر سے نویں صدی ہجری تک کتابوں میں عبداللہ بن سبا کی شناخت یوں کرائی گئی ہے؛

الف ) عبداللہ سبا وہی ہے جو علی علیہ السلام کی خلافت کیلئے بیعت کے اختتام پر حضرت کی تقریر کے بعد اٹھا اور بولا: " یا علی ! تم کائنات کے خالق ہو اور رزق پانے والوں کو رزق دینے والے ہو !" امام علیہ السلام اس کے اس بیان سے بے چین ہوئے اور اسے مدینہ سے مدائن جلا وطن کیا اس کے بعد ان کے حکم کے مطابق ان کے ' سبئیہ " نامی گیارہ ماننے والوں کو گرفتار کرکے آگ میں جلادیا ، ان گیارہ افراد کی قبریں اسی سرزمین صحرا میں معروف ہیں ۔

ب) عبداللہ بن سبا ، وہی ہے جس نے امام علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا ہے اور انہیں پناہ خدا تصور کیا، لوگوں کو اپنے اس باطل عقیدہ کی طرف دعوت دی ، ایک گروہ نے اس کی اس دعوت کو قبول کیا ،علی علیہ السلام نے بھی اس گروہ میں سے بعض افراد کو آگ کے دو گڑھوں میں ڈال کرجلا دیا یہاں پر بعض شعراء نے کہا ہے:

لترم بی الحوادث حیث شاءَ ت

اذا لم ترم فی الحضرتین

یعنی : حوادث روزگار ہمیں جس خطرناک عذاب میں ڈال دیں ، ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے مگر ہمیں علی علیہ السلام آگ کے ان دو گڑھوں میں نہ ڈالےں ۔

علی علیہ السلام نے جب ابن سبا کے اس غلو و انحراف کا مشاہدہ کیا تو اسے مدائن میں جلاوطن کردیا وہ علی علیہ السلام کی رحلت کی خبر سننے تک مدائن میں تھا ، اس خبر کو سننے کے بعد اس نے کہا: علی علیہ السلام نہیں مرے ہیں ، جو مرگیا ہے وہ علی علیہ السلام نہیں تھے بلکہ شیطان تھا ، جو علی علیہ السلام کے روپ میں ظاہر ہوا تھا کیوں کہ علی علیہ السلام نہیں مرےں گے بلکہ انہوں نے عیسیٰ کے مانند آسمانوں کی طرف پرواز کی ہے اور ایک دن زمین پر اترکر دشمنوں سے انتقام لیں گے!

ج) عبداللہ سبا وہی ہے جس نے کہا: علی خدا ہیں اور میں ان کا پیغمبر ہوں علی علیہ السلام نے اسے گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا ۔ عبداللہ بن سبا تین دن رات تک اسی زندان میں رہا ، اس مدت کے دوران اس سے درخواست کرتے تھے کہ توبہ کرے اور

اپنے باطل عقیدہ کو چھوڑدے ، لیکن اس نے توبہ نہیں کی ،علی علیہ السلام نے اسے جلادیا اس روداد کے بارے میں علی نے یہ شعرپڑھا :

لما رایت الامر منکرا اوقدت ناری و دعوت قنبراً

”جب میں نے ناشائستہ عمل دیکھا، اپنی آگ کو شعلہ ور کرکے قنبر کو بلایا“

د) عبداللہ بن سبا وہی تھا جب امام علی بن ابیطالب علیہ السلام نے اسکے سامنے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے تو اس نے امام پر اعتراض کیا اور کہا؛ کیا خدائے تعالیٰ ہر جگہ پر نہیں ہے؟!! کیوں دعا کے وقت اپنے ہاتھ کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہو ؟

ہ) عبداللہ بن سبا وہی ہے جو اپنے ماننے والوں کے ہمراہ امام کی خدمت میں آکر کہنے لگا: اے علی علیہ السلام تم خدا ہو ! علی علیہ السلام نے بھی ان کی کفر آمیزباتوں کے جرم میں ان سب کو آگ میں جلادیا ، ان کو ایک ایک کرکے آگ میں ڈالتے وقت وہ کہتے تھے :اب ہمیں یقین ہوگیا کہ علی علیہ السلام ہی خدا ہیں ، کیونکہ خدا کے علاوہ کوئی اور کسی کو آگ سے معذّب نہیں کرتا ہے!

ز) عبداللہ بن سبا پہلا شخص تھا جس نے ابوبکر، عمر، عثمان، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام اصحاب کی مذمت و سرزنش کی اور ان سے بیزاری کی، مسیب بن نجبہ نے اسے گرفتار کیا اور گھسیٹتے ہوئے امام کے پاس لے آیا ، حضرت نے پہلے ابو بکر و عمر کی ثنا خوانی کی اور ان کا احترام کیا، اس کے بعد فرمایا: جو بھی مجھے ان سے برترو افضل جانے گا میں اس پر افتراء کی حد جاری کروں گا ، اس کے بعد اسے مدائن جلا وطن کردیا۔

ح) عبداللہ بن سبا ، وہی تھا کہ علی کو مرنے کے بعد بھی زندہ جانتا تھا جب وہ مدائن میں جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا اور اس سے علی علیہ السلام کی رحلت کی خبر دی گئی ،تو اس نے اس خبر کو قبول نہیں کیا جس نے یہ خبر دی تھی اسے کہا: اے دشمن خدا ! خدا کی قسم تو جھوٹ بول رہاہے ، اگر علی علیہ السلام کے سر کی کھوپڑی بھی میرے سامنے لاؤ گے اور ستر عادل مومن گواہی دیں گے کہ علی علیہ السلام وفات کرگئے ہیں پھر بھی میں تیری بات کی تصدیق نہیں کروں گا کیونکہ میں جانتاہوں کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نہیں مریں گے اور نہ قتل کئے جائیں گے یہاں تک کہ پوری دنیا پر حکمرانی کریں گے،اس کے بعد عبداللہ بن سبا اسی دن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدائن سے کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا وہ علی کے گھر کے دروازے پر پہنچے دوروازہ پر کھڑے ہو کر جس طرح کسی زندہ انسان سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہتے ہیں علی علیہ السلام سے اجازت طلب کی ، امام کے خاندان والوں نے ان کی رحلت کی خبر دی ، انہوں نے علی کی وفات کو قبول نہیں کیا اور امام کی رحلت کے بارے میں امام کے اہل بیت علیہم السلام کی بات کو ماننے سے انکار کیا اور اسے جھوٹ کہا:

یہ تھا ان مطالب کا ایک خلاصہ جو تیسرے عبداللہ سبا کے بارے میں کہے گئے ہیں اور اسکی زندگی کے حالات اورعقیدہ کے طور پر کتابوں میں ثبت ہوکر رائج ہوئے ہیں اسی کے بارے میں مزید کہا گیا ہے: عبداللہ بن سبا وہی ابن سودا ہے یعنی ایک سیاہ فام کنیز کا بیٹا ، اس کے باوجود معروف یہ ہے ابن سبااور ابن السوداء دوافراد اور الگ الگ دو شخصیتیں ہیں ۔

اور کہا گیا ہے کہ : دوسرا عبداللہ بن سباحیرہ کے یہودیوں میں سے تھا ، اس نے علی علیہ السلام اور اس کی اولاد کے بارے میں تاویلات کرکے مسلمانوں کے دین کو فاسد و منحرف کرنا چاہاتا کہ مسلمان علی علیہ السلام اور ان کے فرزندوں کے بارے میں وہی اعتقادپیدا کریں جو عیسائی حضرات عیسیٰ کے بارے میں رکھتے ہیں اس کے علاوہ وہ کوفہ کے لوگوں پر ریاست اور سرپرستی کرنا چاہتا تھا ۔ اس لئے اس نے کوفہ کے لوگوں میں افواہ پھیلائی کہ توریت میں آیا ہے " ہر پیغمبر کا ایک وصی ہے اور علی علیہ السلام بھی محمد خاتم النبیین صلی اللہعلیہ و آلہ وسلم کے وصی ہیں " لوگوں نے یہ بات اس سے سن کر علی علیہ السلام کو پہنچا دی کہ ابن سوداء آپ کے دوستداروں اورچاہنے والوں میں سے ہے ، علی( علیہ السلام )نے اس کا کافی احترام کرتے اور اسے اپنے منبر کے نیچے بٹھاتے تھے لیکن جس دن علی علیہ السلام کے بارے میں عبداللہ کا غلو ظاہر ہواا ور حضرت تک پہنچا تو حضرت نے اس کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا، لیکن چونکہ حضرت اس کے ماننے والوں کے فساد و بغاوت سے ڈر گئے اس لئے اس کے قتل سے منصرف ہوئے اور عبداللہ بن سبا کو مدائن جلاوطن کیا جب اس نے مدائن میں گروہ رافضہ سبئیہ کو کفر و بے دینی میں شدیدترین اور منحرف ترین افراد پایا تووہ ان کے ساتھ جاملا ۔

گروہ سبئیہ جن کا بانی یہی تیسرا عبداللہ سبا تھا،کہتے تھے :

علی علیہ السلام بادلوں میں ہے ، رعد اس کی آواز اور برق اس کا تازیانہ ہے اور جب بھی رعد کی آواز ان کے کانوں تک پہنچتی ہے اس کے مقابلے میں کھڑے ہوکر تعظیم و احترام کے ساتھ کہتے ہیں :

السلام علیک یا امیر المؤمنین

یہ گروہ سبئیہ وہی ہیں جو کہتے ہیں : امام علی ابن ابیطالب وہی مہدی موعودہیں کہ دنیا اس کے انتظار میں ہے وہ تناسخ کا اعتقاد رکھتے ہیں اورکہتے ہیں : ائمہ اہل بیت علیہم السلام خداکا جزء ہیں ۔

وہ کہتے ہیں : ' خدا کے ایک جزء نے علی علیہ السلام میں حلول کیا ہے "

وہ کہتے ہیں : " ہمارے ہاتھ میں جو قرآن ہے وہ حقیقی قرآن کے نو حصوں میں سے ایک حصہ ہے کہ اس کا پورا علم علی علیہ السلام کے پاس ہے۔

وہ " ناووسیہ " سے متحد ہیں اور کہتے ہیں : جعفر بن محمد علیہما السلام تمام تعالیم اور احکام دین کے عالم ہیں ۔

انہوں نے ہی مختار کو نبوت کا دعویٰ کرنے پر مجبور کیا ۔

یہ وہی فرقہ " طیارہ " ہے جو کہ کہتے ہیں: ان کی موت ان کی روح کا عالم بالا کی طرف پرواز کے علاوہ کچھ نہیں ہے، مزید کہتے ہیں: روح القدس عیسیٰ سے محمد میں منتقل ہوا ہے اور محمد سے علی میں اور ان سے حسن و حسین علیہما السلام میں اور ان سے دیگر ائمہ میں جو ان کی اولاد ہیں ۔

وہ اسی عمر ابن حرث کندی کے اصحاب ہیں جس نے اپنے ماننے والوں کو دن رات کے اندر سترہ (۱۷) نمازیں واجب کیں کہ ہر نماز پندرہ رکعت کی تھی یہ گروہ اعتقاد رکھتا تھا کہ علی نہیں مرے ہیں بلکہ اپنی مخلوق سے ناراض ہو کر کے ان سے غائب ہو گئے ہیں اور ایک دن ظہور کریں گے وہ، وہی خشبیہ فرقہ ہے جو مختار کا ماننے والا ہے ۔ وہ، وہی گروہ ممطورہ ہیں ۔

اسی طرح وہ دوسرے دسیوں گروہ ہیں !جو تیسرے عبداللہ بن سبا کے پیرو گروہ "

سبئیہ " کے بارے میں نقل ہوئے ہیں ۔

ہم نے جعل کئے گئے فرقہ سبائی کے بارے میں ان بیہودگیوں، بہتانوں، ملاوٹوں اور تحریفات کو دیکھا ۔ اگلی فصلوں میں ان کے بانی عبدللہ سبائی پر بحث و تحقیق کریں گے ۔

## جعل و تحریف کے محرکات

انہا کانت تدمغ ائمة اہل البیت فی جمیع العصور

یہ جعلیات اور افسانے تمام زمانوں میں شیعوں کو نقصان پہنچانے اور انہیں کچلنے کیلئے تھے۔ مؤلف

اگر ہم تمدن اسلامی کے بعض مواقع کے بارے میں ایجاد کی گئی تحریفات اور تغیرات پر دقیق بحث و تحقیق کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان تحریفات میں سے بعض مؤلفین کی غلطیوں کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں ان غلطیوں سے دوچار ہونے والے افراد، انکی اشاعت کرنے میں شاید سیاسی محرک یا خاندانی تعصب یا مذہبی تعصب کار فرما نہیں تھا۔

لیکن افسانہ عبداللہ بن سبا اور سبئیہ کے جعل و نشر میں عام طور پر ملوث افراد اور خصوصی طور پر وقت کی حکومتیں مختلف عزائم اور محرکات رکھتی تھیں، کیونکہ:

۱ (افسانہ عبد اللہ بن سبا، اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ہونے والے اعتراضات اور تنقیدوں پر پردہ پوشی کرتا ہے اور انہیں ان اعتراضات سے پاک، منزہ اور مبرا کرتا ہے یہ ایک بہت نازک اور سیاسی مطلب ہے جو تمام ادوار میں لوگوں کے مختلف طبقات اور صاحب قدرت اور حکومتوں کا پسندیدہ تھا۔

۲۔ یہ افسانہ اسلام کی ابتدائی صدیوں کے تمام تاریخی مظالم، عیوب، خطاؤں اور گناہوں کو قبائل قحطان کی گردن پر ڈالتا ہے اور اس کے مقابلہ میں تمام فضائل و تاریخی کارناموں کو قبائل عدنان سے نسبت دیتا ہے چونکہ خاندان عباسی کے اواخر تک حکومتیں قبیلہ قریش اور عدنانیوں میں رہی ہیں، یہ لوگ قحطانیوں اور سبائیوں سے عداوت اور شدید مخالفت رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اس افسانہ کی اشاعت اور ترویج میں جو ان حکومتوں کے حق میں اور ان کے دشمنوں کے نقصانات میں تھا۔ تمام قدرت اور پوری طاقت کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی۔

۳۔ ان سب سے اہم یہ کہ یہ افسانہ خلفاء کی حکومت کے مخالفوں ---جو خاندان عصمت کے شیعہ تھے--- پر کفر و الحاد کا الزام لگا کر انہیں دین و مذہب سے خارج کرتا ہے کیونکہ یہ لوگ خلفای عثمانی کے دور تک تمام ادوار میں حتی آج تک وقت کی حکومتوں کے مخالف تھے۔ خود یہی افسانہ ہے جس نے گزشتہ زمانہ میں وقت کی حکومتوں کیلئے شیعوں پر حملہ کرنے کا راستہ ہموار کیا ہے اور شیعوں پر ہر قسم کے دباؤ، مشکلات، اور دشواریاں ایجاد کرنے کیلئے حکومتوں کیلئے قوی سہارا اور مضبوط دستاویز کا کام کیا ہوا ہے بالکل واضح ہے کہ وقت کی حکومت اس قسم کی فرصت سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کرتی اور اس قسم کے وسیلہ کی تائید و تثبیت کرنے کیلے پوری طاقت اور قدرت کو بروئے کار لائی ہے۔

خودیہی محرک اور اس کے علاوہ دوسرے محرکات تھے جس نے اس افسانہ کو وجود بخشانیز اس کو اشاعت اورشہرت دی اور اس سلسلے میں علماء و محققین پر بحث و تحقیق کے دروازے مسدود کردیئے یہاں تک خداوند عالم نے اس پر بحث و تحقیق کرنے کی توفیق ہمیں عنایت فرمائی وللہ الحمد و المنۃ

## سیف کی دوسری تحریفات اور جعلیات

سیف کی جعلیات و تحریفات صرف افسانہ عبداللہ بن سبا تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ اس سے پہلے اشارہ کئے گئے محرکات کے علاوہ اپنے الحاد اور زندقہ کے محرکات کے پیش نظر بھی فراوان افسانے جعل کئے ہیں اور ان افسانوں کیلئے سورما بھی خلق کئے ہیں جن کی تحقیق کیلئے ہم نے کئی کتابیں جیسے : "خمسون و ماۃ صحابی مختلق "یعنی "ایک سو پچاس جعلی اصحاب" " رواۃ مختلقون "یعنی "جعلی راوی " اور" عبداللہ بن سبا' تالیف کی ان کتابوں میں ضمنی طور پر ان سوالات کا جواب بھی آیا ہے کہ:یہ تاریخ اسلام میں یہ تحریفات ، تبدیلیاں اور جعلیات کیوں اور کیسے وجود میں آئے ہیں ؟!تاریخ اور حدیث کے علماء نے اس کے مقابلہ میں کیوں بالکل خاموشی اختیار کی ہے اور گزشتہ کئی صدیوں کے دوران اس سلسلہ میں کسی قسم کی تحقیق اورجانچ پڑتال نہیں کی گئی ہے ؟!اس کے علاوہ ہم نے کتاب " عبد اللہ بن سبا"[1] کی فصل " تحریف و تبدیل "میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سیف بن عمر نے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے قاتل عبد الرحمان ابن ملجم کے نام کو کیسے خالد بن ملجم میں تحریف کرکے اسے علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کرنے والے فرقہ " سبئیہ "کی ایک بزرگ شخصیت دکھایا ہے اس کے علاوہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مشہور صحابی " خزیمۃ بن ثابت انصاری "کو کیسے دو اشخاص : ایک " ذو الشہادتین " کے نام سے اور دوسرے کو "غیر ذو الشہادتین "کے نام سے پیش کیا ہے اسی طرح " سماک بن خرشہ انصاری "کو دو اشخاص دکھائے ہیں ایک معروف بہ ابو دجانہ اور دوسرا غیر ابودجانہ ، اور عبداللہ بن سبا کو بھی دو اشخاص دکھانے میں کامیاب ہوا ہے ایک ابن وھب سبائی جو علی علیہ السلام کی خلافت کے دوران گروہ خوارج کا سردار تھا اور دوسرا ابن سبا جس کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں تھا اوراس نے کسی ماں سے جنم ہی نہیں لیا تھا بلکہ یہ سیف کے ذہن کی پیداوار تھا اس لحاظ سے تاریخ اسلام میں جعل ، تحریف اور تخلیق سیف کی باضابطہ ہنر مندی اور معمول کے مطابق پیشہ تھا اور اس میں کسی قسم کے چون وچرا اور تعجب و حیرت کی بالکل گنجائش نہیں ہے پھر بھی ان تحریفات و جعلیات کے مقابلہ میں علماء کی خاموشی تازہ نہیں تھی اور افسانہ عبداللہ بن سبا سے ہی مخصوص نہیں تھی کہ جو ایک فرد محقق کیلئے بُعد اور ناقابل قبول اور ناقابل حل دکھائی دے ۔

---

۱ ۔ اس کتاب کی جلد دوم فارسی ترجمہ ۱۹۲ و ۲۰۴ ملاحظہ ہو۔

پانچ جعلی اصحاب یاددہانی کے طور پر سیف کے سورماؤں کو تخلیق کرنے کے کارنامے اور ان کارناموں کے نمونے پیش کرنے کے لئے یہاں پر مناسب ہے درج ذیل پانچ افسانوی اصحاب کی طرف اشارہ کریں۔

۱۔ قعقاع بن عمرو بن مالک تمیمی اسیدی:

سیف نے اسے ایک زبردست اور الہام شدہ شاعر، پیغمبر کا صحابی اور لشکر اسلام کے کمانڈر کی حیثیت سے پہچنوایا ہے سنی اور شیعہ علماء نے بھی اس کی زندگی کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ہم نے بھی اپنی کتاب "۱۵۰ جعلی اصحاب" میں ۱۴۰ صفحات پر اس کے افسانہ پر بحث و تحقیق کی ہے۔

۲۔ عاصم بن عمرو، قعقاع کا بھائی

۳۔ نافع بن سود بن قطبۃ بن مالک تمیمی اسیدی، قعقاع کا چچیرا بھائی۔

۴۔ زیاد بن حنظلہ تمیمی ۵۔ طاہر بن ابیھالہ خدیجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیوی کا بیٹا۔

اس قسم کے افسانوی افراد بہت زیادہیں جنہیں سیف نے اپنے تصوراور خیال میں خلق کیا ہے اور انہیں بعنوان: راوی، شاعر، صحابی یا جنگی سورما وغیرہ کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اسلامی تمدن کی حسب ذیل شیعہ و سنی کتابوں میں ان کا ذکر آیا ہے:

## اہل سنت علماء کی کتابیں

۱۔ سیف بن عمر تمیمی (وفات تقریباً ۱۷۰ھ) نے اپنی دو کتابوں: "الجمل" اور "الفتوح" میں۔

۲۔ طبری (وفات ۳۱۰ھ) نے اپنی "تاریخ" میں۔

۳۔ بغوی (وفات ۳۱۷ھ) نے اپنی "معجم الصحابہ" میں ۴۔ رازی (وفات ۳۲۷ھ) نے اپنی "الجرح و التعدیل" میں ۵۔ ابن سکن (وفات ۳۵۳ ھف) نے اپنی "حروف الصحابہ" میں۔

۶۔ اصفہانی (وفات ۳۵۶ھ) نے اپنی "اغانی" میں ۷۔ مرزبانی (وفات ۳۷۴ھ) نے اپنی "معجم الشعراء" میں ۸۔ دار قطنی (وفات ۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب "المؤتلف و المختلف" میں ۹۔ ابو نعیم (وفات ۴۳۰ھ) نے اپنی "تاریخ اصفہان" میں ۱۰۔ ابن عبد البر (وفات ۴۳۰ھ) نے اپنی "استیعاب" میں۔

۱۱۔ ابن ماکولا (وفات ۴۷۵ھ) نے "الاکمال" میں۔

۱۲ ۔ ابن بدرون (وفات ۵۶۰ھ) نے "شرح قصیدہ ابن عبدون" میں ۱۳ ۔ ابن عساکر (وفات ۵۷۱ھ) نے اپنی "تاریخ دمشق" میں ۱۴ ۔ حموی وفات (۶۲۶ ئہ) نے " معجم البلدان" میں ۔

۱۶ ۔ ابن اثیر (وفات ۶۳۰ ئہ) نے "الکامل التاریخ" میں ۱۷ ۔ ابن اثیر (وفات ۶۳۰ ئہ) نے "اسد الغابہ" میں ۔

۱۸ ۔ ذہبی (وفات ۷۴۸ ئہ نے "النبلاء" میں ۔

۱۹ ۔ ذہبی (وفات ۷۴۸ ئہ نے "تجرید الاسماء الصحابہ" میں ۲۰ ۔ ابن کثیر (وفات ۷۷۰ھ) اپنی "تاریخ" میں ۲۰ ۔ ابن خلدون (وفات ۸۰۸ ئہ) نے اپنی "تاریخ" میں ۲۱ ۔ حمیری (وفات ۸۲۶ھ) نے اپنی " روض المعطار" میں ۔ اس کتاب کی تاریخ تالیف ۸۲۶ ئہ ہے۔

۲۲ ۔ ابن حجر (۸۵۲ ئہ) نے اپنی "اصابہ" میں ۔

۲۳ ۔ ابن بدان (وفات ۱۳۴۶ ئہ) نے اپنی "تہذیب تاریخ ابن عساکر" میں ۔

## شیعہ علماء کی کتابیں

بعض شیعہ علماء [1] اور مؤرخین نے اہل سنت کی کتابوں پر اعتماد کی وجہ سے ان ہی افسانوی افراد کے نام اور ان کی روایتوں اور داستانوں کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے ،

جیسے:

۱ ۔ نصر بن مزاحم (وفات ۲۱۲ھ) اس کے اپنی کتابوں میں درج کئے بعض مطالب میں سے بعض کو اپنی کتاب " وقعۃ الصفین " میں نقل کیا ہے ۔

۲ ۔ شیخ طوسی (وفات ۴۶۰) نے اپنی " رجال میں ۔

۳ ۔ قہبائی نے " مجمع الرجال " میں ۱۰۱۶ ئہ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوا ہے ۔

۴ ۔ اردبیلی (وفات ۱۱۰۱ھ) نے " جامع الرواۃ میں ۔

---

۱ ۔ علمائے شیعہ نے فقہ کے علاوہ تمام موضوعات جیسے : تفسیر ، سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ، رجال اور تاریخ میں علمائے سنی سے کثرت سے نقل کیا ہے ۔

۵۔ مامقانی (وفات ۱۳۵۲ ھ) نے "تنقیح المقال "میں۔

۶۔ سید عبدالحسین شرف الدین (۱۳۷۷ ھ) نے "الفصول المہمۃ"میں ۷۔ تستری "معاصر قاموس الرجال" میں

نتیجہ اس بحث و گفتگو سے جو نتیجہ حاصل کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ: تاریخ اسلام میں پیدا ہوئے یہ تمام جعلیات ، تحریفات اور اختلافات علماء ، اور مؤلفین کیلئے پوشیدہ اور ناشناختہ رہے ہیں اسلئے انہوں نے تحقیق و تجسس کے بغیر ان جعلی افراد اور ان کی جھوٹی افسانوی داستانوں اور روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور یہی امر اس بات کی علامت ہے کہ عبداللہ بن سبا کا افسانہ بھی مؤرخین اور مؤلفین اور علم رجال و ادیان کے علماء سے پوشیدہ اور غیر معروف رہ گیا ہے۔

## عبداللہ سبائی کی عبداللہ بن سبا سے تحریف

ليس غريبا من سيف هذا الدس و التحريف و الاختلاق

سیف جیسے شخص سے اس قسم کی ملاوٹ ، تحریف اور جعل بعید اور تعجب آور نہیں ہے۔

مؤلف

ہم نے گزشتہ فصل میں کہا کہ اسلامی لغات میں عبداللہ بن سبا تین مختلف چہروں ،

قیافوں اور شخصیات میں پایا جاتا ہے اور ہر قیافہ و شخصیت کیلئے مخصوص روایتیں اور داستانیں نقل کی گئی ہیں خاص کر تیسرے عبداللہ سبا کیلئے بڑی مفصل روایتیں اور داستانیں درج کی گئی ہیں۔

مذکورہ تین عبداللہ بن سبا میں سے صرف پہلا عبداللہ بن وہب سبائی وجود رکھتا تھا باقی افسانہ کے علاوہ کچھ نہیں تھے۔

عبداللہ بن وہب سبائی جو حقیقت میں وجود رکھتا تھا کی داستان کا خلاصہ یوں ہے:

وہ علی علیہ السلام کے زمانے میں زندگی بسر کرتا تھا اور پہلے حضرت کے طرفداروں میں سے تھا لیکن اس نے جنگ صفین میں حَکمیت کے بارے میں علی علیہ السلام پر اعتراض کیا اور اس کے بعد اس کی علی سے عداوت اور مخالفت شروع ہوگئی اس کے ہم فکر علی کے بعض مخالفین اس سے جا ملے اور اجتماعی طور پر حضرت علی علیہ السلام کے خلاف

---

۱۔ مصنف کی کتاب "ایک سو پچاس جعلی اصحاب" اس افسانوی صحابی کے حالات ملاحظہ ہوں۔

بغاوت کی اور جنگ نہروان کو وجود میں لانے کا سبب بنا عبداللہ اس جنگ میں مارا گیا بعد کے ادوار میں ابن عبداللہ بن وھب سبائی ایک مرموز اور افسانوی یہودی عبداللہ بن سبائی میں تبدیل ہوا اور "سبئیہ نامی" ایک جدید مذہبی فرقہ کے بانی کے طور پر پہچانا گیا۔

یہ عبداللہ سباء دوم تحریف شدہ افسانوی بھی پہلے سیف کے وسط سے وصایت علی علیہ السلام کے معتقد فرقہ "سبئیہ" کا بانی معرفی کیا گیا اس کے بعد زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی زبانوں پر افواہوں کے ذریعہ تغیرات اور تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے 'سبئیہ "نام ایک فرقہ غالی ---جو علی علیہ السلام کی الوہیت کا قائل تھا-- کے بانی کے طور پر نمایاں ہوا اس کے بارے میں روایتوں اور داستانوں میں بھی دن بہ دن وسعت پیدا ہوتی گئی اور اس طرح فرقہ سبئیہ کا افسانہ وجود میں آگیا۔

کئی ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے ان افسانوں کے لئے اسناد و مآخذ جعل کئے جیسا کہ ہم نے گزشتہ فصلوں میں مشاہدہ کیا کہ افسانہ نسناس کیلئے کس طرح محکم اور مضبوط اسناد جعل کئے گئے تھے۔

اگر سوال کیا جائے کہ: یہ سب تحریف اور جعل و افسانے کیسے انجام پائے ہیں اور گزشتہ کئی صدیوں کے دوران اکثر علماء و مؤرخین سے پوشیدہ رہے ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں مسئلہ تحریف لفظ عبداللہ یا "سبئیہ" سے مخصوص نہیں ہے کہ جدید اور ناقابل یقین ہو اور بعید نظر آئے، بلکہ تاریخ اسلام میں اس قسم کی تحریفات اور تغیرات کثرت سے ملتے ہیں، یہاں تک کہ بعض علماء نے اس سلسلہ میں مستقل کتابیں لکھی ہیں کہ ہم یہاں پر اپنی بات کے شاہد کے طور پر اس فہرست کے چند نمونے درج کرتے ہیں:

۱۔ ابو احمد عسکری (وفات ۳۸۲ھء) نے شرح مایقع فیہ التصحیف و التحریف [۱] نام کی ایک کتاب لکھی ہے۔

ابو احمد عسکری اس کتاب کے مقدمہ میں کہتا ہے: میں اس کتاب میں ایسے الفاظ اور کلمات کا ذکر کرتا ہوں جن میں مشابہت لفظی کی وجہ سے ان کے معنی میں تحریف و تغیرات ہوئے ہیں۔

مزید کہتا ہے: میں نے اس سے پہلے تحریف شدہ الفاظ کے بارے میں جن کا تشخیص دینا مشکل تھا ایک بڑی اور جامع کتاب تالیف کی تاکہ اسلسلہ میں علمائے حدیث کی مشکلات حل ہوجائیں۔ اس کتاب میں راویوں، اصحاب، تابعین، اور دیگر افراد کے نام جن میں اشتباہ اور تحریف واقع ہوئی ہے ذکر کئے ہیں لیکن اس کے بعد علماء نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ جن تحریفات کے بارے میں حدیث کے علماء کو احتیاج ہے انکو ان تحریفات سے جدا کردوں جن کی ادب اور تاریخ کے علماء کو احتیاج ہے میں نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے ان دو حصوں کو جدا کیا اور ہر حصہ کو ایک

---

۱۔یعنی جس میں تحریف و تغیر واقع ہوا ہے اس کی تشریح۔ اس کتاب کا ایک نسخہ تحقیق عبدالعزیز احمد، طبع مصطفی، ۳۸۳ھء مؤلف کے پاس موجود ہے۔

مستقل کتاب کی صورت میں تالیف کرکے دو الگ کتابیں آمادہ کیں ۔ ان میں سے ایک میں حدیث کے راویوں کے ناموں میں تحریف درج ہے اور دوسرے میں ادیبوں اور مؤرخین کی ضرورت کے مطابق تحریف شدہ نام ہیں ۔

ابو احمد عسکری نے اس کتاب میں بزرگ علماء جیسے: خلیل ، جاحظ ، اور سجستانی ، کی غلطیوں کے بارے میں ایک مستقل باب لکھا ہے اس طرح انساب میں ہوئی غلطیوں کو ایک الگ باب میں ذکر کیا ہے۔

ابو احمد عسکری کے علاو دوسرے دانشوروں نے بھی اس موضوع پر کتابیں تالیف کی ہیں : جیسے:

۱ ۔ ابن حبیب ( وفات ۲۴۵ھ) نے قبائل و انساب کے بارے میں مشابہ ناموں پر ایک کتاب لکھی ہے ۔

۲ ۔ ابن ترکمان ( وفات ۷۴۹ھ ) نے بھی قبائل و انساب کے ناموں کے بارے میں ایک کتاب تالیف کی ہے ۔

۳ ۔ آمدی ( وفات ۳۷۰ھ) نے شعراء کے مشابہ ناموں پر ایک کتاب لکھی ہے ۔

۴ ۔ دار قطنی ( وفات ۳۸۵ھ) حدیث کے راویوں کے مشابہ ناموں کے بارے میں کتاب لکھی ہے ۔

۵ ۔ ابن الفرضی ( وفات ۴۰۳ھ )

۶ ۔ عبدا لغنی ( وفات ۴۰۹ھ )

۷ ۔ ابن طحان الخضرمی ( وفات ۴۱۴ھ )

مذکورہ تین دانشوروں نے مشابہ نام ، القاب ، اور کنیت کے بارے میں یہ کتابیں لکھی ہیں ۔

۷ ۔ ابن ماکولا ( وفات ۴۷۸ ئہ ) نے " اکمال " نامی کتاب مشابہ نام ، القاب اور کنیت کے بارے میں لکھی ہے یہ معروف اور جامع ترین کتاب ہے [۱]

اسی طرح ایک دوسرے سے مشابہ نسبتوں کے بارے میں بعض علماء اور مؤلفین نے چند کتابیں تالیف کی ہیں کہ انمیں سے چند اشخاص کے نام حسب ذیل ہیں :

مالینی ( وفات ۴۱۲ھ )

زمخشری ( وفات ۵۴۸ھ )

---

۱ ۔ اس کتاب کی چھ جلدیں طبع حیدر آباد سال ۱۳۸۱ ئمؤلف کے کتابخانہ میں موجود ہیں کہ حرف " ع " تک پہنچتا ہے ضرور چند جلدیں اور بھی ہوں گی ۔

حازمی ( وفات ۵۸۴ھ(

ابن باطیش ( وفات ۶۴۰ھ(

فرضی ( وفات ۷۰۰ ئہ(

ذہبی ( وفات ۷۳۸ھ (

ابن حجر ( وفات ۸۵۲ھ(

ان علماء کے بعد، دوسرے مؤلفین نے جو کچھ گزشتہ علماء سے چھوٹ گیا تھا اور ان کی کتابوں میں نہیں آیا تھایا ان کتابوں میں کوئی غلطی رہ گئی تھی۔ ان کے بارے میں مستقل کتابیں تتمہ اور ضمیمہ کے طور پر لکھی ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل اشخاص نے عبد الغنی کی کتاب پر تتمہ لکھا ھے۔

مستغفری ( وفات ۴۳۶ ئہ) "الزیادات"

خطیب ( وفات ۴۶۳ھ) "الموتنف"

ابن نقطہ -( وفات ۶۲۹ھ نے بھی " مستدرک " نامی ایک کتاب کو ابن ماکولا کی

اکمال " پر تتمہ کے طور پر لکھا ہے۔

ابن نقطہ کی کتاب پر بھی درج ذیل مؤلفین نے ضمیمے لکھے ہیں۔

حافظ منصور ( وفت ۶۷۷ھ(

ابن صابونی (وفات ۶۸۰ ئہ(

مغلطای ( وفات ۷۶۲ھ(

ابن ناصر الدین ( وفات ۸۴۲ ئہ) نے بھی ایک کتاب بنام ' الاعلام بما فی مشتبہ الذھبی من الاوھام " ذہبی کی کتاب پر ضمیمہ لکھا ہے۔

لیکن مذکورہ دانشوروں، مؤلفین اور علماء کے علاوہ ہر دوسرے مؤلفین [1] اور علماء جو مشابہ نام،

---

۱۔ مانند خطیب کہ اس نے اس سلسلے میں " موضح اوھام الجمع و التفریق' نامی ایک کتاب تالیف کی ہے اس کا تین جلدوں پر مشتمل ایک نسخہ مؤلف کے پاس موجود ہے اور مانند ناصر الدین کہ اس نے " مشتبہ ذھبی " نام کی ایک کتاب تالیف کی ہے دوسرے علماء نے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں اس قسم کی کتابوں کی بیشتر اطلاع حاصل کرنے کیلئے " مصحح اکمال " طبع حیدر آباد کے مقدمہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

الفاظ ، اور تحریفات کے بارے میں کوشش و تلاش اور تحقیق انجام دی ہے اس کے باوجو د اسلامی لغات میں فراوان تحریف شدہ الفاظ و ناموں کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ان تمام دانشوروں سے چھوٹ گئے ہیں اگر ان کی جمع آوری کی جائے تو ایک بڑی اور ضخیم کتاب تشکیل پائے گی اس سلسلہ میں کیا خوب کہا گیا ہے: کم ترک الاول للآخر، گزشتگان نے نہ جانے کتنے کام انجام نہیں دئے ہیں انہیں مستقبل میں آنے والوں کیلئے چھوڑا ہے تا کہ وہ انجام دیں۔

## گزشتہ مباحث کا خلاصہ

تاریخ میں لفظ "سبیہ" کا ایک سرسری جایزہ جو کچھ ہم نے گزشتہ صفحات اور فصلوں میں ابن سبا اور سبئیہ کے افسانہ کے بارے میں بیان کیا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے: زمان جاہلیت سے دوران حکومت بنی امیہ تک لفظ "سبئیہ" سبا بن یشجب و قبیلہ قحطان سے منسوب افراد پر دلالت کرتا تھا ان افراد میں سے ایک "عبداللہ بن وہب سبائی" تھا جو فرقہ خوارج کا سردار تھا۔

لیکن قبائل عدناں اور قحطان کے درمیان مدینہ وکوفہ میں اختلاف و عداوت پیدا ہونے کے بعد، قبائل عدنان نے اس لفظ کے معنی کو تبدیل کرکے اسے قحطانیوں کی سرزنش کے طور پر استعمال کیا اور اسے قبیلہ کی نسبت کے معنی سے قبائل قحطان اور ان کے طرفداروں کی بدگوئی اور سرزنش کے معنی میں تبدیل کیا یہ استعمال اور معنی میں تغیر بنی امیہ کی حکومت کے دوران کوفہ میں انجام پایا۔

لیکن جب اسکے بعد سیف کا زمانہ آیا، اور اس نے شدید خاندانی تعصب، کفر اور زندقہ کے محرکات کے پیش نظر افسانہ سبئیہ کو جعل کیا اور اس افسانہ میں لفظ سبیہ کو قبیلہ کی نسبت کے معنی یا سرزنش کے معنی سے تبدیل کرکے ایک جدید مذہبی فرقہ کے معنی میں تحریف کیا اور اس مذہب کے بانی کو بھی عبداللہ سبا یمانی نام کے ایک شخص سے پہچنوایا۔

فرقہ سبئیہ کے بانی کے نام "عبداللہ سبا" کو بھی سیف نے ایک خوارج کے گروہ کے سرپرست "عبداللہ بن وہب" کے نام سے لے کر اس میں اس طرح تحریف کی ہے جیسا کہ بلاذری، اشعری، اور مقریزی کے بیانات سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔

ی ایہ کہ اس نے ایک افسانہ جعل کیا ہے اور اپنے افسانہ کیلئے ایک ہیرو خلق کیا ہے اور اس ہیرو کیلئے بلا واسطہ "عبداللہ بن سبا" نام رکھا ہے بغیر اسکے کہ اس نام کو کسی اور نام سے لیا یا اقتباس کیا ہو۔

ب ہر صورت "عبداللہ" کے سلسلہ میں علی علیہ والسلام و عثمان کے زمانے میں زندگی کرنے والے عبداللہ بن وہب سبائی کے علاوہ کوئی اور حقیقت نہیں ہے۔

سیف کے افسانہ سبئیہ نے دوسری صدی ہجری اور تیسری صدی ہجری کے اوائل میں عراق کے شہروں، جیسے: کوفہ ا بصرہ، بغداد اور اس کے اطراف میں شہرت پائی۔ ان شہروں میں اسی افسانہ کے شہرت پانے کے بعد لفظ "سبیئہ" کا اصلی معنی --- وہی قبیلہ قحطان و سبئی کا انتساب تھا ---فراموش کیا گیا اور خاص طورپر خود سیف کے اپنے خیالات میں جعل کئے گئے اسی جدید مذہبی فرقہ کے معنی میں استعمال ہوا۔ لیکن اسی زمانہ جب لفظ "سبئیہ" کوفہ اور بصرے میں اس کے جدید معنی میں منتشر ہوا تھا، یمن، مصر اور اندلس میں اپنے اصلی اور پہلے معنی -- قبیلہ قحطان کے انتساب ---میں استعمال ہوتا تھا --- اس لحاظ سے دوسری

صدی ہجری اور تیسری صدی ہجری کے اوائل میں لفظ " سبئیہ " دو مختلف اور الگ الگ معنی پر دلالت کرتا تھا اسلام کے مشرقی ممالک اور شہروں میں جدید مذہبی فرقہ کے معنی میں اور دوسرے شہروں اور ممالک میں قبیلہ کی نسبت میں استعمال ہوتا تھا ۔

اس کے بعد افسانہ " سبئیہ " زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کی زبانوں اور افواہوں کی شکل اختیار کرگیا اور گلی کوچوں کے لوگوں کے خرافات اور بیہودگیوں سے مخلوط و ممزوج ہوگیا اس طرح اس میں وسیع پیمانے پر تغیرات اور تبدیلیاں رونما ہوئیں اور اس کے نتیجہ میں وہی معنی مذہبی فرقہ بھی ایک خرافات پر مشتمل معنی میں تبدیل ہوگیا اور ان لوگوں کے بارے میں استعمال ہونے لگا جو علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کرکے ان کی الوہیت کے قائل تھے ۔

اس طرح افسانہ سبئی لفظ " سبئیہ " کے اپنے اصلی اور ابتدائی معنی یعنی قبیلہ کینسبت میں اسلامی معاشرے کے تمام ممالک اور شہروں میں منتشر ہونے کے بعد مکمل طورپر فراموشی کی نذرہوگیا اور اسی جدید مذہبی فرقہ کے معنی سے مخصوص ہوکر صرف ان افراد کے بارے میں استعمال ہونے لگا جو علی علیہ السلام کی وصایت یا الوہیت کے قائل ہیں ۔

## تاریخ میں لفظ " عبداللہ سبا " کے نشیب و فراز

" عبد اللہ سبا " چنانچہ گزشتہ صفحات میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ابتداء میں اس لفظسے علی علیہ السلام کے زمانے میں زندگی کرنے والے اور خوارج کا سردار مقصود تھا سیف کے افسانہ سازی اور افسانہ " سبئیہ " کی اشاعت کے بعد " عبداللہ بن وھب " سبائی فراموش ہوگیا اور لفظ " عبد اللہ سبا " یمن سے آئے ہوئے ایک گمنام ، افسانوی اوریہودی شخص کے بارے میں استعمال ہونے لگا اسی کی روایتوں کے مطابق یہ شخص علی علیہ السلام کی وصایت کا قائل تھا، لیکن زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ افسانہ سبئیہ گوناگوں نشیب و فراز

سے دوچار ہوا اور اس افسانہ کے سورما عبداللہ بن سبا نے بھی قدرتی طورپر توہماتی اوراحساساتی روپ اختیار کرگیا اور علی علیہ السلام کی الوہیت کے معتقد فرقہ " سبئیہ " کو جعل کرنے والے ایک خطرناک غالی اور انتہا پسند شخص کیلئے استعمال ہونے لگا ۔

---

۱ ۔ ابی مخنف عالم کوفی ( وفات ۱۵۷ ھ ) کے یہاں ہم نے افسانہ سبئیہ کے بارے میں سیف کی روایتوں میں سے ایک روایت پائی کہ اس کی مزید وضاحت کیلئے " کتاب ایک سو پچاس جعلی اصحاب " کی جلد اول کے مقدمہ کی طرف کی رجوع کیا جائے

یہ تغیر اور تبدیلیاں کبھی بعض روایات کے معنی کو سمجھنے میں اشتباہ کا سبب بنتی ہیں مثلاً: عبداللہ اوراس کے بارے میں روایتیں اور تاریخی روداد اور معصومین علی علیہ السلام کی احادیث بعض اوقات لفظی غلطیوں کی وجہ سے سیف کے جعل کردہ ''عبداللہ سبا '' دوم کے بارے میں تاویل و تطبیق ہوا ہے اوراس طرح تاریخی وقائع و مطالب اور معصومین علیہم السلام کی بعض احادیث میں ممزوج ہوکر تاریخ و حدیث میں قہری تحریف رونما ہوئی ہے مؤرخین کی عدم دقت و تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے یہ اشتباہ و تحریف جبری کا سلسلہ،

صدیوں تک رہاہے اور نتیجہ کے طورپر اس تحریف نے رفتہ رفتہ تاریخ میں جڑ پکڑ کر حقیقت کا روپ اختیار کرلیا ہے یہ اشتباہ اور تحریف فقط 'عبداللہ سبا '' اور '' سبئیہ '' سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اسلامی لغات میں ایسے ہزاروں دوسرے الفاظ ایسے ہی انجام سے دوچار ہوئے ہیں اور علماء نے بھی ان کے بارے میں کتابیں لکھ کر ان پر تحقیق کی ہے لیکن اسکے باوجود ایسے دوسرے تحریف شدہ الفاظ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے جن کے بارے میں غفلت ہوئی ہے اور وہ ان علماء کے قلم سے چھوٹ کر ان کی کتابوں میں درج نہیں ہوئے ہیں نہ ہی ان پر تحقیق کی گئی ہے ۔

دونوں تحریف ہیں، لیکن یہ کہاں اور وہ کہاں ؟

سیف کی تحریفات بھی صرف ان ہی دو لفظوں ' ' عبداللہ بن سبا '' اور '' سبئیہ 'تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس نے تاریخ اسلام میں بہت سے الفاظ میں تحریف و تبدیلی کی ہے چنانچہ ہم نے اسکے بہت حصوں کو اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے سیف کے علاوہ بھی بعض دوسرے افراد نے اسلامی لغت میں کچھ تحریفات ایجاد کی ہیں ا لیکن سیف کی تحریفات اور جعلیات دوسروں کی تحریفات و جعلیات سے کافی فرق رکھتی ہیں اس طرح کہ شاید دوسرے ایک لفظ یا مطلب کو غلطی سے یا نادانستہ طورپر تحریف اس کے بعد ابن جوزی اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے : ان زندیقوں کا کام یہ تھا کہ وہ روایات کو گڑھتے تھے اور انہیں علمائے حدیث کی کتابوں میں درج کرتے تھے علماء بھی اس خیال سے کہ یہ احادیث ان کی اپنی ہیں ان سب کو اپنی روایتوں کے ضمن میں نقل کرتے تھے ۔

یا ایک حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے تبدیل کردیں ، لیکن سیف ہمیشہ عمداً اور خاص محرک و مقصد کے پیش نظر تحریف اور جعل کا کام انجام دیتا ہے اس خطرناک عمل سے اس کا مقصد اس صحیح تاریخ کو آلودہ کرکے اس کی بنیادوں کو کھوکھلا و متزلزل کرنا ہے ۔ اس میں اس کا محرک زندیق ہونا اور شدید خاندانی تعصب ہے دوسرا تفاوت یہ ہے کہ: وہ خلفاء ، قدرتمندوں کے نفع میں اورعام لوگوں کی پسند کے مطابق تاریخ اسلام میں تحریف اور جعل انجام دیتا ہے ۔

اس طرح وہ تمام ادوار میں اپنے افسانوں اور جھوٹ کو رونق بخشنے میں کامیاب ہوا ہے ۔ اسی رویہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے:

۱ ـ ابن جوزی اپنی کتاب "موضوعات" ( ۳۷ ـ ۳۸ میں کہتا ہے : ابن ابی العوجا ملحد، حماد بن سلمہ کا منہ بولا / بیٹا اور تربیت یافتہ تھا ـ وہ جھوٹی احادیث گڑھ لیتا تھا ـ انہیں چالاکی سے اور چوری چھپے حماد کی کتاب میں وارد کرتا تھا جب کوفہ کے گورنر محمد بن سلیمان نے اسے گرفتار کیا اور حکم دیا کہ اس کا سر قلم کیا جائے اور جب اسے اپنی موت کے بارے میں یقین پیدا ہوا تو صراحت سے کہا: خدا کی قسم میں نے چار ہزار حدیث خود جعل کی ہیں اور انہیں آپ کے صحیح احادیث میں ملا دیا ہے ـ

اولاً: سیف کی روایتوں نے صاحبان اقتدار اور وقت کی حکومتوں میں رونق بازار اور سرگرم طرفدار پیدا کئے اور لوگوں میں یہ روایتیں مورد استقبال قرار پاکر رواج اور اشاعت پا گئی ہیں۔
ثانیاً: سبئیہ کے بارے میں سیف کے جعلیات علماء اور دانشوروں سے پوشیدہ اور ناشناختہ رہے ہیں اس طرح اس کے دوسرے جعلیات اور خیالی افسانے، سیکڑوں اصحاب اور حدیث کے راوی شعراء بھی ان علماء کی نظر میں حقیقت اور صحیح صورت میں رونما ہوئے ہیں۔

## ابن سبا اور سبئیہ کے بارے میں شیعوں کی روایتیں

عبداللہ بن سبا اور سبئیہ کے نام پر جو روایتیں و مطالب اہل سنت کی کتابوں میں ائی ہیں، ان کے بارے میں جس طرح گزشتہ صفحات میں بیان ہوا، پہلے سیف نے انہیں جعل کیا ہے پھر افواہ کی صورت میں لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان علماء اور مؤرخین نے بھی انہیں سیف اور لوگوں کی افواہوں سے لے کر اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔
لیکن جو روایتیں اس بارے میں شیعوں کے ائمہ اہل بیت" علیہم السلام " سے ہم تک پہنچی ہیں اس سلسلے میں ہم پہلے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم پر دقیق علمی بحث و تحقیق کے بعد ثابت ہوا ہے کہ تاریخ اسلام میں قطعی طور پر کوئی شخص بنام عبداللہ بن سبا اور گروہ و فرقہ بنام" سبئیہ " حقیقت میں وجود نہیں رکھتا تھا ایک یا دو روایتوں میں کسی غیر موجود کے بارے میں نام آنے سے اسے موجود کا نام نہیں دیا جا سکتا ہے اور ایکغیر موجود کو وجود نہیں بخش سکتا ہے اس بنا پر جو بھی روایت ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے نام پر عبداللہ سبا کے بارے میں شیعی کتابوں میں ائی ہے، اگر اس روایت میں ذکر ہوئے مطالب عبداللہ بن وھب سبائی --- تاریخ اسلام میں جس کا وجود تھا اور امام علی علیہ السلام کے زمانہ میں زندگی بسر کرتا تھا--- سے تطبیق کرتے ہیں تو ایسے مطالب کے صحیح اور حقیقی ہونا کا احتمال ہے، جیسے: ابن سبا کا امیر المومنین کا آسمان کی طرف دعا کیلئے ہاتھ اٹھانے پر اعتراض کی روایت یا عبداللہ بن سبا کو مسیب کے ذریعہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے حضور لانے کی روانہ ادیا اس روایت کے مانند کہ جس کہ بارے میں کہا جاتا ہے کہ علی ابن ابیطالب عبداللہ بن سبا کی طرف سے مشکل میں تھے۔
اس قسم کی روایتیں جو عبداللہ بن وھب سبائی کی زندگی اور روش سے تطبیق کرتی ہیں سب صحیح اور حقیقی ہو سکتی ہیں۔
لیکن ہر وہ روایت جو عبداللہ بن وھب کی زندگی اور روش سے تطبیق کرتی ہے وہ صحیح اور حقیقی نہیں ہو سکتی اور وہ جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ اسے گمنام ہاتھوں نے جعل کرکے ائمہ اہل بیت سے جھوٹی نسبت دیدی ہے، شیعہ کتابوں میں انہیں درج کیا گیا ہے تاکہ انہیں بیشتر اشاعت مل سکے اور عوامی سطح پر قابل قبول قرار پائیں لیکن"

عبدللہ بن سبا ' نامی شخص یا قعقاع اور اسی کے خلق کئے گئے دوسرے افراد کبھی صحیح نہیں ہوسکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ' سبئیہ " کے بارے میں روایتوں کی شناخت کیلئے جو کلی قواعد اور معیار ہمارے ہاتھ آیا ہے وہ یہ ہے کہ ان روایتوں میں سے جو بھی راوی قبیلہ قحطان ---جنہیں سبئیہ بھی کہتے ہے--- سے تطبیق کرے اس میں صحیح اور واقعی ہونے کا امکان موجود ہے ورنہ صحیح نہیں ہوسکتی ہے کیوں کہ قحطان کے علاوہ اسلام میں سبئیہ نام کا کوئی فرقہ وجود نہیں رکھتا تھا تاکہ اس سے مربوط مطالب اور روایتیں صحیح ہوسکیں۔

ان تمام تحقیقات اور جانچ پڑتال کے بعد کہ ہم نے حقائق کو جھوٹ اور کذب سے جدا کرنے میں جو تلاش اور کوشش کی ہے اگر پھر بھی کوئی شخص ابن سبا ، سبئیہ اور سیف کی دوسری جعلیات و تحریفات کے بارے میں جنہیں ہم نے اپنی اس کتاب میں ذکر کیا ہے ، اسے قبول کرنا پسند نہ کرے اور اس کے تمام منحرف انگیز اور خرافات پر مشتمل افسانوں پر ایمان لانا چاہے تو اس کی مثال ان بوڑھی عورتوں کی جیسی ہے جو خرافات پر مشتمل افسانوں پر اعتقاد رکھتی ہیں۔

یہاں پر ہم سیف کے اپنے ذہن میں جعل کئے گئے عبداللہ بن سبا و سبئیہ اور دوسرے افسانوی سورماؤں اور افسانوں کے بارے میں اپنی بات کا خاتمہ کرتے ہیں اور بارگاہ الٰہی سے دست بہ دعا ہیں کہ علماء کو یہ توفیق عنایت فرمائے تاکہ وہ اسلامی حقائق کو افسانوی اور خرافات سے جلد از جلد جدا کریں۔

واللہ ولی التوفیق وھو حسبناو نعم الوکیل

## اس حصہ کے مآخذ

۱۔ خمسون و مائۃ صحابی مختلق ، تیسرا مقدمہ ، طبع بغداد ۲۔ عبداللہ بن سبا ، جلد اول ، حصہ سقیفہ ۳۔ نقش عائشہ جلد دوم ، عائشہ در دوران علی علیہ السلام ۵۲ ۔ ۱۵۳۱ ، حکومت علی کے دوران وقائع / ۴۔ تاریخ ابن اثیر : ۲

۵۔ وقعۃ صفین : نصر بن مزاحم ۱۲

۶۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر : ۱۶۷

۷۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۳۳

۸۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۳۶

## کتاب کے منابع و مآخذ کی فہرست


۱ ۔ الآثار الباقیہ عن قرون الخالیۃ: تالیف ، ابو ریحان محمد بن احمد بیرونی خوارزمی (۳۶۲ ۔ ۴۴۰ھ) (۹۷۳ ۔ ۱۰۴۸ ء) طبع لاپزیک ۱۹۳۲ ءء ۔

۲ ۔ الاحکام السلطانیہ: تالیف ، قاضی ابو یعلی محمد بن حسین فراء حنبلی مشہور بہ ماوردی (۳۸۰ ۔ ۴۵۸ھ) (۹۹۰ ۔ ۱۰۶۶ ء) تصحیح ، محمد حامد فقی ، طبع مصطفی حلبی (

۱۳۵۶ ئہ) ۔

۳ ۔ الاخبار الطوال : تالیف ، ابو حنیفہ احمد بن داود بن ونند دینوری ، ( ۔ ۲۸۲ھ) ( ۔ ۸۹۵ ء) طبع وزارۃ الثقافۃ و الارشاد مصر ، (۱۹۶۰ ء)

۴ ۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب : تالیف ابو عمر یوسف بن عبداللہ مشہور بہ ابن عبد البر نمری قرطبی اشعری (۳۶۸ ۔ ۴۶۳ یا ۴۶۰ھ) (۹۷۹ ۔ ۱۰۷۱ م) طبعمصر ، سال ۱۳۵۸ ھ اور طبع حیدر آباد، ۱۳۳۶ھ)

۵ ۔ اسد الغابۃ، تالیف، عز الدین علی بن محمد بن محمد بن عبد الکریم شیبانی جزری مشہور بہ ابن اثیر ، (۵۵۵ یا ۵۵۰ ۔ ۶۳۰ھ) ( ۱۱۶۰ ۔ ۱۲۳۲ ء) طبع قاہرہ ، سال ۲۳۸۰ھ ۔

۶ ۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ : تالیف ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد کنانی عسقلانی مصری شافعی معروف بہ ابن حجر ، (۷۷۳ ۔ ۸۵۲ھ) (۱۳۷۲ ۔ ۱۴۴۹ م) طبع مصر ۱۳۵۸ھ ۔

۷ ۔ الاعلام : تالیف ، خیر الدین مشہور بہ زرکلی ، معاصر ، طبع سال ۱۳۷۳ ۔ ۱۳۷۸ھ) (

۱۹۵۴ ـ ۱۹۵۹ ء)پریس کوستاتسوماس۔

۸۔ الاغانی: تالیف ابو الفرج علی بن حسین بن محمد بن موسی مروانی (۲۴۸ ـ ۳۵۶

ھ) (۸۹۷ ـ ۹۶۷ ء) طبع مصر (۱۳۲۳ ءء(

۹۔ الامامۃ و السیاسۃ یا تاریخ الخلفاء: تالیف ابن قتیبہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم دینوری (۲۱۳ ـ ۲۷۶ یا ۲۷۱ ھ) (۸۲۷ ـ ۸۹۹ ء ) ۔اور چونکہ کچھ لوگوں نے مولف کی جانب اس کتاب کی استناد میں شک کیا ہے اسی لئے ہم نے صرف کتاب سے نقل نہیں کیا ہے بلکہ دوسری معتبر کتابوں میں اس کی تائید بھی ملی ہے۔

۱۰ ـ امتاع الاسماع: تالیف تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد شافعی ۱۳۶۷ ـ ۱۴۴۱ ء) طبع مصر پریس لجنۃ التالیف (۱۹۴۱ ءء)۔ )(مشہور بہ مقریزی (۷۶۹ ـ ۸۴۵

۱۱ ـ انساب الاشراف: تالیف بلاذری ابو جعفر احمد بن یحیی بن جابر بغدادی (وفات ۲۷۹

ءء) (۸۹۲ ءء)، طبع مصر دار المعارف مصر ۱۹۵۹ ء(

۱۲ ـ ایضاح المکنون: کشف الظنون ملاحظہ ہو۔

۱۳ ـ بخاری، صحیح بخاری ملاحظہ ہو۔

۱۴ ـ البدء و التاریخ: تالیف ابو زید احمد بن سہل بلخی (۲۳۵ ـ ۳۲۲ھ) (۸۴۹ ـ ۹۳۴ ء)

طبع پیرس (۱۹۰۱ ـ ۱۹۰۳ ء) البتہ کچھ علماء محمد بن طاہر مقدسی (۴۴۸ ـ ۵۰۷ھ) (۱۰۵۶ ـ

۱۱۱۳ ء) کو کتاب کا مؤلف جانتے ہیں ـ

۱۵ ـ تاج العروس فی شرح القاموس: تالیف محمد بن محمد بن محمد مقلب بہ مرتضی واسطی زبیدی حنفی (۱۱۴۵ ـ ۱۲۰۵ ھ) (۱۷۳۲ ـ ۱۷۹۱ ء) طبع اول۔

۱۶ ـ الکامل فی التاریخ معروف بہ تاریخ ابن اثیر: تالیف ابن اثیر صاحب اسد الغابہ طبع قاہرہ ۱۳۴۷ ـ ۱۳۵۶ ھ، ایضاً طبع قاہرہ، ۱۲۹۰ ـ ۱۳۰۳ھ

۱۷ ـ العبر معروف بہ تاریخ ابن خلدون: تالیف ابو زید عبد الرحمن بن محمد بن خلدون مالکی شبیلی مغربی حضرمی (۷۳۲ ـ ۸۰۸ھ )(۱۳۳۲ ـ ۱۴۰۶ ء) پریس مطبعۃ النہضہ مصر (

۱۳۵۵ھ(

۱۸ ـ نزہۃ النواظر معروف بہ تاریخ ابن شحنہ: تالیف محمد بن محمد بن محمد مشہور بہ ابن شحنہ حنفی (۷۴۹ ـ ۸۱۵ھ) (۱۳۴۸ ـ ۱۴۱۲ ء) طبع قاہرہ (۱۲۹۰ ـ ۱۳۰۳ھ) ۔

۱۹ ۔ تاریخ مدینۃ دمشق ، معروف بہ تاریخ ابن عساکر: تالیف ابو القاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ دمشقی مشہور بہ ابن عساکر (۴۹۹ ۔ ۵۷۱ھ) (۱۱۰۵ ۔ ۱۱۷۶ ء) جلد او ۲ طبع مجمع علمی دمشق۔

۲۰ ۔ البدایۃ و النہایۃ، مشہور بہ تاریخ ابن کثیر: تالیف عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمرو بن کثیر قرشی دمشقی بصری ، شافعی (۷۰۰ یا ۷۰۱ ۔ ۷۷۴ھ (۱۳۰۱ ۔ ۱۳۷۳ ء) طبع مطبعہ السعادۃ۔

۲۱ ۔ المختصر فی اخبار البشر، مشہور بہ تاریخ ابو الفداء : تالیف عماد الدین اسماعیل بن علی بن محمود شافعی مشہور بہ ابو الفداء صاحب حماۃ (۶۷۲ ۔ ۷۳۲ھ) (۱۲۷۳ ۔ ۱۳۳۱ ء(

۲۲ ۔ تاریخ الادب العربی : تالیف: نیکلسن ، طبع کمبریج ۲۳ ۔ تاریخ الاسلام الکبیر: تالیف شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز ترکمانی مصری شافعی مشہور بہ ذہبی ۶۷۳ ۔ ۷۴۸ھ) (۱۲۷۴ ۔ ۱۳۴۸ ء) طبع قاہرہ (۱۳۶۷ھ(

۲۴ ۔ تاریخ الاسلام السیاسی ، طبع اول مصر تالیف ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن (پی ، ایچ ، ڈی ، فلسفہ و اخلاق (

۲۵ ۔ تاریخ الکبیر بخاری: تالیف ابو عبد باللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم (۱۹۴ ۔ ۲۵۶ھ) ۸۱۰ ۔ ۸۷۰ ء) طبع حیدر آبار ۱۳۶۱ ھ۔اس کتاب میں مولف نے موثق اور ضعیف راویوں کو جمع ) کیا ہے۔

۲۶ ۔ تاریخ بغداد : تالیف احمد بن علی بن ثابت ، مشہور بہ خطیب بغدادی (۳۹۲ یا ۳۹۱ ۔ ۴۶۳ھ) (۱۰۰۲ ۔ ۱۰۷۱ ء) طبع مصر۔

۲۷ ۔ تاریخ الخمیس : تالیف شیخ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری مالکی (وفات ) ۹۶۶

۲۸ ۔ تاریخ الخلفاء ، معروف بہ تاریخ سیوطی : تالیف جلال الدین عبدالرحمن ابو بکر ناصر الدین محمد شافعی مشہور بہ سیوطی (۸۴۹ ۔ ۹۱۱ھ) ۱۴۴۵ ۔ ۱۵۰۵ طبع مصر ۱۳۵۱ ء ۲۹ ۔ تاریخ الامم و الملوک مشہور بہ تاریخ طبری: تالیف ابو جعفر محمد بن جریر ابن یزید ۲۲۴ ۔ ۳۱۰۱ھ) (۸۳۹ ۔ ۹۲۳ھ) طبع لدن ، پریس حسینیہ مصر (۱۳۲۴ ھ (طبری ۰

۳۰ ۔ تاریخ یعقوبی : تالیف احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر اخباری مشہور بہ یعقوبی و ابن واضح (وفات ۲۴۸ ۔ھ)(۸۹۷) طبع نجف (۱۳۵۸ ) طبع دار صادر بیروت، سال ۱۳۷۹ ھ()

۳۱ ۔ تجرید اسماء الصحابہ : تالیف ذہبی صاحب تاریخ اسلام ، طبع حیدر آباد (۱۳۴۲ ھ(

۳۲ ۔ تذکرہ خواص الامۃ معروف بہ تذکرہ سبط ابن جوزی: تالیف ابو مظفر شمس الدین یوسف بن قزاوغلی بن عبداللہ بغدادی حنفی مشہور بہ سبط ابن جوزی (۵۸۱ یا ۵۸۲ ۔ ۶۵۴ھ)

۱۱۸۵ ۔ ۱۲۵۶ ء) طبع نجف سال ۱۳۶۹ ھ۔

۳۳ ۔ تلخیص مستدرک حاکم: تالیف ذہبی صاحب تاریخ الاسلام، طبع حیدر آبا (۱۳۴۲ ھ(

۳۴ ۔ تلخیص معالم دار الہجرۃ: تالیف زین الدین ابوبکر بن حسین بن عمر مراغی ۷۲۷ یا ۷۲۹ ۔ ۸۱۶ھ (۱۳۲۷ ۔ ۱۴۱۴ ء) طبع سال ۱۳۷۴ ھ تحقیق محمد عبدالجواد اصمعی۔

۳۵ ۔ التمہید: تالیف ابوبکر محمد بن طیب بن محمد بصری اشعری مشہور بہ باقلانی (

۳۳۸ ۔ ۴۰۳ھ) ۹۵۰ ۔ ۱۰۱۳ ء۔

۳۶ ۔ التمہید و البیان فی مقتل الشہید عثمان: تالیف ابو عبداللہ محمد بن یحیی بن محمد اشعری مالکی اندلسی مشہورر بہ ابن ابوبکر (۶۷۴ ۔ ۷۴۱ھ) ۱۲۷۵ ۔ ۱۳۴۰ م(

۳۷ ۔ التنبیہ و الاشراف: تالیف ابو الحسن علی بن الحسین شافعی (۳۴۵ یا ۳۴۶ھ ۹۵۶ء ء طبع مصر تصحیح صاوی ۴۸ ۔ تہذیب تاریخ ابن عساکر: تالیف عبدالقادر بن احمد بن بدران ۱۳۶۶ھ ۹۲۷ء ء طبع اول دمشق ۱۳۲۹ ھ۔

۳۹ ۔ تہذیب التہذیب: تالیف ابن حجر معروف بہ صاحب اصابہ، طبع حیدر آباد (۱۳۲۵ ۔ ۱۳۲۷ ھ(

۴۰ ۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول: تالیف وجیہ الدین ابو عبداللہ عبدالرحمن بن علی ۱۵۳۸ یا ۱۵۳۷ ء)، ۱۴۶۱) بن محمد مشہور بہ ابن الدیبع شیبانی زبیدی شافع ۔ (۸۶۶ ۔ ۹۴۴

طبع مصر، سال ۱۳۴۶ ھ

۴۱ ۔ الجرح و التعدیل: تالیف ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم بن محمد (۲۴۰ ۔ ۴۲۷ھ)

۸۵۴ ۔ ۹۳۸ ء ء) طبع حیدر آباد سال ۱۳۷۲ ھ)

۴۲ ۔ الحضارۃ الاسلامیۃ: تالیف مستشرق شناس آدم متن ترجمہ بہ عربی بقلم عبدالہادی ابوریدہ طبع دوم پریس لجنۃ التالیف و الترجمہ و النشر قاہرہ، سال ۱۳۶۶ ھء۔

۴۳ ۔ خصائص: خصائص الکبری: تالیف سیوطی صاحب تاریخ الخلفاء، طبع حیدر آباد ۱۳۱۹ ھء۔

۴۴ ۔ خلاصۃ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: تالیف صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی انصاری (۹۰۰ وفات ۹۲۳ ئہ کے بعد) (۱۴۹۵ ۔ ۱۵۱۷ ء) کتاب کی تالیف کا سال ۹۲۳ ھ تھا طبع قاہرہ ۱۳۲۳

۴۵ ۔ خطط مقریزی: تالیف صاحب امتاع الاسماع، طبع مصر۔

۴۶ ۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ: تالیف، مشرق شناس، ہوٹسمان ویشنگ، آرنالڈ وبرونسال، ہیفن، و شادہ، وباسہ، ہارٹمان، جیب، انسائکلوپیڈیا اصل میں انگلش، جرمنی اور فرانسیسی زبان میں تالیف کی گئی ہے اور اس کے بعد مصری اساتذہ محمد ثابت اور احمد شنتاوی، ابراہیم زکی خورشید اور عبدالحمید یونس نے اکتوبر ۱۹۳۳ء سے اس کا عربی زبان ترجمہ شروع کیا، ہم نے اس کتاب کا انگلش ایڈیشن ملاحظہ کیا ہے۔

۴۷ ۔ دائرۃ المعارف القرن العشرین مشہور بہ دائرۃ المعارف فرید وجدی: تالیف محمد فرید مصطفی وجدی (۱۲۹۲ ۔ ۱۳۷۳ ھ) (۱۸۷۵ ۔ ۱۹۵۴ م) طبع اول مصر۔

۴۸ ۔ دلائل النبوۃ: تالیف حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۳۳۶ یا ۳۳۴ ۔ ۴۳۰ ھ)

۹۴۳ ۔ ۱۰۳۸) طبع حیدر آباد (۱۳۲۰ ھ(

۴۹ ۔ الدولۃ العربیۃ و سقوطہا: تالیف یولیوس و لہاوزن، ترجمہ عربی بہ قلم ڈاکٹر یوسف العش طبع مطعۃ الجامۃ السوریۃ دمشق (۱۳۷۶ ۔ ۹۵۶ ۶ء(

۵۰ ۔ الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ: تالیف شیخ محمد محسن الطہرانی (حاج شیخ آغا بزرگ تہرانی) طبع اول نجف، طہران ۵۱ ۔ ذیل کشف الظنون: تالیف صاحب ہدیۃ، طبع استنبول (۱۳۶۴ ھ ۱۳۴۵ ء(

۵۲ ۔ روضۃ الصفا: تالیف میر خواند محمد بن خاوند شاہ بن محمود شافعی (وفات ۹۰۳ ھ)

۱۴۹۷ ء()

۵۳ ۔ الریاض النضرۃ: تالیف احمد بن عبداللہ بن محمد شافعی مشہور بہ محب الدین طبری (۶۱۰ یا ۶۱۴ یا ۶۱۵ ۔ ۶۹۶ ھ) (۱۲۱۸ ۔ ۱۲۹۵ ء(

۵۴ ۔ السقیفۃ و فدک، معروف بہ سقیفۃ جوہری: تالیف ابو بکر احمد بن عبدالعزیز جوہری، ۱۰۹ / بحار میں ج ۸

۵۵ ۔ السنۃ و الشیعۃ: تالیف سید محمد رشید رضا ابن علی بن رضا قلمونی مصری بغدای الاصل (۱۳۸۲ ۔ ۱۳۵۴ ھ) (۱۸۶۵ ۔ ۱۹۳۵ ء(

۵۶ ۔ سنن ابن ماجہ: تالیف ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ بن ماجہ قزوینی (۲۰۹ ۔ ۲۷۳ ھ) (۸۲۴ ۔ ۸۸۷ م) چاپ قاہرہ (۱۳۷۳ ھ) تصحیح محمد فؤاد عبدالباقی۔

۵۷ ۔ سنن ابو داود سجستانی: تالیف سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی حنبلی جو کہ حفاظ حدیث تھا، (۲۰۲ ۔ ۲۷۵ ھ) (۸۱۷ ۔ ۸۸۹ ء) طبع لکھنو (۱۳۲۱ ھ(

۵۸ ۔ صحیح ترمذی معروف بہ سنن ترمذی: تالیف محمد بن عیسی بن سورۃ سلمی (

۲۱۰ ۔ ۲۷۹ھ)، (۸۲۵ ۔ ۸۹۲ھ) طبع بولاق ۱۲۹۲ ۔ و طبع المطبعۃ المصریۃ (۱۳۵۰ ۔ ۱۳۵۲ھ(

۵۹ ۔ سنن دارمی: تالیف ابو محمد عبداللہ بن الرحمن دارمی (۱۸۱ ۔ ۲۵۵ھ) (۷۹۷ ۔ ۸۶۹

ء) طبع مطبعہ اعتدال دمشق شام سال ۱۳۴۹ ۔

۶۰ ۔ السیادۃ العربیۃ و الشیعۃ و الاسرائیلیات: تالیف مشرق شناس فان فلوٹن، عربی ترجمہ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کے قلم سے طبع اول مصر سال ۱۹۳۴ءء۔

۶۱ ۔ السیرۃ الحلبیۃ: انسان العیون فی سیرۃ الامین و المامون: تالیف علی بن برھان الدین حلبی شافعی (۹۸۴ ۔ ۱۰۴۴ھ) (۱۵۶۷ ۔ ۱۶۳۵ء) طبع مصر (۱۳۵۳ھ(

۶۲ ۔ السیرۃ النبویۃ: تالیف احمد بن زینی دحلان مکی شافعی (۱۲۳۱ ۔ ۱۳۰۴ھ) (

۱۸۱۶ ۔ ۱۸۸۶ء)، تاریخ تالیف (۱۲۷۸ھ(

۶۳ ۔ شذرات الذھب: تالیف عبدالحی بن احمد بن محمد دمشقی حنبلی مشہور بہ ابن ۱۰۸۹ھ) (۱۶۲۳ ۔ ۱۶۷۹ء) طبع مصر سال ۱۳۵۰ ۔ ۱۳۵۱ھ(، العماد (۱۰۳۳

۶۴ ۔ شرح ابن ابی الحدید: تالیف عزالدین ابو حامد عبدالحمید بن ھبۃ اللہ محمد مدائنی معتزلی مشہور بہ ابن ابی الحدید (۵۸۶ ۔ ۶۵۵ھ) (۱۱۹۰ ۔ ۱۲۵۷ء) طبع اول مصر مطبعہ الحلبی مصر و طبع دوم تحقیق ابو الفضل ابراہیم (۱۹۵۹ ۔ ۱۹۶۳ء) ۴۶ و چاپ سنگی ایران۔

۶۵ ۔ صحیح بخاری: تالیف صاحب کتاب مشہور بہ تاریخ بخاری، طبع مصر (۱۳۲۷ء(

۶۶ ۔ صحیح ترمذی: سنن ترمذی ۲۰ ۶۷ ۔ صحیح مسلم: تالیف ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری (۲۰۶ ی ۴

۔ ۲۶۱ھ) (۸۱۰ ۔ ۸۷۵ء) طبع مصر سال ۱۳۳۴ھ۔

۶۸ ۔ صفۃ الصفوۃ: تالیف ابی الفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد بکری حنبلی مشہور بہ ابن جوزی (۵۱۰ ۔ ۵۹۷ھ) (۱۱۱۶ ۔ ۱۲۰۱) طبع حیدر آباد (۱۳۵۷ھ(

۶۹ ۔ کتاب الصفین: تالیف نصر بن مزاحم بن سیار منقری کوفی (۲۱۲ھ) (۸۲۷ء) طبع مصر۔ ۷۰ ۔ طبری: تاریخ طبری ۷۱ ۔ طبقات ابن سعد: کتاب طبقات صحابہ و تابعین: تالیف ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع زھری بصری (۱۶۸ ۔ ۲۳۰ھ) (۷۸۴ ۔ ۸۴۵ء) طبع بیروت ۱۳۷۶ ۔ ۱۳۷۷ھ) طبع لنڈن۔

۷۲ ۔ طبقات شافعیہ کبری: تالیف : تاج الدین عبدالوھاب بن علی بن عبدالکافی شافعی مشہور بہ سبکی (۷۲۷ یا ۷۲۸ ۔ ۷۱۱ھ) (۱۳۲۷ ۔ ۱۳۷۰ ء) طبع اول مصر پریس حسینیہ سال ۱۳۲۴ ھ ۔

۷۳ ۔ عایشہ و سیاست : تالیف سعید افغانی (معاصر) طبع قاھرہ، پریس لجنۃ التالیف و النشر (سال ۱۹۴۷ ء)۔

۷۴ ۔ العقد الفرید: تالیف شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد ربہ اندلسی مروانی مالکی (

۳۲۸ھ) (۸۶۰ ۔ ۹۴۰ء) طبع مصر (۱۳۷۲ ھ) () ۲۴۶

۷۵ ۔ عقیدۃ الشیعہ : تالیف دوایٹ، م، دونولڈسن، عربی ترجمہ عبدالمطلب، طبع پریس سعادت قاہرہ (۱۳۶۵ ۔ ۱۹۴۵ ء(

۷۶ ۔ عیون الاثر: تالیف، فتح الدین ابوالفتح محمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ شافعی ۱۲۷۳ م) پریس - ۶۷۱ھ/ ۱۳۳۴ - یعمری اندلسی اشبیلی مصری مشہور بہ ابن سید الناس (۷۳۴

قدسی قاہرہ ۱۳۵۶ ھ

، ۷۷ ۔ فتوح البلدان: تالیف بلاذری صاحب انساب الاشراف، طبع مصر، سال ۱۳۱۹

۷۸ ۔ فجر الاسلام : تالیف احمد امین مصری (۱۲۹۵ ۔ ۱۳۷۳ ھ) (۱۸۷۸ ۔ ۱۹۵۴ ء)، طبع لجنۃ التالیف و النشر قاہرہ، ۱۹۶۴ ۔

۷۹ ۔ فہرست ابن ندیم، فوز العلوم : تالیف ابوالفرج محمد بن اسحاق بن ابی یعقوب ندیم معتزلی (۴۳۸ھ) (۱۰۴۷ ء) طبع مصر ۔ ۱۳۴۸ ۔

۸۰ ۔ القاموس، القاموس المحیط : تالیف، مجد الدین ابو طاھر محمد بن یعقوب بن محمد شیرازی شافعی مشہور بہ فیروز آبادی (۷۲۹ ۔ ۷۱۷ھ) (۱۳۲۹ ۔ ۱۴۱۴ ء) طبع، مصر، (۱۳۵۳

۔ ۱۳۵۴ھ(

۸۱ ۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون : تالیف حاجی خلیفہ مصطفی بن عبداللہ

۱۶۰۹ ۔ ۱۶۵۷ ء) طبع استنبول (۱۳۶۰ ۔ ۱۳۶۲ ھ) () (مشہور بہ کاتب حلبی (۱۰۱۷ ۔ ۱۰۶۷

۸۲ ۔ کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال : تالیف علاء الدین علی بن حسام الدین عبدالملک بن قاضخان مشہور بہ متقی ہندی (۸۸۵ ۔ ۹۷۵ھ (۱۴۸۰ ۔ ۱۵۶۷ ء) سال ۹۵۷ھ،

طبع حیدر آباد (۱۳۱۳ ھ(

۸۳ ۔ اللئالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ: تالیف سیوطی صاحب تاریخ الخلفاء،

۸۴ ۔ اللباب فی تہذیب الانساب : تالیف ابن اثیر صاحب تاریخ ابن اثیر، طبع قدسی، سال ۱۳۵۷ ھ

۸۵ ۔ لسان المیزان: تالیف ابن حجر صاحب اصابہ طبع حیدر آباد، (۱۳۲۹ ھ(

۸۶ ۔ مروج الذهب: تالیف مسعودی صاحب التنبیه و الاشراف ، طبع مصر ( ۱۳۴۶ ه(
۸۷ ۔ کتاب المستدرک علی الصحیحین : بخاری و مسلم، تالیف ابو عبدالله محمد بن عبدالله بن محمد نیشاپوری ( ۳۲۱ ۔ ۴۰۵ه ) ( ۹۳۳ ۔ ۱۰۱۴ ء ) طبع حیدرا آباد ( ۱۳۳۴ ء(
۸۸ ۔ مسند احمد، تالیف : ابو عبد الله احمد بن محمد بن حنبل شیبانی مروزی ( ۱۶۴ ۔ ۲۴۱ه(
۸۹ ۔ مسند طیالسی : تالیف سلیمان بن داود بن جارود طیالسی ( ۱۳۳ ۔ ۲۰۴ یا ۲۰۳ه ) ۷۵۱ ۔ ۸۲۰ ء ) طبع حیدر آباد ( ۱۳۲۱ ه( )
۹۰ ۔ معجم الادباء : تالیف ابوعبدالله یاقوت بن عبدالله حموی رومی بغدادی ( ۵۷۴ ۔ ۶۲۶ه)( ۱۱۷۸ ۔ ۱۲۲۹ ء ) طبع دمشق مطبعه الترقی ،سال ۱۳۷۶ ه۔
۹۱ ۔ معجم البلدان : تالیف یاقوت حموی معروف که صاحب معجم الادباء طبع یورپ و طبع بیروت ( ۱۳۷۴ ۔ ۱۳۷۶ ه(
۹۲ ۔ معجم المولفین : تالیف عمر رضا کحاله ( معاصر) طبع مطبعه الترقی بدمشق ، ( ۱۳۷۶ ۔ ۱۳۸۱ ه) ( ۱۹۵۷ ۔ ۱۹۶۱ ء(
۹۳ ۔ مقاتل الطالبین : تالیف ابوالفرج معروف به صاحب اغانی طبع قاهره ، ( ۱۳۲۳ ه(
۹۴ ۔ مقدمه ابن خلدون : تالیف ابن خلدون صاحب تاریخ ابن خلدون ، طبع مطبعه النهضة قاهره ( ۱۳۵۵ ه(
۹۵ ۔ الملل و النحل : تالیف شهرستانی ابو الفتح محمد بن عبدا لکریم بن احمد اشعری ( ۵۴۸ یا ۵۴۹ه) ( ۱۰۷۵ ۔ ۱۱۵۳ ء( ، ۴۶۷ یا ۴۷۹
۹۶ ۔ منتخب کنزل العمال : تالیف علاء الدین هندی ، طبع اول مصر۔
۹۷ ۔ الموفقیات: تالیف زبیر بن بکار بن عبدالله بن مصعب بن ثابت بن عبدالله بن زبیر( ۱۷۲ ۔ ۲۵۶ه) ( ۷۸۹ ۔ ۸۷۰ ء ) ہم نے اس کتاب سے نقل کرنے میں شرح نهج البلاغه ، ابن ابی الحدید پر اعتماد کیا ہے۔
۹۸ ۔ میزان الاعتدال : تالیف ذهبی صاحب تاریخ اسلام ، طبع لکھنو ( ۱۳۰۶ ه(
۹۹ ۔ سیرة اعلام النبلاء : تالیف ذهبی معروف به صاحب تاریخ اسلام طبع اول قاهره پریس دار المعارف ( ۱۹۵۷ ه(
۱۰۰ ۔ نسب قریش : تالیف ابو عبدالله مصعب بن الزبیری ( ۱۵۶ ۔ ۲۳۶ه) ( ۷۷۳ ۔ ۸۵۱ ء ) از انتشارات مشرق شناس ، الف ، لیفی ، برنسال طبع ( دار المعارف(

۱۰ ۔ نہج البلاغہ، تالیف شریف رضی محمد بن حسین بن موسیٰ (جو حضرت موسی ا
بن جعفر علیہ السلام کی پاک و پاکیزہ دریت میں ہیں) (۳۵۹ ۔ ۴۰۶ھ) (۹۷۰ ۔ ۱۰۱۵ ء) طبع مصر شرح محمد عبدہ۔

۱۰۲ ۔ ہدیہ۔ ہدیۃ العارفین الی اسماء المؤلفین، تالیف اسماعیل پاشا ابن محمد امین بن میر سلیم بغدادی، (۱۹۳۹ م) (۱۹۲۰ م) طبع اسلامبول (۱۳۶۴ ۔ ۱۳۶۶ ھ)۔

۱۰۳ ۔ وفیات، (وفیات الاعیان): تالیف احمد بن محمد بن ابراھیم برمکی اربلی شافعی مشہور بہ ابن خلکان، طبع پریس النہضۃ مصر (۱۳۶۷ ھ)۔

ضمیمہ فہرست مآخذ ۱۔ جمھرۃ الانساب: تالیف، ھشام بن محمد بن سائب معروف بہ ابو منذر (وفات ۲۰۴ ھ)
یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے کہجس کی پہلی جلد قبیلہ عدنان کی نسب کے بارے میں اور دوسری جلد قبیلہ قحطان کے نسب کے بارے میں ہے۔ اس کتاب کی زیراکس (عکس) آیۃ
اللہ نجفی مرعشی کی لائبریری میں موجود ہے اور ہم نے اسی سے استفادہ کیا ہے۔

۲۔ "التاریخ": تالیف ابن الخیاط، خلیفہ، ابو عمر، ملقب بہ شباب عصفری (وفات ۲۴۰
ھ) اور اس کتاب کی تحقیق، ضیاء عمر نے ۱۳۸۶ ھ میں انجام دیکر طبع آداب، جو کہ مطبوعات نجف میں سے ایک ہے۔

۳۔ "الفتوح": تالیف ابن اعثم، ابو محمد احمد بن اعثم کوفی وفات ۳۱۴ ھ) اور یہ کتاب ۱۳۸۸ ھ کو حیدر آباد، ہندوستان میں طبع ہوئی ہے ۴۔ "جمھرۃ انساب العرب": تالیف ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد فرزند سعید بن حزم اندلسی (وفات ۴۵۶ ھ) اس کتاب کی تحقیق عبد السلام نے کی ہے اور ۱۳۸۲ ھ کو دار المعارف مصر میں طبع ہوئی ہے، اسی مولف کی دوسری کتاب "الفصل فی الملل و الاھواء و النحل" ہے جو کہ طبع تمدن ۱۳۳۲ ھ کو شائع ہو چکی ہے۔

۵۔ "لسان المیزان"، "تقریب التھذیب": تالیف ابن حجر احمد بن علی عسقلانی، (وفات ۸۵۲ ھ) کی یہ دو کتابیں ہمارے مآخذ میں شامل ہے۔ لسان المیزان طبع حیدر آباد، ۱۳۲۹ ھ،
اور تقریب کی تحقیق عبد الوھاب عبد الطیف، طبع دار الکتب العربیہ، قاھرہ ۱۳۸۰ ھ۔
مؤلف کی تیسری کتاب "فتح الباری" "شرح صحیح بخاری" طبع مصطفی البانی الحلبی، مصر سال ۱۳۷۸ ہے۔
۶۔ مؤلف نے اپنے قلم سے لکھی ہوئی دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔
۱۔ احادیث ام المؤمنین عایشہ، طبع تہران ۱۳۸۰ ھ۔
۲۔ عبد اللہ بن سبا جلد ۱، طبع بیروت ۱۳۸۸ ھ۔
۳۔ خمسون و ماۃ صحابی مختلق جلد ۱، طبع دوم بغداد ۱۳۸۹ ھ

۷۔ اجناس گلدزیہر، ولادت ۱۸۵۰ء، وفات ۱۹۲۱ء، اس کی کتاب "تاریخ التصور العقیدتی و التشریعی فی الدین الاسلامی" جس کا عربی ترجمہ "محمدیوسف اور علی حسن عبدالقادر و عبد العزیز عبدالحق" نے کیا ہے اور دار الکتب الحدیثہ، مصر نے اس کو شائع کیا ہے۔

# فہرست

عبداللہ بن سبا اور سبائیوں کی داستان کی تحقیق ۴
پہلی فصل ۴
کشی کی روایتیں ۵
۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے کشی کی روایت: ۵
۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کشی کی روایت: ۶
۳۔ امام صادق ں سے کشی کی ایک اور روایت : ۶
۴۔ امام سجادں سے کشی کی روایت: ۶
علمائے حدیث: ۹
رجال کشی اور اس کی روایتوں کی جانچ پڑتال ۱۰
مرتد کو جلانے کی روایتیں ۱۷
شیعہ علماء کی نظر میں مرتد کا حکم ۲۷
مرتدین کے جلانے کے بارے میں روایتوں کی مزید تحقیق ۳۰
آخری اعتراض ۳۶
نابود شدہ کتابیں اور اصول: ۳۷
۱۔ پہلا سبب : ۳۹
۲۔ دوسرا سبب ۳۹
نتیجہ: ۴۲
خلاصہ: ۴۲
عبداللہ بن سبا کے بارے میں ہمارا آخری نظریہ: ۴۶

عبداللہ بن سبا قیافہ اول میں : .................... ۴۶

عبدللہ ابن سبا قیافہ دوم میں : .................... ۴۶

غالیوں کی احادیث کی تحقیق کا خلاصہ : .................... ۴۷

حصہ اول کے مآخذ .................... ۴۸

دوسری فصل .................... ۵۱

عبداللہ بن سبا و ابن سودا ملل اور فرق کی نشاندھی کرنے والی کتابوں میں .................... ۵۲

ملل و نحل کی کتابوں میں سبائیوں کے فرقے .................... ۵۶

ابن سبا ، ابن سودا اور سبائیوں کے بارے میں عبدا لقاھر بغدادی کا بیان .................... ۵۹

ابن سبا اور سبئیہ کے بارے میں شہرستانی اور اس کے ماننے والوں کا بیان .................... ۶۵

عبداللہ بن سبا کے بارے میں ادیان و عقائد کے علماء کا نظریہ .................... ۷۰

متقدمین کانظریہ : .................... ۷۰

عبداللہ بن سبا کے بارے میں ہمارا نظریہ .................... ۷۶

افسانہ نسناس [1] .................... ۷۹

نسناس کے پائے جانے اور اسکے معنی کے بارے میں نظریات .................... ۸۷

افسانہ سبئہ اور نسناس کا موازنہ .................... ۹۴

دوسرے حصے کے مآخذ .................... ۹۵

تیسری فصل .................... ۹۸

عبداللہ بن سبا اور سبائی کون ہیں ؟ .................... ۹۸

سبا و سبئی کا اصلی معنی .................... ۹۹

سبئی کا معنی: .................... ۹۹

سبئی راوی:........................................................................... ۱۰۲
۱۔ عبداللہ بن هبیرہ:.............................................................. ۱۰۲
۲۔ عمارۃ بن شبیب سبئی :.......................................................... ۱۰۳
۳۔ ابو رشد بن حنش سبئی :.......................................................... ۱۰۴
سبا اور سبائی کے معنی میں تحریف.................................................... ۱۰۷
لفظ سبئی میں تحریف کا آغاز........................................................... ۱۰۸
مغیرہ کے دوران حجر ابن عدی کا قیام.................................................. ۱۱۳
زیاد بن ابیہ کے دوران حجر کا قیام..................................................... ۱۱۹
حجر کے ساتھیوں کا متفرق ہونا:........................................................ ۱۲۲
حجر بن عدی کی گرفتاری.............................................................. ۱۲۶
عمرو بن حمق کون ہے ؟.............................................................. ۱۳۰
حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا قتل................................................ ۱۳۱
عبداللہ بن خلیفہ کی گرفتاری:.......................................................... ۱۳۳
کریم بن عفیف کی گرفتاری............................................................ ۱۳۴
گرفتار کیئے گئے لوگوں کی تعداد....................................................... ۱۳۴
حجر اور اسکے ساتھیوں کیلئے آخری حکم................................................ ۱۳۵
آخری حکم کا نفاذ اور المناک قتل..................................................... ۱۳۷
حجر بن عدی کا قتل یا ایک بڑا تاریخی جرم!........................................... ۱۳۸
حجر کے قتل کا دلوں پر عمیق اثر...................................................... ۱۴۱
حجر کی داستان کا خلاصہ............................................................... ۱۴۳

لفظ سبئی میں زیاد کی تحریف کا محرک ............ ۱۴۵
تحقیق کا نتیجہ............ ۱۵۰
لغت ''سبئی ''میں تحریف کا جائزہ............ ۱۵۱
۱۔ زیاد کے دوران............ ۱۵۱
۲۔ مختار کے دوران............ ۱۵۱
۳۔ سفاح کے دوران ............ ۱۵۴
سفاح کی تقریر کی تحقیق............ ۱۵۴
نتیجہ:............ ۱۵۶
سیف کے افسانہ میں '' سبئیہ '' کے معنی............ ۱۵۷
'' سبئیہ ''کی تاریخ پیدائش ، شہرت اور جدید معنی:............ ۱۵۸
وضاحت :............ ۱۵۹
جعل کا محرک اور ترویج کا عامل............ ۱۶۰
افسانہ سبئیہ میں تغیرات............ ۱۶۱
عبدللہ ابن سبا کون ہے ؟............ ۱۶۲
''سبئیہ '' ، '' عبداللہ بن سبا ' اور'' ابن سودا''............ ۱۶۲
عبداللہ بن سبا کا نسب ،پہلے مرحلہ کی کتابوں میں :............ ۱۶۳
عبداللہ بن سبا کون تھا؟............ ۱۶۴
عبداللہ بن سبا وہی عبداللہ بن وھب ہے:............ ۱۶۶
آخری نتیجہ............ ۱۶۷
ابن سودا کون ہے اور کیا معنی رکھتا ہے ؟............ ۱۶۸

تیسرے حصہ کے منابع و مآخذ............................................ ۱۶۹
چوتھی فصل............................................ ۱۷۳
افسانہ علی علیہ السلام بادلوں میں ہیں ! ............................................ ۱۷۴
" جاء علی فی السحاب کے بارے میں اخبار راور روایتیں " ............................................ ۱۷۴
"علی بادلوں میں رہیں " کے افسانہ کی تحقیق............................................ ۱۷۷
افسانہ " علی بادلوں میں ایا "کی حقیقت............................................ ۱۷۹
اہل سنت کی روایتوں میں سحاب............................................ ۱۸۰
شیعہ روایتوں میں سحاب............................................ ۱۸۲
خلاصہ اور نتیجہ:............................................ ۱۸۵
افسانہ '' خدا کے ایک جزء نے علی علیہ السلام میں حلول کیا ہے" ............................................ ۱۸۶
چوتھے حصہ کے مآخذ و منابع............................................ ۱۸۹
پانچواں حصہ............................................ ۱۹۲
سبئیہ دوران جاہلیت سے بنی امیہ تک............................................ ۱۹۳
سبئیہ اسلام سے پہلے............................................ ۱۹۳
سبئیہ ، اسلام کے بعد............................................ ۱۹۳
خلافت عثمان کے دوران............................................ ۱۹۵
سبئیہ علی کے دوران علی ............................................ ۱۹۸
"سبئیہ " ،بنی امیہ کے دوران ............................................ ۲۰۰
سبئیہ قیام مختار میں............................................ ۲۰۰
سبئیہ بنی امیہ کے آخری ایام میں ............................................ ۲۰۱

"سبئیہ"، سیف بن عمر کے دوران ........................................................ ۲۰۳
تاریخ، ادیان اور عقائد کی کتابوں میں عبد اللہ بن سبا ........................................................ ۲۰۵
تاریخ میں عبد اللہ سبا کی متضاد تصویریں ........................................................ ۲۰۵
جعل و تحریف کے محرکات ........................................................ ۲۱۱
سیف کی دوسری تحریفات اور جعلیات ........................................................ ۲۱۲
اہل سنت علماء کی کتابیں ........................................................ ۲۱۳
شیعہ علماء کی کتابیں ........................................................ ۲۱۴
عبد اللہ سبائی کی عبد اللہ بن سبا سے تحریف ........................................................ ۲۱۵
گزشتہ مباحث کا خلاصہ ........................................................ ۲۲۰
تاریخ میں لفظ "عبد اللہ سبا" کے نشیب و فراز ........................................................ ۲۲۱
ابن سبا اور سبئیہ کے بارے میں شیعوں کی روایتیں ........................................................ ۲۲۴
اس حصہ کے مآخذ ........................................................ ۲۲۶
کتاب کے منابع و مآخذ کی فہرست ........................................................ ۲۲۶